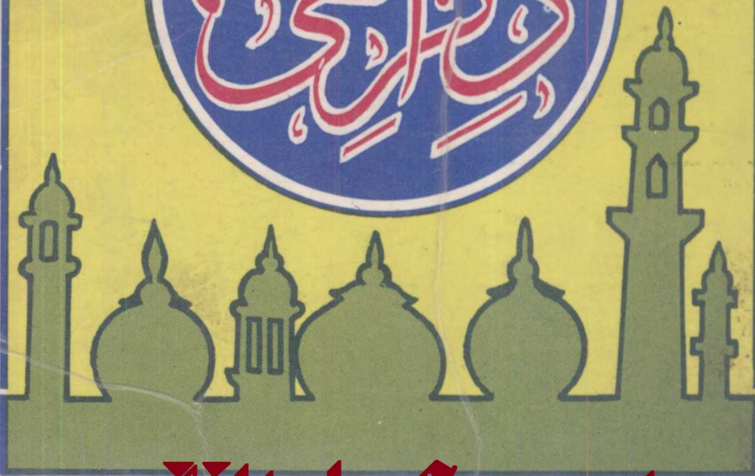
ذکرِ الٰہی



حافظ ابن القیم الجوزی

الدار السلفیۃ
۹/۱۸ اے حضرت سٹریٹ شیخ حفیظ الدین روڈ ناگپاڑہ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

ذکرِ الٰہی

اردو ترجمہ

اَلْوَابِلُ الصَّيِّبُ مِنَ الْكَلِمِ الطَّيِّبِ

تالیف

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

اَلدَّارُ السَّلَفِيَّه

۶/۸ اے حضرت ٹیریس شیخ حفیظ الدین روڈ، بائیکلہ بمبئی ۸

سلسلۂ اشاعت الدار السلفیہ نمبر ۱۸

نام کتاب	ذکر الٰہی
نام مؤلف	حافظ ابن القیم الجوزیؒ
طابع و ناشر	الدار السلفیہ
تاریخ اشاعت	اگست ۱۹۸۸ء
تعداد اشاعت بار چہارم	۲ ہزار
قیمت	۳۰ روپئے

ملنے کا پتہ

الدار السلفیۃ

۶/۸ اے حضرت ٹیریس شیخ حفیظ الدین روڈ بائیکلہ بمبئی ۸

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	عرض ناشر	۱۲
۲	شکر اور اس کے تین ارکان	۱۸
۳	صبر اور اس کے تین ارکان	۱۹
۴	آرام و تکلیف کی عبادات میں فرق مراتب	۱۹
۵	عبودیت انسانی پر کفالت خداوندی	۲۰
۶	شیطانی ہتھکنڈے	۲۱
۷	رحمت الٰہی	۲۲
۸	کیا گناہ جنت کا اور نیکی دوزخ کی موجب بھی ہو سکتی ہے؟	۲۳
۹	مقولہ شیخ الاسلام	۲۵
۱۰	عیوب نفسانی و فضل رحمانی کا مشاہدہ اور اسکا نتیجہ	۲۵
۱۱	عبودیت کا مدار حبِ کامل اور عجز تام پر ہے۔	۲۷
۱۲	استقامت	۲۷
۱۳	استقامت قلب کی دو چیزیں	۲۷
۱۴	حُبِ الٰہی تمام محبتوں پر غالب ہو	۲۷
۱۵	غیر اللہ کی محبت و اطاعت کی سزا	۲۸
۱۶	امر و نہی کی تعظیم	۲۹
۱۷	تعظیم امر و نہی کی تعریف از شیخ الاسلام	۲۹
۱۸	تعظیم امر و نہی کا مدار تعظیم خداوندی پر ہے	۳۰
۱۹	تعظیم امر و نہی کی علامات و مثالیں	۳۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۰	نماز و جماعت میں غفلت عدمِ تعظیمِ امر کی دلیل ہے	۳۱
۲۱	بے خشوع نمازیں اور بے روح لاشیں	۳۲
۲۲	اخلاص اور تفضیلِ اعمال	۳۳
۲۳	کفارۂ سیئات اور دو اصولی قاعدے	۳۳
۲۴	حسنات و کفارۂ سیئات اور اس کے شرائط	۳۴
۲۵	محبطاتِ اعمال	۳۵
۲۶	سنت سے آزادی اور بطلانِ عمل	۳۶
۲۷	حبطِ اعمال کی مثالیں	۳۷
۲۸	ضبط شدہ اعمال کا ثواب توبہ سے واپس ملتا ہے یا جدید؟	۳۹
۲۹	محض مرتد ہوتے ہی عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا شرط ہے؟	۳۹
۳۰	مسئلہ مذکورہ اور مصنف کی تحقیق	۴۰
۳۱	نیکیوں اور برائیوں کی چپقلش	۴۰
۳۲	ایک تمثیل سے مسئلہ مذکورہ کی مزید وضاحت	۴۱
۳۳	فصل	۴۲
۳۴	تعظیمِ نواہی کی علامات	۴۲
۳۵	تعظیمِ نہی کی علامات	۴۳
۳۶	اوامر و نواہی میں سستی	۴۳
۳۷	ابرادِ ظہر کی رخصت کا غلط استعمال	۴۴
۳۸	ابراد کی حکمت	۴۴
۳۹	کھانا حاضر ہونے اور قضائے حاجت کے موقعہ پر نماز منع ہونے میں حکمت	۴۴
۴۰	جمع بین الصلوتین کی حکمت اور اس کا غلط استعمال	۴۵
۴۱	شرعی رخصتوں کے غلط استعمال کی دیگر مثال	۴۶
۴۲	امر و نہی میں غلو کی ممانعت	۴۷
۴۳	شیطان کے دو داؤ: افراط و تفریط	۴۷
۴۴	امر و نہی کی علت و حکمت شرعی کا علم مزید انقیاد کا باعث ہونا چاہئے	۴۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۵	ایمان و اخلاص اور غفلت و شہوت کا مرکب انسان	۴۹
۴۶	نفس امارہ و نفس مطمئنہ	۵۰
۴۷	خواہشات نفسانی و عقل و نور ایمانی	۵۱
۴۸	اغواء شیطانی و فضل رحمانی	۵۲
۴۹	ذنب کے نتیجہ و زہ پر غور	۵۲
۵۰	آنحضرت صلعم کا عبرت انگیز خطبہ	۵۳
۵۱	دنیا کے بجائے آخرت پر زیادہ توجہ چاہیے	۵۴
۵۲	خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا رقت انگیز ناصحانہ خطبہ	۵۵
۵۳	حارث اشعری کی یحیٰی علیہ السلام والی طویل حدیث اور اسکی بہترین تشریح از مصنف	۵۶
۵۴	موحد و مشرک کی تمثیل	۶۱
۵۵	خدا و انسان کے غلاموں کا تقابل	۶۱
۵۶	مشرکین اور ان کے معبود	۶۲
۵۷	ظلم کی تین قسمیں	۶۳
۵۸	کلید جنت اور اس کے لوازم	۶۳
۵۹	دار الطیبین و دار الخبیثین	۶۴
۶۰	لوگوں کی تین قسمیں	۶۵
۶۱	تین قسم کے مکان	۶۵
۶۲	حدیث حارث کے جملہ وامرکم بالصلوٰۃ کی تشریح	۶۶
۶۳	التفات قلبی و بصری	۶۶
۶۴	نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کی مثال	۶۷
۶۵	حضور قلب اور بے خشوع کی نماز میں فرق	۶۸
۶۶	نماز سے شیطان بہت چڑتا ہے	۶۹
۶۷	نماز میں شیطان کے داؤ	۶۹
۶۸	حقیقی نماز سے راحت قلبی اور آنکھوں کی ٹھنڈک	۷۰
۶۹	نمازی کے لئے نماز کی دعا یا بد دعا	۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۰	نماز وعمل مقبول کی دو بڑی قسمیں	۷۳
۷۱	نمازیوں کی پانچ قسمیں	۷۴
۷۲	پانچوں قسم کے نمازیوں کی جزا	۷۵
۷۳	التفات فی الصلوٰۃ سے حجاب	۷۵
۷۴	دل تین قسم کے ہیں	۷۶
۷۵	مومن کی حرمت وعزت آسمان سے زیادہ ہے	۷۷
۷۶	دل کی مثال تین قسم کے مکان	۷۸
۷۷	حدیث حارث کے لفظ وَاٰمُرُکُمْ بِالصِّیَامِ کی تشریح	۸۱
۷۸	روزۂ شرعی	۸۱
۷۹	روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری سے زیادہ خوشبودار ہونا قیامت کو ہوگا یا دنیا میں بھی؟	۸۲
۸۰	مسئلہ مذکورہ کے متعلق مصنف کا اہم فیصلہ	۹۲
۸۱	حدیث حارث کے جملہ وامرکم بالصدقۃ کی تشریح	۹۴
۸۲	فضائل صدقہ وزکوٰۃ	۹۵
۸۳	سخی وبخیل کی مثال	۹۸
۸۴	بخل اور شح میں فرق	۱۰۰
۸۵	فضیلت سخاوت وقباحت بخل	۱۰۱
۸۶	حدِ سخاوت	۱۰۲
۸۷	سخاوت کی دو بڑی قسمیں	۱۰۲
۸۸	ابراہیم کے خلیل اللہ بننے کی وجہ	۱۰۳
۸۹	اتصاف باوصاف اللہ کی تاکید	۱۰۵
۹۰	حدیث حارث کے لفظ وَاٰمُرُکُمْ اَنْ تَذْکُرُوا اللّٰہَ کی تشریح	۱۰۸
۹۱	ذاکر کی مثال	۱۰۹
۹۲	فضائل ذکر	۱۰۹
۹۳	زنگ دل اور اس کی صیقل	۱۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۴	دل کو دو چیزیں زنگ آلود اور دو چیزیں روشن و مصفا کرتی ہیں	۱۱۶
۹۵	مرشد ربانی کے اوصاف اور پیر و مرید کے فرائض	۱۱۷
۹۶	باب اوّل	۱۱۹
۹۷	فوائد ذکر	۱۱۹
۹۸	شیخ الاسلام کا مقولہ	۱۲۱
۹۹	ذکر جملہ عبادات سے آسان و افضل ہے	۱۲۵
۱۰۰	ذکر سے جنت میں درخت لگتے ہیں۔	۱۲۵
۱۰۱	جو انعامات ذکر سے حاصل ہوتے ہیں دوسرے اعمال سے نہیں	۱۲۶
۱۰۲	ذکر الٰہی سے خدا انسان کو کبھی بھولتا نہیں	۱۲۸
۱۰۳	تُنسٰی، اعرض، اور ضنکا کی تفسیر	۱۳۰
۱۰۴	محسنین کے لئے دو جزائیں	۱۳۳
۱۰۵	دنیا میں جنت	۱۳۳
۱۰۶	شیخ الاسلام کا مقولہ آپ کی اسیری اور مختصر حالات	۱۳۴
۱۰۷	چند بزرگوں کے اقوال	۱۳۶
۱۰۸	دنیا میں جنت کیسے ؟	۱۳۶
۱۰۹	سویا ہوا بیدار مغز ذاکر غافل تہجد گزار سے بہتر ہے	۱۳۸
۱۱۰	ذکر الٰہی سے دل میں زندگی دنیا و آخرت اور محشر و برزخ میں نور	۱۳۹
۱۱۱	آنحضرت صلعم کی دُعائے نور	۱۴۰
۱۱۲	تفسیر لاتدرکہ الابصار از ابن عباس رض	۱۴۳
۱۱۳	اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر	۱۴۴
۱۱۴	قلب مومن اور نور ایمانی	۱۴۵
۱۱۵	نور ایمانی کا اصل مادہ	۱۴۶
۱۱۶	قلب حجری و قلب آبی	۱۴۷
۱۱۷	مومن کی مشعل ایمانی کا تیل	۱۴۷
۱۱۸	نور فطری اور نور روحی کا امتزاج	۱۴۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۱۹	نور معقول و نور محسوس	۱۴۹
۱۲۰	نور اور حیات کا تلازم	۱۵۰
۱۲۱	قرآن میں آگ اور پانی کی مثال	۱۵۱
۱۲۲	آگ کی مثال	۱۵۱
۱۲۳	کفار و منافقین کے خطاب کا فرق	۱۵۳
۱۲۴	قرآن امراض قلبی کی شفا ہے	۱۵۳
۱۲۵	پانی کی مثال	۱۵۴
۱۲۶	وحی الٰہی کی بارش سے مسلمانوں کو خوشی اور منافقین میں اضطراب ہراس	۱۵۵
۱۲۷	اکثر لوگ منافقانہ روش کو بہتر خیال کرتے ہیں	۱۵۷
۱۲۸	آگ اور پانی کی دیگر مثال	۱۵۸
۱۲۹	ہدایت آسمانی بارش کی مانند اور دلوں کی مثال زمین کی سی ہے	۱۵۹
۱۳۰	علم و ہدایت کی رو سے لوگوں کے تین طبقے	۱۶۰
۱۳۱	پہلا طبقہ	۱۶۱
۱۳۲	دوسرا طبقہ	۱۶۲
۱۳۳	ابن عباس کے فتاویٰ کی سات ضخیم جلد	۱۶۳
۱۳۴	ابن عباسؓ و ابوہریرہؓ کا علمی موازنہ	۱۶۳
۱۳۵	حفاظ حدیث	۱۶۴
۱۳۶	اہل استنباط	۱۶۴
۱۳۷	تیسرا طبقہ	۱۶۵
۱۳۸	نفس کلبیہ، سبعیہ، ملکیہ	۱۶۵
۱۳۹	دوسری مثال ناری	۱۶۶
۱۴۰	ارواح طیبہ اور ارواح خبیثہ	۱۶۸
۱۴۱	نور فطرت و نور وحی	۱۶۹
۱۴۲	صفات خداوندی کے انوار کا ورود	۱۶۹
۱۴۳	کل یوم ھو فی شان کی تفسیر	۱۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۴۴	ذکر راس الاصول ہے	۱۷۵
۱۴۵	ذکر الٰہی سے فتوّ قلبی کا انسداد	۱۷۶
۱۴۶	ذکر متفرق کو جمع، مجموع کو متفرق، قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرتا ہے	۱۷۶
۱۴۷	ذکر بیداری قلب کا موجب ہے	۱۷۸
۱۴۸	ذکر شجر معرفت ہے	۱۷۸
۱۴۹	ذکر الٰہی قرب خداوندی اور محبت الٰہی کا باعث ہے	۱۷۹
۱۵۰	حدیث قدسی	۱۷۹
۱۵۱	مقام لغزش	۱۸۰
۱۵۲	ذکر صدقہ و جہاد سے افضل ہے	۱۸۱
۱۵۳	قول ابو درداءؓ	۱۸۱
۱۵۴	قول عبداللہ بن مسعودؓ	۱۸۱
۱۵۵	قول دیگر	۱۸۱
۱۵۶	ذکر راس شکر ہے	۱۸۲
۱۵۷	موسیٰ علیہ السلام اور عزوجل کی گفتگو	۱۸۲
۱۵۸	جماع و قضائے حاجت کے وقت خدا کی یاد اور اس کی تحقیق	۱۸۳
۱۵۹	ذکر تمام متقیوں سے معزز ہے	۱۸۵
۱۶۰	ثواب کی غرض سے عمل کرنے والوں اور قرب الٰہی کے لئے عمل کرنے والوں کا فرق	۱۸۵
۱۶۱	پہلا فریق	۱۸۶
۱۶۲	دوسرا فریق	۱۸۶
۱۶۳	صحاب جود و طالبین قرب	۱۸۷
۱۶۴	عزوجل اور موسیٰ کا سوال جواب	۱۸۸
۱۶۵	قول ابن عباسؓ	۱۸۸
۱۶۶	کعبؓ کا قول	۱۸۸
۱۶۷	ام حسنؓ کا قول	۱۸۹
۱۶۸	کثرت ذکر سے لوگ پاگل کہنے لگ جائیں	۱۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۶۹	ذکر سے قساوتِ قلبی کا علاج	۱۹۰
۱۷۰	ذکر دل کی دوا ہے	۱۹۰
۱۷۱	ذکر حبِ الٰہی کا اصل ہے	۱۹۱
۱۷۲	ذکر انعاماتِ الٰہی کے حصول اور غضبِ الٰہی کے دفاع کا موجب ہے	۱۹۱
۱۷۳	ذکر خدا کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کا موجب ہے	۱۹۲
۱۷۴	مجالس ذکر جنت کے باغ ہیں	۱۹۳
۱۷۵	مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہیں	۱۹۳
۱۷۶	اہل ذکر سے عزوجل فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں	۱۹۶
۱۷۷	دوام ذکر سے انسان ہنستے ہوئے جنت میں جائیگا	۱۹۷
۱۷۸	جملہ اعمال قیام ذکر کے لئے مشروع کئے گئے ہیں	۱۹۷
۱۷۹	کثرتِ ذکر افضل الاعمال ہے	۱۹۹
۱۸۰	ذکر الٰہی تمام نفلی عبادات کا کام دیجاتی ہے	۲۰۰
۱۸۱	ذکر الٰہی اطاعتِ الٰہی کا سب سے بڑا معاون ہے	۲۰۱
۱۸۲	ذکر سے تمام مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں	۲۰۲
۱۸۳	ذکر سے تمام خطرے دور ہو جاتے ہیں	۲۰۲
۱۸۴	ذکر سے بیحد قوت حاصل ہو جاتی ہے	۲۰۳
۱۸۵	شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی قوت روحانی	۲۰۳
۱۸۶	حضرت فاطمہؓ کو غلام کے بجائے دعا سکھائی	۲۰۳
۱۸۷	لاحول ولاقوۃ الا باللہ سے بڑے بڑے مسائل حل ہوتے ہیں	۲۰۴
۱۸۸	مقابلہ اعمال میں اہل ذکر کی جیت	۲۰۵
۱۸۹	عزوجل سے ذاکر کی تصدیق	۲۰۷
۱۹۰	ذکر سے محلات بہشتی کی تعمیر	۲۰۸
۱۹۱	ذکر انسان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائیگا	۲۰۹
۱۹۲	ذاکر کے حق میں فرشتوں کی استغفار	۲۰۹
۱۹۳	ذکر سے دشت وجبل کی فخر ومباہات	۲۱۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۹۴	کثرت ذکر سے برأت نفاق	۲۱۰
۱۹۵	ذکر الٰہی کی لذت تمام لذات سے بہتر ہے	۲۱۱
۱۹۶	ذکر سے دنیا میں چہرے کی رونق اور آخرت میں نورانیت	۲۱۲
۱۹۷	کثرت ذکر سے گواہوں کی کثرت	۲۱۳
۱۹۸	ذکر الٰہی کے شغل سے زبان فضول کلامی سے بند ہو جاتی ہے	۲۱۳
۱۹۹	ذکر سے شیطانوں میں گھرے ہوئے آدمی کی نجات	۲۱۳
۲۰۰	ایک عجیب وغریب قابل دید حدیث	۲۱۴
۲۰۱	فصل اوّل۔ ذکر کی پہلی قسم۔ عزوجل کے اسماء وصفات کا ذکر کرنا	۲۲۵
۲۰۲	قسم اوّل۔ عزوجل کی خود حمد وثنا کرنا	۲۲۵
۲۰۳	دوم۔ خدا کے اسماء وصفات کے احکام بیان کرنا	۲۲۶
۲۰۴	حمد وثنا اور مجد وبزرگی	۲۲۷
۲۰۵	قسم دوم۔ عزوجل کے اوامر ونواہی کی یاد رکھنا	۲۲۸
۲۰۶	فائدہ	۲۲۸
۲۰۷	ذکر کی پانچ قسمیں	۲۲۸
۲۰۸	فصل دوم۔ ذکر دعا سے افضل ہے	۲۲۹
۲۰۹	دعا کا آغاز حمد وثنا اور درود سے کرنا چاہیئے	۲۲۹
۲۱۰	دعائے ذی النونؑ	۲۳۰
۲۱۱	دعائے آنحضرت صلعم	۲۳۰
۲۱۲	فائدہ دیگر۔ ذکر قبولیت دعا کا باعث ہے	۲۳۲
۲۱۳	تین پیغمبروں کی دعائیں	۲۳۲
۲۱۴	فصل سوم۔ تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دعا سے افضل ہے	۲۳۴
۲۱۵	دو چیزوں کی ضرورت	۲۳۵
۲۱۶	ایک مثال	۲۳۶
۲۱۷	تسبیح واستغفار میں سے کون زیادہ مفید ہے	۲۳۶
۲۱۸	نماز فرداً فرداً تلاوت قرآن اور ذکر ودعا سے افضل ہے۔	۲۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

تزکیۂ نفس، مومن کا مقصودِ اعظم ہے۔ جب تک نفس ہویٰ و ہوس سے پاک اور قلب غیر اللہ کی محبت اور شرک و معصیت سے منزہ اور صاف نہ ہو، نہ اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے نہ ایمان کی لذت و حلاوت ملتی ہے نہ عبادات میں روح پیدا ہوتی ہے نہ قلب و نظر کو نورِ بصیرت ملتی ہے۔

تزکیۂ نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوت کا ایک جزء تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (الجمعۃ ۔ ۲)

اسی اللہ نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتا تھا اور ان کے قلوب کا تزکیہ کرتا تھا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا تھا اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

لیکن افسوس، تصوف اور تزکیۂ نفس کے نام پر امتِ اسلامیہ میں جس خانقاہی رہبانیت اور عجمی افکار اور غیر اسلامی رسوم و عادات حتیٰ کہ شرک و کفر تک کو رواج دیا گیا اس سے ملت کا بڑا طبقہ اسلام کی انقلابی اسپرٹ، جہاد فی سبیل اللہ اور توحید و اتباعِ سنت کی روح سے خالی اور محروم ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت کتاب و سنت سے براہِ راست کسبِ فیض کے بجائے حضرات صوفیائے کرام کے ملفوظات، کشف و کرامات، فیوض و برکات اور ان کے مخصوص اوراد و وظائف کے گورکھ دھندے ہی میں پھنس کر رہ گئی۔ اس طرح محدثین و سلف صالحین کی دعوتِ توحید و سنت

اور صوفیائے کرام اور ان کے متبعین کے معمولات کے درمیان زبردست خلیج حائل ہو گئی اور امت دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ ایک کی راہ کتاب و سنت کی تعلیم، شرک و بدعات کی بیخ کنی اور جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت تھی تو دوسرے طبقہ نے خانقاہی جمود، درویشی و ترک دنیا اور عملی جہاد کے بجائے اوراد و وظائف ہی کی حد تک خود کو محدود کر لیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حلقۂ صوفیائے وابستہ عوام کا بڑا طبقہ مدارس و مساجد و دعوتی سرگرمیوں سے متنفر ہو کر صالحین کی قبروں ان کے عرسوں اور آثار و تبرکات، سماع و رقص سے چمٹ کر رہ گیا۔ آج ساری دنیا میں عملاً امت کی قبروں پر جو بھیڑ نظر آ رہی ہے اور قبروں سے وابستہ منکرات و فواحشات اور شرک و بدعات کا جو سیل عظیم رواں دواں ہے وہ سب اسی شخصی عقیدت اور اولیاء پرستی اور خانقاہی تصوف کی پیدا کردہ ہے۔

ستم ظریفی کی حد ہے کہ لوگ اسی شرک و کفر اور بدعات و خرافات کو اصل دین سمجھ بیٹھے ہیں اور توحید و سنت کے داعی اور عاملین بالکتاب والسنۃ کو دشمن رسول سمجھتے ہیں۔ پھر پروپیگنڈہ کی یہ مہم بہت زور و شور سے چلائی گئی اور اب تک چل رہی ہے کہ قبوری شریعت کے مخالفین ولایت و طریقت سے محروم ہیں اور یہ پورا طبقہ کوربا طن اور تصوف سے نابلد ہے۔ جہاں تک موجودہ خانقاہی برہمنی تصوف اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی خرافات سے محرومی کا تعلق ہے تو یہ ہر غیرتمند سلفی العقیدہ مسلمان اعتراف کرتا ہے کہ اسے اس قبوری دنیا کے اسرار اور خانقاہی رموز و نکات اور عجمی تصوف اور شرک و کفر کے بیوپار سے نہ صرف محرومی بلکہ قلبی نفرت و عداوت ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمام مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں تصوف اور تزکیہ نفس کی تعلیم محدثین کرام و ائمہ مجتہدین عظام کا زندگی کا مشن رہا ہے۔ جس کی تفصیل علامہ ابن القیم کی اس کتاب الوابل الصیّب

من الکلم الطیب" سے کما حقہ معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب تصوف اور تزکیۂ نفس کے موضوع پر محدثین وسلف صالحین کے حقیقی نقطۂ نظر کو جاننے کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، یکتائے روزگار مجدد ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص اور ان کی روح جہاد وتزکیہ نفس کے محافظ وجامع تھے۔ وہ اسلامی دنیا میں اپنے نامور استاذ کی طرح کتاب اللہ کے مفسر، علم حدیث کے حافظ، علوم اسلامیہ کے ماہر اور شریعت محمدی کے بیباک ترجمان اور علوم دینی میں مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے ان کی تصنیفات میں زاد المعاد فی ھدی خیر العباد اور اعلام الموقعین وغیرہ اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں، کتاب اللہ کے ساتھ گہرا تعلق اور سنت نبوی سے قلبی محبت کی بنا پر انہیں احسان وتزکیہ نفس کا وہ حقیقی ذوق اور تعلق باللہ کا وہ بلند مقام حاصل تھا جس کی نظیر خانقاہی دنیا میں مشکل ہی سے ملے گی علامہ موصوف نے بڑے دلنشین انداز میں اس کی تشریح کی ہے کہ انسان کا اصل مقام عبودیت ہے جس کی بنیاد حب کامل اور ذل تام پر ہے۔ پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہ زریں مقولہ نقل کیا ہے کہ عارف انسان کو وصال باللہ کے لئے دو چیزوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے اول مطالعۂ فضل الٰہی۔ دوم مطالعۂ عیوب نفس وعمل، فضل الٰہی کے مشاہدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان میں محبت الٰہی اور حمد وشکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مطالعۂ عیوب نفس وعمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں عجز وانکساری اور توبہ وندامت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہی بندگی کی نشان ہے۔

انسان پر ابلیس لعین کے غلبہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قلب انسانی کی نشان مکان جیسی ہے، سب سے مضبوط ومحفوظ شاہی مکان ہوتا ہے جس میں خزانے اور متاع حیات سب قیمتی اشیاء محفوظ ہوتی ہیں۔ چونکہ بادشاہ اپنے جاسوس خفیہ پولیس اور فوج کے ذریعہ خود اس کی نگرانی کرتا ہے اس لئے وہ نقب وغارتگری سے محفوظ رہتا ہے، دوم بالکل خالی چٹیل مکان جس میں کوڑے کرکٹ کے سوا کچھ نہیں بے قیمت ہونے کیوجہ سے بھی مہمل وبیکار ہوتا ہے، تیسرا وہ

مکان جیسیں قیمتی اشیاء بھی ہیں اور چور دروازے بھی، ڈاکو عموماً ایسے ہی مکانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پہلے مکان سے مراد اولیاء و صلحاء و خاصانِ خدا کے قلوب ہیں جو ہر وقت اس کی نگہداشت میں رہتے ہیں دوسرے کفار و مشرکین و ملحدین کے قلوب ہیں جنھیں شیطان اپنا سمجھکر توجہ نہیں دیتا لیکن اوسط درجہ کے مومنین جو حسنات و سیئات کے درمیان زندگی گذارتے ہیں ان پر شیطان کی ہر وقت نظر ہوتی ہے نیز حرص و ہوس، شہوات و نفسیات ہی انسان کے امراض ہیں اور یہی شیطان کے ہتھیار بھی ہیں، اس لئے شیطان جب ایسے لوگوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو اپنا ہتھیار خود اُنکے پاس موجود پاتا ہے۔ لہذا داخلی و خارجی دونوں اعتبار سے اس کو کمک مل جاتی ہے۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے شیطان کے حملہ سے بچنے کی تدابیر تفصیل سے لکھی ہیں جنہیں اولیت ذکر الٰہی کی ہے فرماتے ہیں کہ "ذکر الٰہی کی مثال اس شخص جیسی ہے جس پر کوئی مضبوط دشمن حملہ آور ہو اور وہ اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتے بھاگتے جلدی سے کسی مضبوط قلعہ میں داخل ہو کر اپنے کو بچالے بعینہ اسی طرح انسان خود کو شیطان لعین سے صرف ذکر الٰہی کے ذریعہ بچا سکتا ہے۔ جیساکہ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ماعمل ادمی عملا قط انجی له من عذاب الله من ذکر الله عز وجل	ذکر الٰہی سے زیادہ انسان کے لئے کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دہندہ نہیں۔

پھر تفصیل سے ذکر الٰہی کے فضائل کی حدیثیں نقل کی ہیں اور ہر ایک کی نہایت دلنشین تشریح کی ہے فرماتے ہیں دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے۔ غفلت اور گناہ اور دو ہی چیزوں سے صاف اور روشن ہوتا ہے، استغفار اور ذکر الٰہی، جیساکہ ابو درداءؓ کا قول ہے۔

لکل شئ جلاء وان جلاء القلوب ذکر الله۔	ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز ذکر الٰہی ہے۔

اس کے بعد ذکر الٰہی کے سو سے زائد نہایت اہتمام بالشان اور آب زر سے لکھنے کے قابل فوائد کی تفصیل

قرآن وا حادیث کی روشنی میں ایسے شاندار انداز میں لکھا ہے کہ پڑھ کر دل روشن ہو جاتا ہے۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہ مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ ذکر مومن کی جنت ہے جنتی محض دنیا کی جنت میں داخل نہیں ہوگا اخروی جنت میں بھی داخل ہوگا۔ ایام اسیری میں فرماتے تھے کہ دشمن میرا کیا بگاڑیں گے، میری جنت تو میرے سینے میں ہے جہاں جاؤں ساتھ ہے۔ قید و حبس میری خلوت ہے قتل میرے لئے شہادت ہے اور جلا وطنی میری سیاحت ہے۔ ایام اسیری میں سجدہ کے اندر تڑپ سے یہ دعا فرماتے تھے۔

اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك	خدایا اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت پر میری
وحسن عبادتك	دستگیری فرما۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ مجھ سے کہنے لگے محبوس وہ نہیں جو قید ہو جائے بلکہ محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے رب سے رک جائے، اسیر وہ نہیں جو گرفتار ہو جائے، اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے۔ غرض کہ اس کو ایسا مزہ لے لے کر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے دل راحت و مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

پھر ذکر اور نور کی بحث کرتے ہوئے اللہ نور السموت والارض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا نور اللھم اجعل فی قلبی نورا الخ کی ایسی بہترین تشریح کی ہے کہ پڑھنے والے پر وجد طاری ہو جاتا ہے اور قلب و نظر منور ہو جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں مومن کا وظیفہ یہ ہے کہ ذکر سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو۔ سوتے وقت ذکر کرتے ہوئے، جاگتے میں ذکر کرے حتیٰ کہ پیشاب و پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے ذکر کرے فارغ ہونے کے بعد ذکر کرے، بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے ذکر کرے بعد میں ذکر کرے۔ ذکر ہی سے قلعے میں آباد رہے۔ ذکر کو اپنے دائیں بائیں اوپر نیچے گوشت پوست دل و دماغ سب میں پیوست رکھے۔ اسطرح انسان ذکر کی بدولت نور ہی نور ہو جاتا ہے ظلمات اس کی زندگی سے

کا نور بجھ جاتے ہیں۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ایسا مرشد ربانی تلاش کرے جو غافل اور خواہشات کا بندہ نہ ہو جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا۔

اس شخص کی پیروی مت کرو جسکا دل ذکر الٰہی سے خالی ہو چکا اور وہ خواہشات کا بندہ بن گیا ہے

اور اس کے سب کام افراط و تفریط سے بھرے ہیں۔ (کہف)

ادارہ الدار السلفیہ کو اس کتاب کی اشاعت پر فخر و مسرت ہے کہ احیاء تراث الاسلامیہ کے سلسلہ کی اس عظیم کتاب کی نشر و اشاعت کی اسے توفیق ملی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اصلاح امت کے لئے بہترین و مؤثر ذریعہ بنائے اور یہ مصنف و مترجم و ناشر و ناظرین کیلئے ذریعہ نجات ہو آمین۔

مختار احمد ندوی

مدیر

الدار السلفیۃ

بمبئی

(عبدالرحیم اعظمی خوشنویس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

حضرت انسان خدا تعالیٰ کے گوناگوں اور بے شمار ظاہری و باطنی احسانات و انعامات کا ہر وقت اور ہر ساعت ممنون احسان ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ اللہ عزوجل کے انعامات پر شکر بجالائے ۔ امتحان و ابتلائے مصائب میں صبر کرے اور گناہ سرزد ہونے پر توبہ و استغفار کرے اور ان پر پوری قوت اور استقلال سے قائم و دائم رہے ۔ کیونکہ یہی تین چیزیں ہیں جو دنیا و آخرت میں انسان کے لئے سعادت کا پیش خیمہ اور فلاح و کامیابی کی ضامن ہیں ۔ اور جن سے انسان کو کسی وقت بھی بے نیازی نہیں۔ کیونکہ جب بھی دیکھا جائے عزوجل کے فیضان رحمت و نعمت کی بارش انسان پر موسلا دھار بارش کی طرح پے در پے برس رہی ہے جسے قائم و دائم اور جاری رکھنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے "شکر خداوندی"۔

(۱) شکر اور اس کے تین ارکان

جس کے تین ارکان ہیں یعنی اس کی ادائیگی تین باتوں پر مبنی ہے ۔ اوّل دل میں اعتراف نعمت ، دوم زبان سے انعامات خداوندی کا تذکرہ یعنی تحدیث نعمت سوم منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اسی کے حسب مرضی و منشا بجالانا اور اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کا تصرف اور کمی بیشی نہ کرنا اگر ان شرائط کے مطابق شکر بجالائے تو گویا اس نے حق نعمت ادا کر دیا اور شکر بجالایا اگرچہ اس کے بعد بھی کما حقہ ادا کرنے سے انسان قاصر ہی رہے گا۔

(۲) صبر اور اس کے تین ارکان

علی ہذا القیاس بعض دفعہ بارگاہِ الٰہی سے انسان کی آزمائش اور امتحان لینا مقصود ہوتا ہے جس کے پیشِ نظر وہ مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے ایسی صورت میں انسان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی گھبراہٹ کئے بغیر اس پر پورا پورا صبر کرے۔

صبر کے بھی تین ارکان ہیں۔ حبس نفس۔ حبس لسان۔ حبس جوارح یعنی نفس کو تقدیر پر ناراض ہونے سے زبان کو شکوہ کرنے سے اور اعضاء و جوارح کو بے صبری و معصیت کے کاموں مثلاً سینہ کوبی، سر پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور بال نوچنے وغیرہ سے روکنے کا نام صبر ہے اور یہی وہ تین باتیں ہیں جن پر صبر کا دارومدار ہے۔ اگر پوری قوت سے انسان کما حقہ انھیں بجالائے تو یہ تمام مشکلیں اس کے حق میں آسانیاں بن جاتی ہیں وہ مصائب کو انعامات خداوندی تصور کرتا ہے اور ہر تکلیف دہ چیز اس کے لئے مرغوب طبع اور فرحت انگیز ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ تمام مصیبتوں کو پورے انشراح صدر سے جھیل جاتا ہے کیونکہ اسے پورا یقین ہے کہ عزوجل اسے خواہ مخواہ بے وجہ تنگ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس سے اسکے انقیاد و عبودیت اور صبر کا امتحان لینا مقصود ہے جس طرح امن و خوشحالی میں اس پر عبادت خداوندی کا حق عائد ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح تنگدستی و بدحالی میں بھی عائد ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس طرح مکروہات میں ہوتا ہے۔ اسی طرح محبوبات میں بھی مگر اکثر لوگ امن و خوشحالی میں عبادت گذار بن جاتے ہیں لیکن مصائب و مشکلات میں ترک کر دیتے ہیں حالانکہ زمانۂ مصائب و مشکلات کی عبادت کارے دارد۔

آرام و تکلیف کی عبادات میں فرق مراتب

تو اس لحاظ سے انسان بھی مختلف المراتب اور مختلف المدارج ہیں اور اسی تناسب سے خدا کے ہاں انکی قدر و منزلت ہوگی۔

دیکھئے شدت کی گرمی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا عبادت ہے۔ اپنی خوبصورت اور چہیتی بیوی سے مباشرت کرنا بھی عبادت ہے۔ اہل وعیال اور بیوی بچوں اور اپنے نفس پر خرچ کرنا بھی عبادت ہے۔ اس کے بالمقابل شدت کے جاڑے میں سرد پانی سے وضو کرنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کسی معصیت (زنا وغیرہ) کو ترک کرنا جبکہ نفس اس کے لئے از حد بیتاب ہو۔ مزید برآں یہ کہ کسی کا ڈر ہو نہ ہی کوئی دیکھ رہا ہو تو یہ بھی عبادت ہے اور قحط سالی اور تنگدستی میں خرچ کرنا بھی عبادت ہے لیکن ان دونوں قسم کی عبادات میں بڑا اور نمایاں فرق ہے۔

عبودیتِ انسانی پر کفائت خداوندی

تو جو شخص تنگی و خوشحالی۔ آرام و تکلیف دونوں حالتوں میں عبادت خداوندی و اطاعت الٰہی کو کما حقہ بجا لائے۔ تو ایسے شخص کے تمام معاملات اور کاروبار کا خود عزوجل کافی و کارساز ہو جاتا ہے۔ اور آیت ذیل کا مصداق بن جاتا ہے کہ

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (زمر ۳۹ ۔ ع ۴) کیا خدا تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

(ایک[۱] قراءت میں عِبَادَہٗ بصورت جمع بھی ہے لیکن اس میں کچھ فرق نہیں۔ کیونکہ یہاں مفرد بصورت مضاف ہے جو جمع کی طرح عموم کا فائدہ دیتا ہے۔)

غرضیکہ عبودیت تامہ ہوگی تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے کفایت بھی تامہ ہوگی عبودیت ناقص ہوگی تو کفایت بھی ناقص ہوگی۔ لہٰذا اگر کسی کو فائدہ حاصل ہو تو اُسے

---

(۱) ابن جریر فرماتے ہیں کہ لفظ عَبْدَہٗ میں قراء کا اختلاف ہے۔ مدینہ طیبہ کے قراء اور کوفہ کے عام قاری عِبَادَہٗ بصورت جمع پڑھتے ہیں اس صورت میں اسکا مطلب یہ ہوگا کہ کیا خدا تعالیٰ اپنے بندوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے سابق انبیاء کو کافی نہیں؟ کہ بت پرستوں کے اس خطرہ دلانے سے کہ ان کے معبودان باطلہ گزند پہنچائینگے جملہ انبیاء کو محفوظ و مصئون رکھے اور مدینہ و بصرہ کے عام قراء اور کوفہ کے بعض قاری عَبْدَہٗ پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید پر جمے رہنے میں کافی نہیں؟

خدا کی حمد کرنا چاہیئے۔ اگر نقصان ہو تو اپنے ہی نفس کو ملامت کرنی چاہیئے۔

یہی وہ خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں جن پر شیطان کا دام کم چلتا ہے۔ اور وہ ان پر غالب نہیں آسکتا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ (پ ۱۴ – ع ۴) میرے بندوں پر تجھے کبھی غلبہ نہیں ہوگا۔

اور ابلیس بھی بخوبی جانتا ہے کہ عزوجل اپنے مخلص بندوں کو اس کے ہتھکنڈوں میں نہیں آنے دیتا اور نہ ہی ان پر مسلط ہونے دیتا ہے کیونکہ قرآن حکیم میں اس کا اعتراف موجود ہے۔

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (ص – ع ۵) تیری عزت و جلال کی قسم تیرے مخلص بندوں کے سوا میں سب کو گمراہ کر ڈالوں گا۔

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْھِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّہٗ فَاتَّبَعُوْہُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَۃِ مِمَّنْ ھُوَ مِنْھَا فِیْ شَکٍّ (سبا – ع ۳)

ابلیس نے بندوں کے متعلق اپنے تخمینہ کو سچ کر دکھلایا، کہ تھوڑے سے ایمانداروں کے علاوہ تمام لوگ اس کے پیرو بن گئے۔ شیطان کو ان پر زور نہ تھا مگر ہمیں معلوم کرنا تھا کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کسے اس میں شبہہ ہے۔

تو عزوجل نے اپنے دشمن کو اپنے مومن بندوں پر کبھی غلبہ نہیں دیا کیونکہ وہ اس کی حفاظت و نگہبانی اور یادداشت میں ہیں۔

شیطانی ہتھکنڈے

البتہ جس طرح ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی کو عقلمندی و ہوشیاری کے باوجود ایک چور داؤ لگا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ایک مخلص مومن بھی شیطان کا داؤ کھا جاتا ہے۔ اور ذرا سا داؤ تو وہ ضرور لگا جاتا ہے،

کیونکہ انسان سراسر شہوت و غفلت اور غضب کا پتلا ہے اور یہی تین چیزیں اس کے چور دروازے ہیں۔ جن سے وہ موقعہ پا کر انسان کو داؤ لگاتا ہے۔ انسان جس قدر بھی اپنا بچاؤ اور حفاظت کرے۔ آخر وہ کتنی حفاظت کرے گا اس کے خمیر میں غفلت و نسیان موجود ہے اس کے اندر شہوت کی آگ بھی ہے اور اس میں غضب و غصہ کی چنگاری بھی دبی ہوئی ہے۔ آخر وہ کس کس چیز کا مقابلہ کریگا؟ اور کس کس چیز سے اپنی حفاظت کریگا۔

دیکھئے! ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام جو تمام انسانوں کے باپ ہیں آپ تمام مخلوق سے زیادہ عقلمند سب سے زیادہ ہوشیار اور سب سے زیادہ ثابت قدم تھے۔ اتنی حفاظتوں کے باوجود دشمن خدا نے آپ کو پھسلا لیا، تو ہمارے تمہارے جیسے بیچاروں کا کیا پوچھنا جن کی اس قدر عقلمندی کے بالمقابل ہمارے عقول سراسر حماقت کہلانے کے سزاوار ہوں اور جن کے علم کے سامنے ہمارے علوم سمندر اور تھوک کی نسبت رکھتے ہوں۔ پھر بھی شیطان دشمن خدا ایک مومن مخلص تک براہِ راست کھلم کھلا نہیں پہنچ سکتا۔ وہ غفلت ولاپرواہی کے مواقع کی تاک میں رہتا ہے اور اسی وقت ہی داؤ لگاتا ہے۔ پھر گناہ و معصیت میں مبتلا کر کے خیال کرتا ہے کہ اب وہ کبھی رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اس معصیت نے اسے بالکل ہلاک و تباہ و برباد کر دیا ہے لیکن ان تمام کے بعد خدا تعالیٰ کا فضل عفو و کرم اور رحمت و مغفرت (خم ٹھونک کر) موجود ہے۔

رحمت الٰہی

تو جب اس کے عفو و کرم اور رحمت و مغفرت کا دریا جوش میں آتا ہے اور عز و جل اس کی خیر خواہی و بھلائی کے درپے ہو جاتا ہے تو اس پر توبہ و ندامت ذلت و انکساری اور اپنے فقر و احتیاج کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے وہ اپنے قصور کو دیکھ کر شرم و ندامت سے پگھلا جاتا ہے اور خود کو ہر چیز میں خدا کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ اس کے سامنے نہایت عجز و انکساری سے گڑگڑاتا ہے۔ چلا چلا

کر دعائیں کرتا ہے، توبہ کے لئے بارگاہ ارحم الراحمین میں ہاتھ پھیلا کر سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور آئندہ کے لئے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ تقرب الٰہی کے حصول کی خاطر نیکیوں کے لئے اس قدر جان لڑا دیتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی نیکی بنکر اس کے حق میں رحمتِ الٰہی کا باعث بن جاتی ہیں، اور حتیٰ کہ شیطان اسے رحمت الٰہی کے دریا میں غوطہ زن دیکھ کر حسد کے مارے چیخ اٹھتا ہے کہ اے کاش میں اس سے یہ گناہ کا کام نہ کرواتا تو آج وہ خدا کی اس قدر گوناگوں نوازشات سے تو محروم رہتا۔

کیا گناہ جنت کا اور نیکی دوزخ کی موجب بھی ہو سکتی ہے؟

اور یہی مطلب ہے بعض سلف کے اس قول کا کہ

"انسان کبھی گناہ کرتے کرتے بہشت میں اور نیکی کرتے کرتے دوزخ میں چلا جاتا ہے"

لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیسے؟ بزرگ نے کہا جونہی انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً اس کی اس پر ٹکٹکی بندھ جاتی ہے اور وہ اپنے گناہ کو دیکھ دیکھکر اس سے ڈرتا ہے، خوف کھاتا ہے، روتا ہے، نادم ہوتا ہے، عزوجل سے شرمندہ ہوتا ہے اور شکستہ دل ہو کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ تو یہ گناہ اس کے لئے ہزارہا بیشمار طاعات سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ایک گناہ کے باعث اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اس کی فلاح ونجات اور سعادت کا ذریعہ بنتے ہیں حتیٰ کہ وہ گناہ اس کے لئے دخول جنت کا موجب ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف کبھی وہ بھولے بھٹکے ایک آدھ نیکی کر بیٹھتا ہے تو خدا پر احسان چڑھاتا ہے اور اپنے کو کچھ بڑی چیز سمجھنے لگ جاتا ہے، دل ہی دل میں غرور اور تکبر سے پھولا نہیں سماتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید میں نے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے۔ کبھی اس کی نگاہ اس نیکی پر پڑتی ہے کبھی اس پر

حتیٰ کہ یہی ایک مغرورانہ نیکی اسے جہنم رسید کر کے دم لیتی ہے۔

غرضیکہ جب خدا تعالیٰ کسی مسکین سے خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں تو اسے کسی ایسے کام میں مبتلا کر دیتے ہیں جو اس کی شکستہ دلی کا موجب ہوتا ہے جس سے اس کی اکڑی ہوئی گردن خم ہو جاتی ہے۔ رہا سہا غرور و تکبر ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اپنے نفس کو بڑا سمجھنے کے بجائے ایک حقیر و ناتواں چیز سمجھنے لگ جاتا ہے لیکن جب بھلائی کا ارادہ نہ ہو تو اس کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے تب وہ لگتا ہے اکڑ فوں کرنے، اور اپنے کو کچھ بڑی چیز سمجھنے اور یہی وہ چیز ہے جو رسوائی و ذلت کا پیش خیمہ اور انسان کے لئے تباہی و ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

کیونکہ تمام عارف اس بات پر متفق ہیں کہ عزوجل کا تیرے نفس کو تیرے سپرد نہ کرنا ہی "خذلان" ہے۔

غرضیکہ جس کے حق میں عزوجل بھلائی کرنا چاہتا ہے تو غرور و تکبر و خود بینی کے بجائے اس کے سامنے عجز و انکسار کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے ہمیشہ اور ہر وقت نہایت خشوع و خضوع اور تذلل کے ساتھ روتا گڑگڑاتا ہے، بے نیازی کے بجائے اپنی محتاجی و بیچارگی کا اظہار کرتا ہے نیکیوں کے بجائے ادھر اپنے عیوب نفسانی اور گناہوں کو دیکھ کر اپنے نفس کو سراسر جاہل و سرکش خیال کرتا ہے تو ادھر خدا تعالیٰ کی بے نیازی کے ساتھ ساتھ اس کے فضل و احسان رحمت و مہربانی اور عفو و غفران کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے جود و سخا کے بے پایاں خزانوں کو دیکھ پاتا ہے تو سرتاپا مصروف حمد و ثنا ہو جاتا ہے اور اس کے ہر ذرہ و ہر موسے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے نغمے نکلنے لگ جاتے ہیں۔

یہ بیان اسی مفہوم کو ابن عطاء [illegible] نے مستفاد [illegible] حکمت میں یوں ادا کیا ہے رُبَّ مَعْصِیَةٍ أَوْرَثَتْ ذُلًّا وَانْكِسَارًا خَيْرٌ مِنْ طَاعَةٍ أَوْرَثَتْ عِزًّا وَاسْتِكْبَارًا [illegible] ذلت و انکساری پیدا کرنے والے گناہ [illegible] نیکیوں سے بہتر [illegible]

غرضیکہ ایک عارف وخدا طلب انسان ان دو بازوؤں (مشاہدہ عیوب وفضل ربانی) سے ہی اڑ کر خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ دو بازو نہوں اور وہ عزوجل کو مل سکے حتی کہ ان میں سے اگر صرف ایک بازو بھی مفقود ہوگا۔ تو وہ اس پرندے کی طرح اڑنے سے محروم وناکام رہ جائیگا جس کا کوئی بازو ٹوٹ چکا ہو۔ تو وہ اڑنے سے بیکار ہو جاتا ہے۔

مقولہ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ عارف انسان کو وصال باللہ کے لیے دو چیزوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا ہوتا ہے۔ اول خدا تعالیٰ کے فضل واحسان کا مشاہدہ، دوم عیوب نفسانی کا مطالعہ اور اعمال کا جائزہ۔

عیوب نفسانی وفضل رحمانی کا مشاہدہ اور اسکا نتیجہ

بریدہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقولہ کا بھی یہی مفہوم ہے جو آنحضرت صلعم نے سید الاستغفار (کے خط کشیدہ الفاظ) میں بیان فرمایا ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ	خدایا تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا خالق اور میں تیرا ادنیٰ غلام ہوں، اور تیرے عہد واقرار اور وعدوں پر حتی المقدور کاربند ہوں، اپنی بداعمالیوں اور شرارتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو نے جو انعامات فرمائے ہیں انکا اقرار ہے ساتھ ہی اپنے گناہوں کا بھی اعتراف ہے لہذا مجھے بخشدیجئے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔
(احمد، بخاری، نسائی)	

دیکھئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ قول "اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ

اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ،، میں مشاہدۂ فضل الٰہی اور مطالعہ عیوب نفس و عمل دونوں کو یک جا کر دیا ہے فضل الٰہی کے مشاہدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان میں محبت الٰہی گھر کر جاتی ہے حمد خداوندی اور دل میں نعمت (خدا) کی شکرگذاری کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔ اور عیوب نفسانی اور عمل کی کوتاہی کے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں غرور و تکبر کے بجائے عجز و انکساری جڑیں جمالیتی ہیں۔ وہ اپنے کو شان خداوندی کے سامنے بالکل سراپا احتیاج سمجھنے لگ جاتا ہے اور ہر وقت اور ہر لحظہ اس کی زبان سے توبہ توبہ کی صدائیں گونجنے لگتی ہیں اور وہ اپنے نفس کو بالکل مجسمۂ فقر و افلاس تصور کرنے لگ جاتا ہے۔

اور یہی سب سے زیادہ قریب ترین دروازہ ہے جس کے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے، لہٰذا جب وہ اپنے کو بالکل مفلس و قلاش سمجھنے لگ جاتا ہے تو نہ اسے اپنے نفس کے لئے کوئی باعزت مقام اور باعزت حالت نظر دکھائی دیتی ہے اور نہ اسے اسباب نظر آتے ہیں جن سے وابستہ ہو کر خدا تک پہونچ سکے اور نہ ہی وہ کوئی ایسا وسیلہ پاتا ہے کہ خدا پر اس کا احسان چڑھائے۔ وہ ہر طرف سے منھ موڑ کر اور بالکل یکسو ہو کر خالص محتاجی اور افلاس محض کے دروازے سے ہو کر خدا کے پیش ہوتا ہے اور وہ بالکل اس قلاش کی مانند داخل ہوتا ہے جیسے فقر و افلاس اور مسکینی نے بالکل شکستہ دل کر دیا ہو اور دل کے ایک ایک رگ و ریشہ تک سرایت کر کے اور چاروں طرف سے اس پر چھا چکی ہوں، اور اسے تخیل سے گذر کر یہ مشاہدہ ویقین ہو چکا ہے کہ ہر لمحہ اسے خداوند تعالیٰ کی ضرورت ہے اور وہ ہمہ دم، ہر لحظہ اس کا محتاج ہے۔ اتنا محتاج کہ جس سے زیادہ احتیاج کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، اور اس کے ایک ایک ذرّہ میں خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن نظر آتے ہوں یا نظر سے مخفی فاقہ تامہ اور خدا تعالیٰ کی ضرورت کاملہ موجود ہے اور اگر وہ ان سے ایک سیکنڈ بھی خالی رہے، تو وہ تباہ و برباد ہو جائے اور اسے اتنا خسارہ ہو جس کی تلافی اسی صورت میں ممکن ہو کہ خود ارحم الراحمین ہی اسے اپنے دامن

رحمت و شفقت میں ڈھانپ لے۔

عبودیت کا مدار حبّ کامل اور عجز تام پر ہے

خلاصہ یہ کہ عبودیت کے سوا کوئی ایسا راستہ نہیں جو خدا تعالے تک پہونچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب تر ہو اور دعوائے زہد و تقدس کی لاف زنی سے بڑھکر کوئی ایسا حجاب نہیں جو ان سے زیادہ سخت اور غلیظ تر ہو۔

رہا عبودیت کا دار و مدار تو اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ اور وہی دونوں اس کا اصل الاصول ہیں۔ اوّل حب کامل۔ دوم ذل تام اور ان کا منشا و منبع وہی دونوں اصل ہیں جنکا تذکرہ سابق ہو چکا ہے۔ یعنی مشاہدہ منت خداوندی جس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور مطالعہ عیوب نفس و عمل جن سے ذل تام حاصل ہوتی ہے۔

انسان اگر ان دونوں اصولوں پر اپنے سلوک الی اللہ کی بنیاد رکھ لے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ شیطان اس پر ظفر یاب ہو سکے سوائے اس صورت کے کہ وہ بیخبری و غفلت میں داؤ لگا جائے تو عزوجل جلد از جلد اس کے اثر کو اکھاڑ پھینکے گا۔ اور اپنی رحمت کاملہ سے ان تمام نقصانات کی تلافی کر دیگا۔

استقامت

رہی سلوک الی اللہ کی صحت و درستگی اور اس پر مضبوطی۔ یہ تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ دل اور اعضائے جوارح دونوں میں استقامت ہو۔

استقامت قلب کی دو چیزیں

اور استقامت قلبی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) حبّ الٰہی تمام محبتوں پر غالب ہو

پہلی چیز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت ہر محبوب کی محبت پر مقدم ہو۔

جب غیر اللہ اور محبت الٰہی کا مقابلہ ہو تو خدا تعالیٰ کی محبت تمام ماسوی اللہ محبتوں سے

فائق ہو۔ اور صرف فوقیت ہی نہ پائے بلکہ اس کے مقتضیات پر اس کا عملدرآمد بھی ہو۔ مگر دعویٰ آسان اور اس پر عمل کر دکھانا بہت ہی مشکل ہے مشہور مقولہ ہے وعند الامتحان یکرم الرجل او یھان یعنی امتحان ہونے پر انسان کی عزت ہوتی ہے یا رسوائی و ذلت۔

لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی خواہشات و مرغوب طبع چیزوں کو خدا تعالیٰ پر ترجیح دیتا ہے جو اعمال خدا کو پسند ہوں ان کو پس پشت ڈال دیتا ہے مگر جن کو خود پسند رکھتا ہو یا اس کے چوہدری و نمبردار، رشتہ دار اور شیخ و بزرگ کی نظروں میں محبوب ہوں ان پر پروانہ وار مرتا ہے۔

غیراللہ کی محبت و اطاعت کی سزا

تو ایسے شخص کے دل میں نہ تو غیراللہ کی محبت پر محبت الٰہی کو فوقیت ہوتی ہے اور نہ ہی اس محبت کو ملکۂ راسخہ کا سا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسا شخص اپنی یا اپنے پیر و مرشد کی اور بزرگوں کی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ یا غیراللہ کی محبت کو محبت الٰہی پر فوقیت دیتا ہے اس لئے ایسے شخص کے متعلق سنت الٰہی اور قانون فطرت میں یہی سزا چلی آرہی ہے کہ اس کے اور اس کے محبوب میں عزوجل بغض و عداوت اور نفرت پیدا کر دیتا ہے اور ان کی محبت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے جس سے وہی محبوب اس کیلئے دبال جان بن جاتا ہے اور ہزار دقتوں اور کوششوں کے بعد کہیں جا کر اسے ان فوائد کا ہزارواں حصہ میسر ہوتا ہے جن کی اسے توقعات ہوتی ہیں۔

اور پھر یاد رکھئے! عزوجل کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو اسے چھوڑ کر غیراللہ سے محبت کرے وہ اسی کو اس کے لئے ذریعہ عذاب بنا دیتا ہے۔ جو غیراللہ کا خوف دل میں رکھے اسی کو خدا تعالیٰ اس پر مسلط کرتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر غیر سے مشغول ہو وہی اس کے لئے دبال جان ہو جاتا

ہے۔ اسی طرح جو غیر اللہ کو خدا تعالیٰ پر ترجیح دے۔ اس میں کبھی برکت نہیں ہوتی اور جو خدا تعالیٰ کو ناراض کر کے غیر اللہ کی رضامندی حاصل کرنا چاہے خدا تعالیٰ ان کو باہم کبھی راضی نہیں ہونے دیتا بلکہ ہمیشہ ان کی باہم چپقلش رہتی ہے اور کبھی ملاپ نہیں ہوتا۔

امر و نہی کی تعظیم

استقامت قلبی کے لئے دوسری چیز ہے امر و نہی کی تعظیم اور یہ خدا تعالیٰ کی عظمت و ہیبت سے پیدا ہوتی ہے جو صاحب امر و نہی ہے کیونکہ جو اس کی یا اس کے امر و نہی کی تعظیم نہ کرے۔ عزوجل نے اس کی مذمت فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی قدر و منزلت نہیں تو اس کے اوامر و نواہی کی کب ہوگی اور خدا تعالیٰ نے بھی قرآن حکیم میں اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو اس کی یا اس کے اوامر و نواہی کی عظمت کو نہ سمجھے اور قدر و منزلت نہ کرے چنانچہ ارشاد ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (سورہ نوح ع ۱) کیا تمہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و بزرگی پر اعتقاد نہیں۔ مفسرین نے اس کی تفسیر میں لَكُمْ لَا تَخَافُوْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَظَمَةً سے کی ہے یعنی تم عظمت الٰہی سے ڈرتے نہیں ہو۔

تعظیم امر و نہی کی تعریف از شیخ الاسلام

شیخ الاسلام (ابن تیمیہؒ) نے تعظیم امر و نہی کی کیا ہی خوب تعریف فرمائی ہے کہ

"ان میں نہ بے ضرورت رخصت طلبی ہو نہ بے موقع تشدد و غلو ہو اور نہ ایسی علت پیدا کریں جو اطاعت و انقیاد میں رکاوٹ سستی و کمزوری اور بدعملی کا باعث بنے۔"

تعظیم امر و نہی کا مدار تعظیم خداوندی پر ہے

شیخ الاسلام کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ تعظیم خداوندی کا سب سے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ انسان اس کے اوامر ونواہی کی تعظیم کرے۔ کیوں کہ جس شریعت محمدی کے ذریعہ مومن اپنے رب کو پہچانتا ہے اس کا مقتضا ہی یہ ہے کہ عزوجل کے امر و نہی کی اطاعت کیجائے اور انقیاد و اطاعت اسی صورت متصور ہوسکتی ہے کہ دل میں اگر امر الٰہی کی عظمت ہو تو جوارح بھی اسے ادا کر رہے ہوں۔ دل میں نہی خداوندی کی قدر و منزلت ہو۔ تو ظاہری ارکان بھی اس کے ارتکاب سے مجتنب ہوں لہذا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں نظر آئے تو یہ اس کی بین دلیل ہے کہ اس کے دل میں صرف امر و نہی کی تعظیم ہی نہیں بلکہ صاحب امر و نہی کی توقیر و منزلت بھی راسخ ہے اور جس قدر صاحب امر و نہی کی عظمت اور توقیر و منزلت ہوگی اسی تناسب سے اسے ان ابرار کے زمرہ میں درجہ شمولیت حاصل ہوگا جن کے حق میں ایمان و تصدیق، صحت عقیدہ اور خصوصاً نفاق اکبر سے برارت کی شہادت دی گئی ہے کہ فلاں شخص صحیح العقیدہ، ایماندار، اور صاحب اخلاص ہے۔ منافق نہیں کیونکہ بعض دفعہ انسان کسی کام کو اس لئے کر گذرتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھ پائیں، یا ان کے ہاں اس کی جاہ و منزلت ہو۔ یا کسی امر ممنوع سے اس لئے کنارہ کشی کرتا ہے کہ لوگوں کی نظروں سے نہ گر جائے۔ یا ان شرعی حدود اور سزا کے خوف سے باز رہتا ہے جو شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں تو اس قسم کا فعل یا ترک فعل نہ تعظیم امر و نہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ ہی صاحب امر و نہی کی عظمت و شوکت کی بنا پر۔

تعظیم امر و نہی کی علامات و مثالیں

کیونکہ تعظیم امر کی تو علامت ہی یہ ہے کہ اس کے اوقات و حدود کی رعائت

کی جائے اس کے ارکان و واجبات اور تکمیل کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس کا ٹائم قریب ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار و مستعد ہو، اور جب وقت وجوب آجائے تو اسے ادا کرنے کے لئے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اگر خدانخواستہ اس کے ارکان و واجبات وغیرہ کی ادائیگی میں خامی ہو جائے، یا حقوق ادا میں قصور پڑ جائے تو وہ اس طرح غمناک و اندوہگیں ہو جیسے کسی سے جماعت نماز فوت ہو جائے اور وہ جانتا ہو کہ اگرچہ انفراداً نماز تو ہو جائے گی مگر ستائیس درجات سے تو محروم رہ گیا۔ یا اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی تجارت پیشہ آدمی سے بلا مشقت و کلفت سفر وغیرہ گھر بیٹھے ایک ہی سودے سے ستائیس پونڈ رہ جائیں۔ تو وہ افسوس و ندامت کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھاتا ہے تو کیا آپ یہ باور کر سکتے ہیں کہ اس سے کوئی جماعت بھولے سے بھی ترک ہو جائے گی؟ جب کہ نماز باجماعت کے ستائیس درجات میں سے ایک ایک درجہ ہزار نہیں۔ لاکھوں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

نماز و جماعت میں غفلت عدم تعظیم امر کی دلیل ہے

تو جب انسان اس قدر فائدہ و نفع ضائع کر دے۔ نفع تو کجا، اکثر علماء کے نزدیک نماز بلاجماعت نماز ہی نہیں۔ چہ جائیکہ وہ بے توجہی سے ادا کرے اور نماز کو ایک قسم کی مصیبت سمجھے اور اس کے ارکان و واجبات کی رعایت نہ کرے تو یہ حالت امرِ الٰہی کی عدم تعظیم کا واضح ثبوت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جبکہ اس سے اول وقت جو خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب فوت ہو جائے۔ یا پہلی صف کی شمولیت رہ جائے جس کے دائیں طرف پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ملائکہ الٰہی کی دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ تو سمجھ لیجئے کہ اس کے دل میں احکام خداوندی کی کس قدر توقیر و منزلت ہوگی؟ لیکن اگر اسے نماز باجماعت اور صف اول کے ثواب و درجات اور فضائل کا پتہ چل جائے تو وہ اس کے حصول کے لئے لڑ مرے۔ اور

قرعہ ڈال کر بھی پہلی صف میں گھس جائے یہی حال نمازیوں کی قلت و کثرت کا ہے جس قدر جماعت میں نمازیوں کی کثرت ہوگی۔ اسی قدر وہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گے۔ اسی طرح جسقدر دور سے چل کر آئیگا اتنا ہی ایک قدم معافی گناہ کا باعث اور دوسرا رفعت درجات کا موجب ہوگا۔

بے خشوع نمازیں اور بے روح لاشیں

علیٰ ہذا القیاس خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر بھی جس کی نماز حضور قلبی اور خشوع و خضوع سے جو نماز کا روح و خلاصہ ہے، خالی ہو تو ایسی نماز اس مردہ بدن اور ڈھانچے کی طرح ہے جو روح سے سراسر خالی ہو۔ کیا انسان اپنے جیسے مخلوق انسان کے سامنے مرا ہوا غلام یا مردہ لونڈی تحفۃً پیش کرنے سے نہیں شرمایا کرتا؟ اور کیا اسے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ جس بادشاہ یا امیر وغیرہ کے ہاں یہ تحفہ پیش کرنا چاہتا ہے اس کے صلہ میں اس کی جانب سے آفریں و شاباش اور عزت افزائی ہوگی؟ تو بس یہ بخوبی سمجھ لیجئے کہ جو نماز خشوع و خضوع اور حضور قلبی توجہ الی اللہ اور یکسوئی سے خالی ہو بعینہ وہ نماز اس مردہ غلام یا لونڈی کی طرح ہے جسے کسی بادشاہ یا امیر کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ عزوجل اسے قبول نہیں کرتا۔ اگرچہ اس نماز سے دنیوی احکام سے ایک فرض ساقط ہو جائے گا مگر ثواب نہیں ہوگا کیونکہ ثواب اسی نماز پر ملتا ہے جو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھی جائے۔ جیسا کہ سنن اور مسند امام احمد وغیرہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

إِنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ وَمَا كُتِبَ لَهٗ إِلَّا نِصْفُهَا إِلَّا ثُلُثُهَا إِلَّا رُبُعُهَا إِلَّا خُمُسُهَا حَتّٰى بَلَغَ عُشْرَهَا۔

انسان نماز پڑھتا ہے مگر اس کے نامۂ اعمال میں صرف اس کا نصف، تہائی، چوتھائی، پانچواں حصہ حتیٰ کہ بعض دفعہ دسواں سے زیادہ درج نہیں ہوتے۔

اخلاص اور تفضیل اعمال

یہاں یہ بتلا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جملہ اعمال کا یہی حال ہے اور جس قدر دل میں ایمان وخلوص، محبت اور لوازم محبت موجود ہوں گے۔ اسی تناسب سے خدا کے ہاں درجات وفضیلت اعمال میں کمی بیشی ہوگی اگر مذکورہ اوصاف کا عنصر غالب ہوگا تو اعمال بھی اعلیٰ وافضل ہوں گے یہی حال کفارہ بننے کا ہے کہ اگر اعمال خود بذاتہ کامل ہوں گے تو بطور اکمل کفارۂ سیات بنیں گے اور جس قدر ناقص ہوں گے اسی مقدار سے کفارہ ناقص ہوگا۔

کفارۂ سیئات اور دو اصولی قاعدے

یہی دو قاعدے ہیں جن کی رو سے کئی ایک اشکالات رفع ہو سکتے ہیں یعنے (۱) دل میں حقائق ایمان کے تفاضل سے اعمال میں تفاضل (۲) عمل کے نقصان وکمال کے تناسب سے کفارہ بننے میں نقصان وکمال اور انہی دو قاعدوں کی رو سے وہ اشکال بھی حل ہو سکتا ہے جو حقائق ایمانی سے ناواقف وبے بہرہ لوگوں کی جانب سے اس حدیث پر کیا جاتا ہے۔

اِنَّ صَوْمَ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ يُكَفِّرُ سَنَةً. — حج کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا اور عاشورا کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنجاتا ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ اگر ہمیشہ عرفہ وعاشورہ دونوں کے روزے رکھتا جائے تو ایک ایک سال میں تین تین سالوں کا کفارہ کیسے[۱]؟

---

[۱] سید رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جاہل مسخروں کا یہ قول بالکل اسی قسم کا ہے کہ "حجاج نے عاشورہ کے دن ظہر تک روزہ رکھا اور کباب کھایا ہی کے لئے کافی ہے" یہ تمسخر مورد اشکال سے معترض کی ناواقفیت پر بین دلیل ہے کیونکہ وہ مکفر ومکفرلہ دونوں کو مادی چیز سمجھتا ہے۔ کہ دونوں باہم مقابل وبرابر ہوں جتنی نیکیاں ہوں اتنی ہی بدیاں ہوں۔ کمی بیشی نہ ہو۔ کیونکہ جو (نیکیاں (مکفرہ) بدیوں (مکفرلہ) کا کفارہ بنکر زائد بچ رہیں گی وہ بیکار ہوں گی اور

حسنات وکفارۂ سیئات اور اسکے شرائط

بعض محدثین نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اگر اعمال کا کچھ حصہ تکفیر سیئات سے بچ رہے تو اس سے درجات بلند ہوتے ہیں مگر مقام تعجب ہے کہ انسان کو کیا معلوم شاید وہ اعمال جو کفارہ سیئات بنتے ہیں۔ اگر سب کے سب بجالائے جائیں تو وہ تمام ملکر بصورت اجتماعی کفارۂ سیئات بنتے ہوں۔

پھر اعمال کا کفارہ سیئات بننا بھی چند شرائط سے مشروط اور اس بات پر موقوف ہے

کفارہ نہیں بن سکیں گی اس لئے کہ جن گناہوں (مکفرلہ) کا نیکیوں کو کفارہ بننا ہے۔ ان کا تو وجود ہی موجود نہیں، یا اس کے برعکس نیکیاں (مکفرنہ) کم ہوں اور قابل تکفیر گناہ زائد بچ رہیں، جیسا کہ حاجی کے نصف سال کے گناہ باقی بچ رہے تو زائد گناہوں کے لئے کون چیز کفارہ بنے گی؟ غرضیکہ وہ گناہوں اور نیکیوں کو بھی مادی چیز تصور کرتا ہے۔ حالانکہ یہ تقدیرات معنویہ ہیں جو حسنات کے ذریعہ نفس سے بدیوں کا اثر زائل کرنے کے لئے مقدر ہوگئی ہیں۔ اس کی واضح تر محسوس مثال حدیث شریف میں آئی ہے جس میں پانچوں نمازوں کے گناہوں کا کفارہ بننے کو اس نہر جاری سے تشبیہ دی ہے جو کسی کے دروازہ کے سامنے سے گذرتی ہو اور وہ روزانہ پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ تھوڑی سی میل بھی باقی رہیگی؟

اس کی دیگر مثال یوں سمجھیئے کہ ایک کپڑے کے متعلق آپ کہیں کہ یہ کپڑا صابون سے تین دفعہ دھونے سے صاف ہوگا۔ دوسرے کے متعلق کہیں کہ اسے ضرور پانچ دفعہ دھویا جائے تو میل نکلنے کے بعد متبں دفعہ زیادہ دھلے گا اتنا زیادہ ہی صاف ہوگا چہ جائیکہ نیکیوں کا تو فائدہ ہی ایجابی ہوتا ہے۔ نہ سلبی مثبت ہوتا ہے نہ منفی، پہلی رونق کو کم کرنا نہیں دوبالا کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ نیکیاں جس طرح نفس کا تزکیہ کرتی ہیں اور گناہوں کی میل دھوتی ہیں۔ اسی طرح نفس کو قوت ایمانی تقوی، خدا اور رسول اور اولیاء اللہ کی محبت اور نیکیوں کی رغبت وغیرہ سے مزین وخوبصورت بنا دیتی ہیں۔ اگر نفس گناہوں سے میلا نہ ہوا ہو یا وہ میل اس قدر قلیل ہو کر چند نیکیوں سے ہی زائل ہو جائے تو باقی نیکیاں اس کی زیادہ صفائی ونظافت کا موجب ہوں گی اور چمکا دیں گی تو تُف ہے محسوسات کے ماننے والوں پر وہ اسرار دیں بلکہ اپنے نفس تک سے کس قدر بے خبر واجہل ثابت ہوئے ہیں۔

کہ عمل کے موانع داخلی و خارجی اندرونی و بیرونی سب منفی ہوں۔ اگر انسان کو یہ یقین ہو کہ اس نے کوئی عمل بشروط تمام ادا کر لیا اور ساتھ ہی جملہ موانع بھی مفقود ہوں تو اس وقت کہیں جا کر وہ کفارہ سیئات بن سکے، ورنہ بے شمار ایسے عمل نظر آتے ہیں جو اگر سرتاپا غفلت و بے توجہی سے نہیں ادا کیے جاتے تو کم از کم ان کا اکثر حصہ تو اسی غفلت بے رُخی اور بے توجہی کی نذر ہو جاتا ہے مزید برآں یہ کہ خلاص جو عمل کی جان ہے سے یکسر خالی ہوتے ہیں اور اس کے اکثر حقوق کو نہایت بیدردی سے پامال کر دیا جاتا ہے اور جو کما حقہ بجمیع حقوق ادا نہ کیے جائیں تو خود ہی بتلائیے کہ وہ کس کا کفارہ بنیں؟

مخربات اعمال

لیکن کیا انسان اپنے عمل کے متعلق پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کما حقہ اسے بجملہ حقوق ظاہری و باطنی ادا کر دیا ہے۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو کیا اس بات کی قسم دی جا سکتی ہے کہ اسے کوئی مانع نہ پیش آیا ہو جس کی رو سے وہ کفارہ بننے کے قابل ہی نہ رہا ہو۔؟ یا غرور و خود بینی کی اس میں آمیزش نہ ہو گی جو عمال کو یکسر ضائع و برباد کر کے رکھ دیتی ہے یا وہ یہ ایک معمولی سا عمل کر کے لوگوں پر اس کا احسان نہیں جِتلایا کرتا؟ یا اس ایک معمولی سے عمل کے عوض لوگوں سے عزت و تعظیم کا طالب نہیں ہوا کرتا۔؟ اچھا! وہ ایمانداری سے بتلا سکتا ہے کہ ظاہراً نہ سہی اس کا دل اور باطن بھی اس خواہش سے بالکل پاک و صاف اور مبرا ہے کہ اس عمل کے باعث اس کی تحسین و آفریں ہو؟ یا توقیر نہ کرنیوالوں سے بغض و عناد اور نفرت و عداوت نہ رکھتا ہو؟ یا کم از کم اس کے دل میں ٹھیس تک بھی نہ لگتی ہو کہ فلاں شخص نے مجھے آفریں و شاباش تک نہ کہی۔ عدم تحسین کو اپنے لئے ہتک عزت کا باعث تک نہ خیال کرتا ہو تو پھر ایسا ردی عمل کس گناہ کا کفارہ بن سکے گا؟

غرضیکہ اعمال کو خراب و برباد کرنے والی چیزیں اس قدر ہیں جو حصر و شمار سے باہر ہیں

اورعمل کرنا توکوئی بڑی بات نہیں۔ عمل کو خراب کرنے وبرباد کرنیوالی چیزوں سے محفوظ اور صحیح سالم رکھنا کارے دارد۔ دیکھئے! ریا تھوڑی سے تھوڑی کیوں نہ ہو عمل کو بالکل تہس نہس کرکے رکھدیتی ہے اوراس کی اس قدر صورتیں ہیں جن کا شمار ناممکن ہے۔

سنت سے آزادی اور بطلان عمل

الغرض اتباع سنت سے کسی عمل کا آزاد ہونا بطلان عمل کا موجب ہے، پھر دل ہی دل ہیں خدا پراس کا احسان چڑھانا یہ بھی مفسد اعمال ہے، علیٰ ہذا القیاس صدقہ دے کراس کے عوض لوگوں پر احسان چڑھانا۔ ان سے نیکی واحسان یا صلہ کی خواہش رکھنا بھی عمل کو برباد کردیتا ہے، جیساکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (بقرہ ع ۳۶)

مومنو! احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقات کو باطل مت کرو۔

اکثر لوگوں کو تو اتنا بھی پتہ نہیں کہ بعض بُرائیاں نیکیوں کو بھی برباد کرڈالتی ہیں جیسا کہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (حجرات ع ۹)

مومنو! پیغمبر خدا کی آواز سے اونچی آواز کرکے اپنے اعمال مت برباد کرو اور نہ اسے اونچی آواز سے اس طرح بلاؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو کہ بے خبری میں اپنے اعمال ہی برباد کرکے بیٹھ جاؤ۔

ضبطی اعمال کی مثالیں

دیکھئے! ایک دوسرے کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اونچی آواز سے مخاطب کرنا بربادیٔ اعمال کا موجب ہے جس سے عزوجل مومنوں کو تحذیر فرمارہے ہیں حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بالجہر مخاطب

کرلینا کوئی ارتداد ہے نہیں۔ ایک معصیت ہے جو عامل کے بیخبری و غیر شعوری میں ہی اعمال کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے. تو آپ خیال فرمائیے! جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احادیث طریقہ و ہدایت پر غیروں کے طریقہ و اقوال کو مقدم کرے یا ترجیح دے تو کیا اس نے جہالت و بیخبری میں اپنے اعمال کو تباہ و برباد نہیں کر ڈالا؟

حبط اعمال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دیگر ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے

ارشاد ہے:۔

مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ[1] جس نے عصر کی نماز نہ پڑھی اسکے عمل ضبط ہو گئے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ام المومنین عائشہؓ نے بیع عینہ[2] کے موقعہ پر جو ارشاد فرمایا تھا اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ آپنے فرمایا تھا۔

إِنَّهٗ قَدْ اَبْطَلَ جِهَادَهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ (بیہقی) اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملکر جو جہاد کئے تھے وہ بھی برباد کر لئے مگر یہ کہ توبہ کرے۔

حالانکہ بیع عینہ ارتداد کی قسم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک معصیت ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ بیع معصیت ہے۔

لہذا جو چیزیں عمل کو فوراً یا بعد از وقوع خراب و برباد کر دیتی ہیں۔ ان کا کھوج نکالنا ان کا ایک ایک گوشہ چھان ڈالنا۔ اور ان کے ہر پہلو سے واقف ہونا انسان کا اہم فریضہ ہے اسی طرح دل میں جذبہ عمل کا ہونا اور عمل کو ہر طرح محفوظ و مصئون رکھنا ازحد ضروری ہے۔ ایک اثر معروف میں آیا ہے۔

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ سِرًّا لَا يَطَّلِعُ کہ بعض دفعہ انسان خفیہ طور پر نیکی کرتا ہے جسے

---

[1] بخاری و مسلم از بریدہ رضی اللہ عنہ ۱۲ — [2] بیع عینہ یہ ہے کہ کسی کو کوئی چیز ادھار دے کر وہی چیز قیمت لینے سے پہلے نقدا پہلی قیمت سے کم قیمت پر خرید لے ۱۲

عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَيَتَحَدَّثُ بِهٖ فَيَنْتَقِلُ مِنْ دِيْوَانِ السِّرِّ اِلٰى دِيْوَانِ الْعَلَانِيَةِ ثُمَّ يَصِيْرُ فِيْ ذٰلِكَ الدِّيْوَانِ عَلٰى حَسْبِ الْعَلَانِيَةِ[1] فَاِنْ تَحَدَّثَ بِهٖ لِلسُّمْعَةِ وَطَلَبِ الْجَاهِ وَالْمَنْزِلَةِ عِنْدَ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَبْطَلَهٗ كَمَا لَوْ فَعَلَهٗ لِذٰلِكَ

خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں ہوتی، لیکن اسکے منہ سے کہیں اس کا تذکرہ نکل جاتا ہے تو اب وہ خفیہ نہیں رہا بلکہ دوسروں کے کانوں تک پہنچ کر علانیہ کے درجے میں آگیا جہاں اس کے مختلف مدارج ہوتے ہیں اگر اس نے ریا وسمعہ اور غیر اللہ سے طلب جاہ و منزلت کے لئے اسکا تذکرہ کیا ہو تو وہ عمل باطل ہوجاتا ہے جیسے اسی غرض سے کیا ہوا برباد ہوجاتا ہے۔

---

[1] امام منذریؒ ابودرداءؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْاِبْقَاءَ عَلَى الْعَمَلِ اَشَدُّ مِنَ الْعَمَلِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُكْتَبُ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ مَعْمُوْلٌ بِهٖ فِي السِّرِّ يُضَعَّفُ لَهٗ اَجْرُهٗ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا فَلَا يَزَالُ بِهِ الشَّيْطَانُ حَتّٰى يَذْكُرَهٗ لِلنَّاسِ وَيُعْلِنَهٗ فَيُكْتَبُ عَلَانِيَةً وَيُمْحٰى تَضْعِيْفُ اَجْرِهٖ كُلِّهٖ۔ ثُمَّ لَا يَزَالُ بِهِ الشَّيْطَانُ حَتّٰى يَذْكُرَهٗ لِلنَّاسِ الثَّانِيَةَ وَيُحِبُّ اَنْ يُذْكَرَ بِهٖ وَيُحْمَدَ عَلَيْهِ فَيُمْحٰى مِنَ الْعَلَانِيَةِ وَيُكْتَبُ رِيَاءً۔ فَاتَّقَى اللّٰهَ امْرُءٌ صَانَ دِيْنَهٗ وَاِنَّ الرِّيَاءَ شِرْكٌ

عمل کرنے کی نسبت عمل کی حفاظت کرنا زیادہ مشکل ہے بعض دفعہ آدمی خفیہ طور پر کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے لئے نامۂ اعمال میں عمل صالح درج ہوجاتا ہے اور ستر درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تو شیطان لوگوں میں آہستہ آہستہ مشہور کرکے اسے علانیہ بنا دیتا ہے تو خفیہ کے بجائے اعمال علانیہ کی فہرست میں درج ہوجاتا ہے اور وہ زائد ثواب کے ستر حصے محو ہوجاتے ہیں صرف اس عمل کا ثواب باقی رہ جاتا ہے پھر دوبارہ اس کے پیچھے شیطان لگ جاتا ہے۔ حتی کہ دوبارہ اسے یاد دلاتا ہے اور اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عمل لوگوں میں مشہور ہوکر اسکی تعریف ہو تو وہ ایسا کرنے لگتا ہے حتی کہ علانیہ کے درجہ سے محو

ضبط شدہ اعمال کا ثواب توبہ سے وہی واپس ملتا ہے یا جدید؟

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس عمل کا ثواب دوبارہ لوٹ کر اُسے مل سکے گا۔ یا اس ثواب کا وجود باطل اور فنا ہو جانے کے باعث دوبارہ واپس ملنے کی کوئی توقع نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اس نے غیر اللہ کے لئے کیا ہے اور نیت قلبی بھی یہی ہے۔ تو وہ توبہ سے نیکی نہیں بن سکتا۔ البتہ توبہ کے باعث اسے عذاب نہ ہوگا اس صورت میں نہ اسے اسکا ثواب ہوا نہ عذاب۔ اور اگر اس نے محض خالصاً لوجہ اللہ کیا بعد ازاں اس کے دل میں قدرے عجب و غرور پیدا ہو گیا یا اس کے منہ سے اس کا تذکرہ نکل گیا پھر اس نے توبہ کر لی اور نادم و شرمسار ہوا تو اس کا وہی ثواب اسے دوبارہ مل جائے گا۔ ضبط اور ضائع نہیں ہوگا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ پہلا ثواب اسے نہیں ملتا بلکہ از سر نو ثواب ملے گا۔

محض مرتد ہوتے ہی عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا شرط ہے؟

حقیقت میں اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر ہے کہ محض ارتداد سے ہی عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا بھی اس کے لئے شرط ہے؟ اس کے متعلق دو قول مشہور ہیں اور یہی دونوں روایتیں امام احمد سے مروی ہیں (۱) اگر یہ کہیں کہ نفس ارتداد سے ہی باطل و ضبط ہو جاتے تو جب مسلمان ہو جائے گا اسوقت وہ قبل از اسلام کے سابقہ اعمال اسے از سر نو باطل کریں گے (۲) اور اگر یہ کہیں کہ ارتداد پر مرنا شرط ہے تو اس صورت جب دوبارہ مسلمان

ہو کر ریا کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ ثواب کی بجائے انسان عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے لہٰذا زیادہ متقی وہ شخص ہے جو اپنے دین کو ریا سے محفوظ رکھے کیونکہ ریا شرک ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث افراد بقیہ بن ولید کی اپنے اساتذہ سے منفرد روایت ہے۔ حافظ منذری نے کہا کہ میں اسے موقوف خیال کرتا ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

ہوگا۔ اسی وقت اس کا ثواب واپس لوٹ آئے گا علی ہذا القیاس اسی اصول کی رو سے یہ مسئلہ بھی حل ہو سکے گا کہ اگر نیکی کے بعد انسان سے کوئی ایسی برائی سرزد ہو جائے جس سے وہ نیکی خبط ہو جائے بعد ازاں اس برائی کے بعد وہ توبہ کرلے تو سابقہ نیکی کا ثواب ہی اسے واپس ملے گا یا ثواب جدید؟

مسئلہ مذکور اور مصنف کی تحقیق

غرضیکہ اس مسئلہ کے متعلق میرے (ابن قیم کے) دل میں ایک کھٹکا سا لگا رہا اور مجھے اسکی صحیح صورت معلوم کرنے کی خواہش رہی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کے متعلق کسی شخص نے کچھ تسلی بخش نہیں بیان کیا۔

نیکیوں اور برائیوں کی چپقلش

اور جو میرے ذہن میں آیا واللہ اعلم خدا کی توفیق اور امداد سے جواب یہ ہے کہ نیکیوں اور برائیوں میں ہمیشہ جنگ چھڑی رہتی ہے۔ اور دونوں ایک دوسری کو پچھاڑتی رہتی ہیں حتیٰ کہ جو فریق غالب آجائے اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے اور فریق ثانی مغلوب و شکست خوردہ ہونے کے باعث کالعدم کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جب نیکیاں زیادہ ہو جائیں تو برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں۔ بعد ازاں جب انسان توبہ بھی کرلیتا ہے۔ تو اس پر اور زیادہ نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی کثیر مقدار تک پہنچ جاتی ہیں کہ جو نیکیاں برائیوں نے مٹا ڈالی تھیں ان سے بھی بڑھ جاتی ہیں، پھر جب توبہ نصوح اور صحیح پختہ ارادے اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو تو اس کی برائیوں کو جلا کر اس طرح کر دیتی ہیں۔ گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔

فَاِنَّ التَّائِبَ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ [1] — کیونکہ گناہوں سے توبہ کرنیوالا شخص یوں پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

---

[1] اسے ابن ماجہ نے سنن میں۔ طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً ابن مسعود سے روایت کیا ہے

اس کی تائید حکیم بن حزام کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپنے زمانہ شرک و جاہلیت کے نیک کاموں، صلہ رحمیوں اور عتق وغیرہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ان پر بھی ثواب ملے گا؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

اَسْلَمْتَ عَلٰی مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ ۲؎ قبل از اسلام کی سابقہ نیکیاں بھی تجھے ملیں گی۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ جو نیکیاں بوجہ شرک باطل ہو چکی ہوں اسلام ان کا ثواب واپس لوٹا دیتا ہے پھر جب انسان شرک سے توبہ کرے تو اس کی سابقہ نیکیوں کا ثواب اسے واپس مل جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جب انسان صدق دل سے خالص اور پختہ توبہ یعنی توبۃ النصوح کر لیتا ہے تو ایسی توبہ تمام برائیوں کو خاک سیاہ کر کے تمام نیکیوں کا ثواب دوبارہ واپس لوٹا دیتی ہے۔

ایک تمثیل سے مسئلہ مذکور کی مزید وضاحت

ایک دوسرے طریقہ سے اس کی وضاحت یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح بعض امراض بدنی ہوتے ہیں اسی طرح بعض قلبی ہوتے ہیں مثلاً جیسے بخار اور درد بدنی امراض ہوتے ہیں اسی طرح گناہ اور برائیاں قلبی بیماریاں ہوتی ہیں اور جب مریض بیماری سے بالکل تندرست ہو جائے تو سابقہ تمام قوتیں عود کر آتی ہیں بلکہ وہ پہلے سے بھی کئی گنا طاقتور ہو کر یوں معلوم ہوتا ہے گویا آج تک وہ شائد بیمار و کمزور اور لاغر ہی نہیں ہوا تھا، تو خیر! اس مثال میں آپ قوت سابقہ کو بمنزلہ حسنات۔ مرض کو بمنزلہ گناہ اور صحت و عافیت کو توبہ کے قائم مقام تصور کر لیجئے پھر یہ بھی بخوبی سمجھ لیجئے کہ مریض مختلف الطبیعت ہوتے ہیں مثلاً (۱) بعض مریض ضعف

مقاصد حسنہ میں سخاوی فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ ہمارے استاد (حافظ ابن حجرؒ) نے بوجہ شواہد اسے حسن قرار دیا ہے اور یہ حدیث کئی ایک طرق سے مروی ہے جو تمام ضعیف ہیں۔

۲؎ اسے احمد، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ۱۲

عافیت کے باعث کبھی شفایاب نہیں ہو سکتے (۲) بعض کی طبیعت میں چونکہ قوت مدافعت اور مقابلۂ مرض کے اسباب اور پہلے سے بہتر حالت ہونے کی بدن میں صلاحیت موجود ہوتی ہے اس لئے وہ پہلے کی طرح دوبارہ تندرست ہو جاتے ہیں (۳) اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو پہلے سے بھی زیادہ تندرست، توانا و طاقتور ہو کر طبیعت میں پہلے سے بھی زیادہ نشاط و بشاشت پاتے ہیں کیونکہ ان کی طبیعت میں صحت و عافیت کے اس قدر قوی اسباب موجود ہوتے ہیں جو کمزوری و بیماری کے اسباب کو ایک منٹ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دے سکتے حتیٰ کہ بعض دفعہ مریض کے لئے خود اس کا مرض ہی صحت کا موجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے، ؎

لَعَلَّ عَتَبَکَ مَحْمُوْدٌ عَوَاقِبُہٗ وَرُبَّمَا صَحَّتِ الْاَجْسَامُ بِالْعِلَلِ

شاید تیرا عتاب ہی محمود العاقبت ثابت ہو اور بعض اوقات بیماری ہی جسم کیلئے صحت کا باعث ہوتی ہے

بعینہ اسی طرح توبہ کے بعد انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ کوئی پہلے درجے میں کوئی دوسرے میں اور کوئی تیسرے میں

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لَآ اِلٰہَ غَیْرُہٗ وَلَا رَبَّ سِوَاہُ

فصل

تعظیم مناہی کی علامات

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ خداتعالیٰ کے احکام امتناعی کی عظمت و ہیبت اور امور ممنوعہ سے اجتناب کی علامات کیا ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی علامات بے شمار ہیں مثلاً امور ممنوعہ کے نہ صرف دواعی اسباب سے دور رہنا بلکہ ہر اس وسیلہ و ذریعہ کو ترک کر دینا جن کے ذریعہ ممنوعات الٰہی کے ارتکاب

یا کم از کم قریب ہونے کا شائبہ تک موجود ہو، تعظیم مناہی کی بین دلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی تصویر دار مکان (تھیٹر وغیرہ جہاں ارتکاب معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے) سے اس بنا پر دور رہے کہ مبادا وہ بھی کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائے علی ہذا القیاس بے حرج کو اس خطرہ سے ترک کر دینا کہ مبادا کہیں وہ با حرج میں داخلہ کا موجب نہ ہو یا ایک بے ضرورت مباح سے اس لئے اجتناب کرنا کہ وہ ارتکاب مکروہ کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو۔ علی ہذا القیاس ہر ایسے شخص سے دور رہنا جو ممنوعات خداوندی کا علانیہ ارتکاب کرتا ہو اس کی تحسین و توصیف کرتا ہو۔ اس کی طرف دعوت دیتا ہو، اس کا پروپیگنڈا کرتا ہو بلکہ وہ امتناعی امر کو پرِکاہ کے برابر بھی نہ سمجھتے ہوئے بے دھڑک اس کو استعمال کرتا ہو ممنوعات الہیہ کی عظمت وہیبت کی بہت بڑی علامت ہے کیونکہ ایسے شخص سے میل جول رکھنا اور اختلاط کرنا بھی غضب الٰہی وقہر خداوندی کا ذریعہ ہے ایسے آدمی سے تو وہی شخص میل جول رکھ سکتا ہے جس کے دل سے خدائے ذوالجلال نیز اس کی حرام و منع کردہ چیزوں کی عظمت وہیبت اٹھ چکی ہو۔

تعظیم نہی کی علامات

دوسرا سوال ہے کہ تعظیم نہی کی علامات کیا ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ محارم الٰہی کی بے حرمتی ہوتے دیکھ کر غضب آلود ہو جانا اور خداوند قدوس کی زمین پر خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام کے قیام سے سراسر انحراف ہوتا دیکھ کر شکستہ دل اور رنج و اندوہ سے لبریز ہو جانا جب کہ اسے ایسی صورت کو بدل ڈالنے کی طاقت نہ ہو تعظیم نہی کی واضح علامت ہے۔

ادائے امر و نہی میں سستی

غرضیکہ امر و نہی کی تعظیم و عظمت کی علامت یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی سے جب کسی کام کو کرنے کا حکم صادر ہو تو فوراً تیار ہو جائے یا کسی چیز کے متعلق امتناعی حکم نافذ ہو تو فوراً رک جائے۔ رخصت و معافی کا بہانہ اور آڑ نہ تلاش کرے اور اگر کہیں کسی معاملہ میں کسی وقت شرع شریف

سے رخصت ملتی ہو تو یہ نہ ہو کہ خود بدعمل ہو کر دوسروں کے لئے بدعملی کا نمونہ ثابت ہو۔ یا رخصت کو دیکھکر اس قدر سُست و بدعمل ہو جائے کہ اگر کسی کو کسی وقت کسی ضرورت میں رخصت ملی بھی ہو تو وہ اس بدعمل کی بدعملی کو اسوہ بنا کر وقتی رخصت کو بے موقعہ و بے ضرورت استعمال کرنے لگ جائے اور جادۂ اعتدال سے یکسر منحرف ہو جائے۔

ابرادِ ظہر کی رُخصت کا غلط استعمال

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ شدت کی گرمی میں ظہر کے متعلق حدیث میں ابراد[1] کی رخصت آئی ہے تو اس رخصت کا مفاد یہ نہیں کہ ابراد کرتے کرتے نماز کا وقت ہی نکل جائے یا قریب الخروج تک پہنچ جائے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو یہ "مترخص جافی" ہے یعنی رخصت میں حد سے زیادہ سُستی و نرمی کرتے ہوئے اس کا غلط استعمال کرتا ہے۔

ابراد کی حکمت؛

اور اس رخصت میں یہ حکمت ہے کہ شدت گرمی کے باعث انسان پوری طرح حضور قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا نہیں کرسکتا۔ اور ایک عبادت کو بددلی اور جبر و اکراہ سے ادا کرتا ہے اس لئے شارع علیہ السلام کی یہ دانائی اور حکمت تھی کہ حرارت کی شدت ٹوٹنے تک تاخیر ظہر کا حکم صادر فرمایا کہ انسان حضور قلبی اور اطمینان سے نماز ادا کر سکے اور نماز کا اصل مقصود یعنی خشوع و خضوع اور توجہ الی اللہ نہ فوت ہو جائے۔

کھانا حاضر ہونے اور قضاءِ حاجت کے موقعہ پر نماز منع ہونے میں حکمت

اسی طرح نبی کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا حاضر ہونے

[1] بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ سخت گرمی میں ظہر کو قدرے تاخیر سے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کا جوش ہے ۱۲۔ اللہم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہ

اور پیشاب و پاخانہ کی سخت حاجت لاحق ہونے ..... کے موقع پر نماز پڑھنے سے منع[1] فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر طبیعت میں تشویش سی ہوتی ہے۔ دل غیر حاضر ہوتا ہے اور نماز کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کی تو دانشمندی ہو گی کہ پہلے اس کام کی طرف متوجہ ہو پھر فارغ القلب اور مطمئن ہو کر نماز ادا کرے۔ ایسی صورت میں اگر وہ نماز ادا کریگا تو اس کا دل بالکل خدا تعالیٰ کی طرف حاضر ہو گا اس کی تمام تر توجہ خدائے قدوس کی طرف ہو گی اور اور اس کا ایک ایک عضو متوجہ الی اللہ ہو گا۔ تو اس قسم کی دو رکعتیں ہی اس کے لئے سابقہ گناہوں کی معافی کا باعث ہو سکیں گی۔ اس مثال سے بھی یہ بتلانا مقصود ہے کہ رخصت تاخیر کی آڑ لے کر وقتِ نماز ہی گذار دینا۔ رخصت کا غلط استعمال ہو گا۔ اور اس کے عمل سے خود بخود ظاہر ہو گا کہ ایسے شخص کے دل میں تعظیم امر و نہی کا کس قدر جذبہ موجزن ہے؟

جمع بین الصلوتین کی حکمت اور اس کا غلط استعمال

علی ہذا القیاس جمع بین الصلوتین کو لے لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے وقت مسافر کو جمع بین الصلوتین کی رخصت دی ہے۔ کیونکہ اثنائے سفر میں سواری سے اترنا متعذر نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہوتا ہے اور پھر لگاتار سفر کو جاری رکھتے ہوئے ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا بھی مشکل ہے لہذا کسی منزل میں جب دو تین روز یا ایک دن کے لئے ہی قیام اور پڑاؤ کا موقعہ ہو تو وہاں جمع بین الصلوتین کا کوئی موجب نہیں کیونکہ وہ اس وقت ہر نماز اپنے اپنے وقت میں بلا مشقت

---

[1] مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سُنا کہ لا صلوۃ بحضرۃ طعام ولا وھو یدافعہ الاخبثان یعنے طعام حاضر ہو اور پیشاب و پاخانہ کی شدید حاجت کے موقعہ پر نماز نہیں ہوتی ۱۲

ادا کر سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ جمع بین الصلوتین کرنا طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوگا۔ جیسا کہ اکثر اصحاب سفر کا خیال ہوتا ہے کہ سفر میں دو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ہی سنت ہے خواہ عذر موجود ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ قصر کرنا طریقہ نبوی ہے اور جمع بین الصلوتین ایک عارضی رخصت ہے۔ لہٰذا مسافر کے لئے چار رکعتوں کو دو پڑھنا یعنی قصر کرنا تو سنت ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔ مگر جمع بین الصلوتین ایک وقتی حاجت و رخصت ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں فرق ہے اُس کی صورت اور ہے، اس کی اور۔

شرعی رخصتوں کے غلط استعمال کی دیگر مثال

رخصت کی ایک دیگر مثال سُنئے، کہ سیر ہو کر کھانا کی رخصت ہے، اور یہ کوئی حرام امر نہیں۔ اب رخصت رخصت کر کے یہ مناسب نہیں کہ انسان کھاتے کھاتے اتنا ظلم ڈھائے کہ ناک کے نتھنوں تک بھر کر بیمار ہو جائے اور لگے چورن ڈھونڈھنے اور ہر وقت اسے کھانے سے پہلے بھی اور پیچھے بھی پیٹ ہی کی فکر ہو۔ اس بھلے مانس کو چاہیئے کہ کبھی سیر شکم ہو تو کبھی بھوکا بھی رہے اور کھاتے وقت اشتہا باقی ہوتے ہوئے کھانا ترک کر دے۔ خود آنحضرت صلعم نے طعام کی مقدار اور اس کا اندازہ بتلا دیا ہے

ثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَ تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے

ثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ [1] اور تہائی سانس لینے کے لئے۔

لہٰذا تینوں حصوں کو وقف طعام ہی نہیں کر دینا چاہیئے۔

یہ تشریحات امر و نہی کی ادائیگی میں نرمی و سُستی اور بدعملی کے متعلق تھیں۔ اب تشدید و غلو کی صورت ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] اسے ترمذی، ابن ماجہ، اور ابن حبان نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن کہا ۱۲

امر ونہی میں غلو کی ممانعت

امر ونہی میں تشدید وغلو کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک وسواسی شخص وضو کرتے کرتے نماز کا وقت گذار دے یا بار بار تکبیر تحریمہ کہتے کہتے اتنا وقت گذار دے کہ امام کے ساتھ سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکے یا وہ رکعت ہی اس سے فوت ہونے لگے یا اتنا صوفی و پرہیزگار بنا پھرے کہ عام مسلمانوں کا طعام کھانا ہی ترک کر دے کہ مبادا اس کے اندر حرام ومشتبہ مال چلا جائے اور بعض علم سے کورے اور جاہل صوفیہ وزہاد پر تو اس بیہودہ ورع وپرہیزگاری کا جنون اس قدر سوار ہوا کہ اسلامی شہروں کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز تک کو حرام ومشتبہ سمجھکر ٹال دیتے۔ اور نہ کھاتے مگر عیسائی شہروں سے آئی ہوئی چیزوں کو حلال وطیب جان کر ڈکار جاتے اور قصداً عیسائی شہروں سے کھانے کی چیزیں (بسکٹ وغیرہ) منگواتے تو دیکھئے ان جاہل صوفیوں کو جہل مفرط اور غالیانہ زہد نے ہی اہل اسلام سے بدظن کر دیا اور عیسائیوں کے حق میں حسن ظنی و خوش فہمی کا بیج بو دیا۔ العوذ باللہ۔

تو تعظیم امر ونہی کی حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ بے ضرورت کی رخصتوں سے ٹکرائیں اور نہ ہی ان میں تشدد وغلو ہو۔ کیونکہ امر ونہی سے اصل مقصود تو ہے صراط مستقیم جو اس پہ چلنے والے کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

شیطان کے دو داؤ:- افراط وتفریط

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر امر الٰہی کے متعلق شیطان دو قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ اوّل تقصیر وتفریط دوم غلو وافراط جس حربہ سے بھی اسے انسان پر کچھ کامیابی کے آثار نظر آرہے ہوں۔ اس پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے پہلے قلب انسانی کا گوشہ گوشہ ٹٹول کر جائزہ لیتا ہے کہ اس میں تفریط کا عنصر غالب ہے یا افراط کا اگر اس میں لچک نرمی سستی دکمزوری اور رخصت پسندی نظر آئے۔ تو اسی ذریعہ سے پھانس کر اسے امر الٰہی کی ادائیگی سے بالکل

بزدل بنا کر بٹھا دیتا ہے اور اس کے ایک ایک عضو پر ڈھیلا پن اور سستی و کاہلی کے قفل جڑ جڑ کر اس پر طرح طرح کی تاویلات کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی گوناگوں رحمتوں کی امیدوں کے سبز باغ دکھا دکھا کر اسے مغرور کر دیتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات اس حربہ کا اثر اس قدر ہوتا ہے کہ انسان جملہ مامورات الٰہیہ کا تارک ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس بعض انسان جوشیلے، جلد باز، ہوشیار و چالاک اور ہر کام کر گذرنے والے ہوتے ہیں۔ جن سے بزدلی کی توقع نہیں اور نہ بزدل بنائے بغیر ان سے کام نکلتا ہے اسلئے ان کو مزید جوش دلا کر حد سے زیادہ جدوجہد اور کوشش کی ترغیب دے کر پھنساتا ہے کہ میاں حقیر سا عمل تجھے کافی نہیں۔ تجھے اس سے کئی گنا زیادہ عمل کی طاقت ہے اور دوسروں سے بڑھ چڑھ کر تجھے نیکی کرنا چاہیئے۔ مزہ تو جب ہے کہ جب وہ سو جائیں تو تم اسوقت بھی ہوشیار بیدار رہو۔ وہ روزہ افطار کریں تو تم مت افطار کرو۔ وہ عمل کرتے سست پڑجائیں تو تم سستی کو قریب تک نہ آنے دو۔ دوسرے تین بار ہاتھ منہ دھوویں تو تم سات دفعہ دھوؤ۔ اور جب باقی لوگ وضو کر کے نماز پڑھیں تو تم نہا کر پڑھا کرو۔ وغیرہ وغیرہ

غرضیکہ شیطان ہر وقت اسے اسی طرح افراط و غلو کی ترغیب دیتا اور صراط مستقیم کی حدود کو پھاند جانے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کو تقصیر و تفریط اور سستی و نرمی بلکہ بدعملی پر ابھارتا رہتا ہے اور اصل غرض دونوں کو صراط مستقیم سے دور رکھنا ہوتا ہے پہلے کو صراط مستقیم سے چار قدم پیچھے ہٹا کر اور دوسرے کو چار قدم آگے بڑھا کر۔ اور یہی شیطان کی سب سے بڑی فریب کارانہ چال ہے جس میں اکثر لوگ پھنس کر رہ گئے اور جس سے بچنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ انسان کے پاس علم راسخ ہو۔ قوت ایمانی ہو۔ شیطانی ہتھکنڈوں سے مقابلہ کی طاقت و جرارت موجود ہو اور مزید براں افراط و تفریط کی راہ سے بچ کر درمیانی راہ پر مضبوطی کیساتھ جم جائے تو پھر دیکھئے عزوجل کی اعانت کس طرح دستگیری کرتی ہے۔ واللہ المستعان۔

امر ونہی کی علت وحکمت شرعی کا علم مزید انقیاد کا باعث ہونا چاہیئے

تعظیم امر ونہی کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ انسان کسی امر کو کسی ایسی علت پر محمول کرنا ترک کر دے جو امر الٰہی کے متعلق ضعف انقیاد اور عدم تسلیم کا باعث ہو بلکہ ارشاد خداوندی ملتے ہی اسے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔ خواہ اس کی حکمت کا علم ہو یا نہ۔ اگر اس نہی کی حکمت شرعی کا پتہ چل جائے تو اسے مزید انقیاد و تسلیم اور اطاعت کا موجب ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ وہ زندقہ و الحاد اور بے دینی کا باعث ہو جیسا کہ اکثر زندیق فقیروں اور جعلی صوفیوں کے لئے زندقہ و الحاد کا باعث ہوئی کیونکہ عزوجل نے پانچ نمازیں شروع فرمائی ہیں تو اس لئے کہ ذکر الٰہی ہمیشہ قائم و دائم رہے اور دل، زبان، اور اعضاء و جوارح تمام اپنی اپنی جگہ اپنا اپنا مقرر شدہ وظیفۂ عبودیت ادا کرتے رہیں۔ جس کے لئے انسان پیدا ہوا۔ تو گویا نماز، عبودیت کے اکمل ترین مراتب پر وضع ہوئی جس سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہیں۔

ایمان واخلاص اور غفلت وشہوت کا مرکب انسان

اس کی وجہ یہ ہے کہ عزوجل نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات قرار دے کر جملہ کائنات سے چن لیا۔ پھر اس کے دل کو ایمان و توحید اخلاص و محبت، حیاء و تعظیم اور خوف الٰہی کا گنج گراں مایہ بنایا۔ اور پھر ان پر عملدرآمد سے اس کا ثواب بھی سب سے زیادہ افضل و اکمل یعنی دیدار الٰہی رضوان خداوندی اور جنت میں خداوند تعالیٰ کا قرب تجویز فرمایا پھر اسے آزاد نہیں رکھا بلکہ اس میں امتحان کے لئے غفلت وشہوت اور غفلت و نسیان کا مادہ رکھدیا اور ساتھ ہی ایک انتھک دشمن (ابلیس) کو پیچھے لگا دیا۔ جو اس کے نفس طبعی وانسانی دروازوں سے داخل ہوتا ہے اور چونکہ نفسانی خواہشات کے ذرائع کو کام میں لاتا ہے جو خود نفس انسانی کو محبوب و پسند تر ہوتے

ہیں۔ اس لئے وہ خود بخود اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں شیطان انسان کا اپنا نفس اور اس کی خواہشات تینوں متفق ہو کر اس ایک پر مسلط و حکمران ہو جاتی ہیں اور اپنے اپنے کام کے لئے اعضاءٔ و جوارح کو استعمال کرتی ہیں جو پہلے ہی ایک مطیع و منقاد آلہ ہے اس لئے اسے اٹھتے ہی بنتی ہے غرضیکہ اسی طرح وہ اعضاء و جوارح کو استعمال کرتی رہتی ہیں اور اسے جدھر مروڑیں اور جو کام لینا چاہیں، وہ ہاتھ بندھے غلام کی طرح کام دیتے ہیں۔ یہ تو تھا انسانی حالت کا مقتضا۔ اب رحمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ جو لشکر اس کی ہلاکت کے درپے تھا اس کے مقابلہ کے لئے دیگر لشکر اور دیگر امداد سے اس کی اعانت کی یعنی اس کی طرف رسول بھیجے۔ اس کی خاطر کتاب نازل فرمائی۔ پھر ساتھ ہی ایک طاقتور اور بزرگ فرشتہ سے اسکی امداد فرمائی جو اس کے ازلی دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ جب شیطان اس کو شیطنت کی ترغیب دیتا ہے۔ تو وہ امر الٰہی کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور دشمن کی پیروی میں جو جو نقصانات و ہلاکتیں ہوتی ہیں وہ ایک ایک کر کے اس کے سامنے واضح کرتا ہے۔ غرضیکہ وہ بدی کی ترغیب دیتا ہے۔ تو وہ نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔ رہا شیطان سے محفوظ و مصئون رہنا تو یہ خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہی منصور اور محفوظ ہوگا جس کی خود عزوجل نصرت و حمایت فرمائیں۔

نفسِ امّارہ و نفسِ مطمئنّہ

پھر نفس امارہ کے مقابل عزوجل نے اسے نفس مطمئنہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ جب نفس امارہ برائی کی دعوت دیتا ہے تو نفس مطمئنہ اسے منع کرتا ہے اور جب نفس امارہ نیکی سے روکتا ہے تو نفس مطمئنہ اس کی دعوت دیتا ہے۔ اور انسان ہے جو کبھی نفس مطمئنہ کی پیروی کرتا ہے تو کبھی نفس امارہ کی اطاعت کر گزرتا ہے اور جس کی زیادہ اطاعت گذاری کرے وہی غالب اور دوسرا مغلوب رہتا ہے اور بعض دفعہ تو ان دونوں میں سے ایک اس قدر مغلوب و مقہور ہو جاتا ہے کہ بالکلیہ ہمیشہ کیلئے کالمعدوم ہو کر کبھی دوسرے کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔

خواہشاتِ نفسانی اور عقل و نورِ ایمانی

پھر عزوجل نے شیطان اور نفس امارہ کی اطاعت پر برانگیختہ کرنیوالی خواہشات کے مقابل عقل و بصیرت اور نورِ ایمانی عطا فرمایا ہے۔ جو اسے خواہشات کی پیروی سے منع کرتا ہے۔ اور انسان جب بھی خواہشات کی ہوس پوری کرنا چاہتا ہے تو عقل و بصیرت اور نورِ ایمانی اسے زور سے آواز دیتے ہیں کہ خبردار! بچنا اس سے دور رہنا۔ دیکھ! تیرے سامنے سراسر ہلاکت و بربادیوں کا طوفان بپا ہے۔ اگر ہماری رائے کے برخلاف ایک قدم بھی اُٹھاؤ گے تو ڈاکوؤں اور راہزنوں کا شکار بنو گے۔ اب حضرت انسان ہے کہ کبھی ناصح کی نصیحت پر کاربند ہونے سے رشد و ہدایت پاکر طرح طرح کی بھلائی جمع کر لیتا ہے تو کبھی راہنما سے خواہشات کے پیچھے اُٹھ گیا ہے۔ اور ڈاکوؤں کے اڈے چڑھ کر جب اپنے مال و اسباب بلکہ اپنے جسم کے چیتھڑوں تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ تو سر منڈا کر خود ہی شیشہ دیکھکر پوچھتا ہے کہ بڑے میاں کہاں سے آئے؟ حالانکہ تعجب تو اس پر آتا ہے کہ اس کو خوب پتہ ہو کہ کہاں سے آیا اور کہاں کس راستے، کس مقام پر، لوٹ کھسوٹ اور اس کی خاطر تواضع ہوئی؟ مگر پھر وہ ہے کہ اسی راستے بھاگ دوڑتا ہے، اور اس کو چھوڑتا نہیں، کیونکہ راہبر خواہشات کا اس پر جادو چل چکا ہے اور ہوس نے پوری طرح اس پر قابض و حکمران ہو کر مغلوب کر رکھا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ اس کی مخالفت کر کے اسے کمزور کرتا، وہ خواہش پرستی کی دعوت دیتا تو اسے دھتکار دیتا اور جب اس پر تسلط جمانا چاہتا تو لڑ کر اس کا تمام تسلط توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ لیکن یہاں کیا کیا جائے جب کہ اس نے خود اپنا نفس اس کے حوالے کر دیا ہو۔ اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیا ہو تو اس کی مثال بعینہ اس شخص کی سی ہے جو اپنے نفس کو دشمن کے سپرد کر دے اور جب وہ مار مار کر حلیہ بگاڑ دے تو لگے زور سے شور و داویلا کرنے۔ مگر اس کی کوئی نہ سنے۔ بعینہ یہی مثال حضرت انسان پر صادق آتی ہے کہ پہلے وہ شیطان، خواہشات اور

نفس امارہ کا خود اسیر ہو لیتا ہے پھر نکلنا چاہتا ہے مگر نکل نہیں سکتا ۔

اغواء شیطانی و فضل رحمانی

غرضیکہ جب انسان طرح طرح کے امتحانات میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی بیشمار لاؤ لشکر، فوجیں، اور قلعے دے کر امداد کی جاتی ہیں اور اسے کہدیا جاتا ہے کہ میاں! لیجیئے یہ لشکر موجود ہیں جسقدر ان میں سے لینا چاہتے ہیں لے کر اپنے دشمن سے خوب ڈٹ کر جہاد کیجیئے اور پھر یہ قلعے بھی موجود ہیں جس کے ذریعے اپنی حفاظت و بچاؤ کر سکتے ہیں کیجیئے مگر یاد رکھئے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں اس کے لیئے بھی جلد از جلد توشۂ آخرت جمع کر لیجیئے اور اس کے لئے بالکل تھوڑا سا ٹائم دیا گیا ہے۔

اور مرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے کہ معاملہ بالکل قریب سر پہ موجود اور تیاری کیلئے بالکل تھوڑی سی مہلت دی گئی ہے اپنے کو یوں تصور کیجیئے گویا بہت بڑے شہنشاہ کے ہاں جارہا ہے جس نے اپنے پیغام بر اور خدام و نوکر بھیجدیئے ہیں کہ تجھے اپنے اصلی گھر میں منتقل کر لائیں اور اب تو گویا جہاد کی تمام کلفتوں سے بے فکر اور باآرام ہو چکا ہے اور تجھ کو دشمن سے بچا کر دار الکرامۃ یعنی باعزت مقام (جنت) میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں آپ من مانی خوشیاں کر رہے ہیں کیونکہ تیرے دشمن کو سخت تر قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔ دیکھئے جس قید خانے میں وہ تجھ کو اسیر کرنا چاہتا ہے ہم نے اسی میں اسے جکڑ کر اوپر سے قفل لگا دیئے ہیں۔ اب وہ رہائی و نجات اور آرام و خوشی سے بالکل ناامید اور آپ اس تھوڑی سی مدت تک صبر کرنے اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بالکل قلیل عرصہ تک قیام کرنے کے عوض، جنت میں من مانی خوشیاں کر رہے ہیں۔ اور دل ٹھنڈا کر رہے ہیں حالانکہ وہ شدت کی ایک ہی گھڑی تھی جو آئی گئی ہو گئی۔ گویا کچھ تکلیف ہی سر پہ نہ گذری تھی۔

دنیائے بیجز وزہ پر غرور

اگر اس بات کے سمجھنے سے طبیعت قاصر ہو کہ یہ گھڑی کیونکر جلد گذر جاتی ہے تو حسب ذیل ارشادات

خداوندی میں غور وفکر کرنا چاہیئے۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (احقاف ع ۴)

جس روز عذاب دیکھ لیں گے تو یوں سمجھیں گے کہ گویا صرف ایک گھنٹہ دنیا میں ٹھہرے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (نازعات ع ۲)

جب قیامت کا ملاحظہ کریں گے تو یوں کہیں گے گویا صرف شام یا صبح کا وقت ٹھہرے ہیں۔

ایک جگہ یوں ارشاد ہے

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (مومنون ۲۳ - ع ۶)

عزوجل پوچھیں گے دنیا میں کتنے سال ٹھہرے ہو وہ کہیں گے ایک سالم دن یا دن کا کچھ حصہ ہی ٹھہرے ہیں، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیئے۔ عزوجل فرمائیں گے تم صرف تھوڑا سا وقت ہی وہاں رہے ہو۔ اگر تمہیں کچھ علم ہو۔

ایک جگہ یوں فرمایا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا (طٰهٰ ۲۰ - ع ۵)

جب صور اسرافیل پھونکا جائیگا۔ اور اس دن ہم مجرموں کو نیلی آنکھیں کر کے اٹھائیں گے آہستہ آہستہ باہم کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں صرف دس روز ہی ٹھہرے۔ ہمیں اس بات کا خوب پتہ ہے جب کہ ان میں کا صائب الرای کہے گا تم تو صرف ایک دن ہی ٹھہرے۔

آنحضرت صلعم کا عبرت انگیز خطبہ

اگر حدیث نبویؐ سے تسکین چاہتے ہیں تو سنئے! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

کے سامنے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا جب سورج ڈھل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر غروب ہونے کے قریب چلا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ

گذشتہ کی نسبت دنیا صرف اس قدر باقی رہ گئی ہے۔ جتنا یہ دن غروب ہونے میں باقی ہے۔

تو ایک دانشمند اور اپنی جان کے خیر خواہ انسان کو اس حدیث میں غور کرنا چاہیئے اور خیال کرنا چاہیئے کہ پوری دنیا گذر جانے کے بعد اس قلیل مدت میں کیا کچھ حاصل ہوگا؟ تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اسے معلوم ہو جائیگا کہ ابتک وہ سراسر غرور و فریب اور خوابوں کی دنیا میں تھا اور اس نے ایک خسیس و بے قیمت چیز کے عوض ابدی سعادت مندیوں اور دائمی نعمتوں کو فروخت کر ڈالا اور اگر وہ دنیا کے بجائے خدا و دار الآخرت کی طلب و جستجو کرتا۔ تو عزوجل اسے حد سے زیادہ خوش ہضم، اور دنیا سے کئی گنا کامل تر حصہ عنایت کرتا۔

دنیا کی بجائے آخرت پر زیادہ توجہ چاہیئے

جیسا کہ بعض آثار میں ہے۔

اِبْنَ اٰدَمَ بِعِ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ تَرْبَحْهُمَا جَمِيْعًا وَلَا تَبِعِ الْاٰخِرَةَ بِالدُّنْيَا تَخْسَرْهُمَا جَمِيْعًا

اے انسان! دنیا کو آخرت کے عوض فروخت کر ڈال۔ تیرے لئے دنیا و آخرت دونوں سود مند رہیں گی۔ مگر خبردار دنیا کے عوض آخرت کو مت فروخت کرنا ورنہ تیری دنیا و آخرت دونوں خسارہ میں رہیں گی۔

بعض سلف کا قول ہے۔

اِبْنَ اٰدَمَ اَنْتَ مُحْتَاجٌ اِلٰى نَصِيْبِكَ

اے انسان! تو دنیوی حصہ کا بھی محتاج ہے مگر

مِنَ الدُّنْيَا وَاَنْتَ اِلٰى نَصِيْبِكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ اَحْوَجُ۔ فَاِنْ بَدَاْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا اَضَعْتَ نَصِيْبَكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَكُنْتَ مِنْ نَصِيْبِ الدُّنْيَا عَلٰى خَطَرٍ وَاِنْ بَدَأْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ فُزْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا فَانْتَظِمْهُ اِنْتِظَامًا

اخروی حصہ کا اس سے بھی زیادہ ضرور تمند ہے۔ لہٰذا اگر دنیوی حصہ کے حصول کی پہل کریگا تو اخروی حصہ تو ضائع ہی کر دیگا اور دنیوی حصہ کا حصول بھی غیر یقینی ہوگا لیکن اس کے برعکس اگر تو اخروی حصہ کے لئے پہل کرے گا تو دنیوی حصہ حاصل کرنے میں بھی فائز المرام رہے گا لہٰذا تجھے محض اخروی حصہ کے لئے ہی بندوبست اور انتظام کرنا چاہیئے۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا رقت انگیز ناصحانہ خطبہ

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں یہ فرمایا کرتے تھے

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَمْ تُخْلَقُوْا عَبَثًا وَلَمْ تُتْرَكُوْا سُدًى وَاِنَّ لَكُمْ مَعَادًا يَجْمَعُكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ لِلْحُكْمِ فِيْكُمْ وَالْفَصْلِ بَيْنَكُمْ فَخَابَ وَشَقِيَ عَبْدٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَحْمَتِهِ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ وَجَنَّتِهِ الَّتِيْ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ الْاَمَانُ غَدًا لِمَنْ خَافَ اللّٰهَ وَاتَّقٰى وَبَاعَ قَلِيْلًا بِكَثِيْرٍ

لوگو تم بیکار نہیں پیدا کیے گئے اور نہ تم غیر مکلف چھوڑے گئے ہو بلکہ تمہارے لئے ایک معاد مقرر ہے جس میں عزوجل نے جمع کر کے تمہارا فیصلہ کرنا ہے تو وہ شخص بڑا ہی بدنصیب بدبخت اور خسارہ میں رہے گا جسے عزوجل نے اس دن اپنی رحمت واسعہ سے جو تمام کائنات سے وسیع تر ہے اور اپنے بہشت سے جس کا عرض ہی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے باہر نکال دیا اس دن وہی شخص با امن ہوگا جس نے

وَفَانِيًا بِبَاقٍ وَشَقَاوَةً بِسَعَادَةٍ اَلَا تَرَوْنَ اَنَّكُمْ مِنْ اَصْلَابِ الْهَالِكِيْنَ وَسَيَخْلُفُكُمْ بَعْدَكُمُ الْبَاقُوْنَ اَلَا تَرَوْنَ اَنَّكُمْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تُشَيِّعُوْنَ غَادِيًا رَائِحًا اِلَى اللّٰهِ قَدْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَانْقَطَعَ اَمَلُهٗ فَتَضَعُوْنَهٗ فِيْ صَدْعٍ مِنَ الْاَرْضِ غَيْرِ مُوَسَّدٍ وَلَا مُمَهَّدٍ قَدْ خَلَعَ الْاَسْبَابَ وَفَارَقَ الْاَحْبَابَ وَوَاجَهَ الْحِسَابَ

دل میں تقویٰ اور خوف خدا موجزن ہو جو قلیل کو کثیر کے عوض فانی کو باقی رہنے والی کے بدلے اور بدبختی کو نیک بختی کے عوض فروخت کر ڈالے۔ تم دیکھتے نہیں ہو کہ تم کسی وقت مرنے والوں کی پشت میں تھے اب تمھارے بعد تمھارے کئی زندہ جانشین ہوں گے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو؟ کہ روزانہ تم ایک نہ ایک شخص کو خدا کے ہاں رخصت کرتے رہتے ہو جسکا پیمانۂ زندگی لبریز اور امیدیں ختم ہو چکی ہوتی ہیں اور تم اسے اٹھا کر ایک گڑھے میں ڈال دیتے ہو جہاں نہ کوئی تکیہ ہے نہ بستر راحت ہے۔ جہاں سب اسباب ختم ہو جاتے ہیں اور وہ تمام مال واسباب یار دوست اور احباب سے الگ تھلگ ہو کر حساب کیطرف متوجہ ہوتا ہے۔

ان جملہ بیانات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عزوجل نے انسان کو اس قلیل مدت کیلئے بھی طرح طرح کی فوجوں، لشکروں، اور خاص اعانت سے امداد فرمادی ہے اور اگر کہیں اس کا نفس اسیر شیطان ہو جائے تو اس سے رہائی کے جملہ اسباب بھی بتا دیئے ہیں۔ اب چاہے اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا بن جائے اس کا اپنا اختیار ہے۔

حارث اشعری کی یحیٰ علیہ السلام والی طویل حدیث اور اسکی بہترین تشریح

از مصنف

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام ترمذیؒ نے بروایت حارث اشعری مرفوعاً حدیث

روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَمَرَ يَحْيَى بْنَ
زَكَرِيَّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ
كَلِمَاتٍ أَنْ يَعْمَلَ بِهَا وَيَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا وَإِنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا
فَقَالَ لَهُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللّٰهَ
تَعَالٰى أَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا
وَتَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا
فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ
فَقَالَ يَحْيَى: أَخْشٰى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا
أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ
فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَأَ الْمَسْجِدُ
وَقَعَدُوا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَمَرَنِي بِخَمْسِ
كَلِمَاتٍ أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ
أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ: أَوَّلُهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا
اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ
كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرٰى عَبْدًا
مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ

خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں
کا ارشاد فرمایا کہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل
کو بھی عمل کرنے کا حکم دیں۔ آنحضرت سے تعمیل
ارشاد میں تاخیر ہوا چاہتی تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام
نے آپ کی یاد دہانی فرمائی کہ عزوجل نے آپ کو
پانچ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ خود بھی
عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ وہ ان
پر کاربند ہو جائیں۔ اب آپ انھیں یا تو خود ارشاد
فرمائیے یا مجھے کہنے کی اجازت دیجئے یحییٰ علیہ السلام
نے کہا آپ سبقت مت کیجئے کیونکہ اگر آپ اس
حکم کی تعمیل میں مجھ پر سبقت کریں گے تو مجھے ڈر ہے
کہ کہیں مجھے زمین میں نہ دھنسا دیا جائے۔ الغرض
یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع
فرمایا تو مسجد بھر گئی۔ اور آپ ایک اونچی جگہ بیٹھ کر
وعظ فرمانے لگے کہ لوگو! عزوجل نے مجھے حکم صادر
فرمایا ہے کہ پانچ چیزوں پر خود بھی عمل کروں اور
تمہیں بھی ان کی تعمیل کا حکم دوں۔ اوّل یہ کہ خدا کی
عبادت کرو اور اس میں کسی کو مت شریک ٹھہراؤ۔
اور خدا کا شریک بنانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے

وَرَقٍ فَقَالَ هٰذَا دَارِیْ
وَهٰذَا عَمَلِیْ فَاعْمَلْ وَاَدِّ
اِلَیَّ فَکَانَ یَعْمَلُ وَیُؤَدِّیْ
اِلٰی غَیْرِ سَیِّدِهٖ فَاَیُّکُمْ یَرْضٰی
اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدُهٗ کَذٰلِكَ
وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَکُمْ بِالصَّلٰوةِ
فَاِذَا صَلَّیْتُمْ فَلَا
تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
یَنْصِبُ وَجْهَهٗ لِوَجْهِ
عَبْدِهٖ فِیْ صَلٰوتِهٖ
مَالَمْ یَلْتَفِتْ
وَاٰمُرُکُمْ بِالصِّیَامِ
فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ کَمَثَلِ
رَجُلٍ فِیْ عِصَابَةٍ مَعَهٗ
صُرَّةٌ فِیْهَا مِسْكٌ
فَکُلُّهُمْ یُعْجِبُ اَوْ یُعْجِبُهٗ
رِیْحُهٗ وَاِنَّ رِیْحَ الصَّائِمِ
اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ
رِیْحِ الْمِسْكِ۔
وَاٰمُرُکُمْ[۱] بِالصَّدَقَةِ

جو بلا شرکت غیرے صرف اپنے ہی سونے چاندی سے غلام خرید کر اسے اپنا گھر اور اپنا کام کاج بتا دے کہ میاں یہ ہے میرا مکان اور یہ ہے میرا کام اسے کیجئے اور مجھے دیجئے۔ اب وہ کام بھی کرتا جائے اور بنا بنا کر اپنے اصل مالک کے سوا کسی غیر کو دیتا جائے تو کیا کوئی چاہتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو؟

نیز خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نماز پڑھا کرو۔ اور جب پڑھو تو ادھر ادھر مت جھانکو کہ جب تک نمازی ادھر ادھر نہ جھانکے عزوجل اپنا چہرہ اس کے چہرہ کی طرف کئے رکھتا ہے اور اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

اور میں تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی جماعت میں چلا جائے اور اس کے پاس کستوری کی ایک تھیلی ہو۔ جس کی خوشبو سے تمام کا دماغ معطر ہو جائے یا کم از کم اس کا تو معطر ہی رہیگا۔ یاد رکھو! خدا کے ہاں روزہ دار کے منہ کی بدبو کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔

نیز میں تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں

[۱] اگلے صفحہ پر

فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَاَوْثَقُوْا يَدَهٗ اِلٰى عُنُقِهٖ وَقَدَّمُوْهُ لِيَضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَقَالَ اَفْدِىْ نَفْسِىْ مِنْكُمْ بِالْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَفَدٰى نَفْسَهٗ مِنْهُمْ

کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو دشمنوں کے ہتے چڑھ گیا ہو اور وہ اسکی مشکیں باندھ کر قتل کرنے کے لئے قتل گاہ کی طرف لیجا رہے ہوں۔ اور وہ تھوڑا بہت مال دے کر دشمن سے اپنی جان بچا لے۔

وَاٰمُرُكُمْ اَنْ تَذْكُرُوْا اللّٰهَ تَعَالٰى فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِىْ اَثْرِهٖ سِرَاعًا حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَلٰى حِصْنٍ حَصِيْنٍ فَاَحْرَزَ نَفْسَهٗ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ اِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

نیز میں تمہیں ذکر الٰہی کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پیچھے دشمن لگ گیا ہو اور وہ اس کے آگے بھاگا بھاگا ایک مضبوط قلعہ کے پاس پہنچکر اندر گھس جائے اور اپنی جان بچا لے۔ بالکل اسی طرح انسان اپنے نفس کو شیطان سے ذکر الٰہی کے ساتھ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔

قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ اَمَرَنِىْ بِهِنَّ

اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم مجھے بھی خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔

ف یہاں اور پانچوں جگہ اٰمُرُكُمْ کو بصیغہ متکلم ضبط کیا گیا ہے کیونکہ عزوجل نے انھیں ان پانچوں امور کی تبلیغ کا مکلف بنایا تھا۔ لیکن صلوٰۃ میں بصیغہ غائب عزوجل کی جانب منسوب کیا ہے۔ اس لئے اس کا مقتضا یہ تھا کہ مابعد کو اسی امر بالصلوٰۃ پر بصیغہ غائب عطف ڈالا جاتا ۱۲۔

اَلسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْجِهَادِ	اور وہ ہیں۔ خدائی حکم کو کان لگا کر سننا۔ دوم
وَالْهِجْرَةِ وَالْجَمَاعَةِ فَاِنَّهُ	اس کی اطاعت کرنا۔ سوم جہاد کرنا۔ چہارم
مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ	ہجرت کرنا۔ پنجم اسلامی جماعت سے علیحدہ
قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ	نہ رہنا۔ کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت
خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ	بھر جدا رہے تو اس نے اپنی گردن سے
مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ يُرَاجِعَ	اسلام کی رسی کو نکال دیا۔ الا اینکہ جماعت
وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ	میں مل جائے۔ اور اب بھی جو شخص لڑائی کے
فَاِنَّهٗ مِنْ جُثَى جَهَنَّمَ	لئے زمانہ جاہلیت کی طرح لڑائی کی دعوت دے
فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	تو وہ جہنمی ہے۔ کسی نے کہدیا یا رسول اللہ صلعم
وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ؟ فَادْعُوْا	خواہ نماز روزہ ادا کرے؟ تو آپ نے جواب
بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّذِىْ سَمَّا	اعراض فرمایا اور فرمایا خدا کے بندو! جاہلانہ قسم
كُمُ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	کی طرح بلانا چھوڑ دو۔ بلکہ اس خدا کا بلانا بلاؤ جس
عِبَادَ اللّٰهِ قَالَ التِّرْمِذِيُّ	نے تمہارا نام مومن و مسلم رکھا ہے۔ امام ترمذی
هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ [1]	فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان حدیث کے اندر جس کا یاد کرنا۔ پڑھنا پڑھانا اور سمجھنا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے وہ تمام چیزیں بیان فرمادی ہیں جن سے انسان شیطان لعین سے نجات پا سکتا ہے۔ اور جن پر عملدرآمد سے دنیا

[1] امام نسائی نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت فرمایا ہے۔ نیز امام ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ عبد العظیم منذری فرماتے ہیں کہ کتب ستہ میں اس حدیث کے سوا حارث اشعری کی کوئی حدیث نہیں۔

و آخرت میں نجات و کامیابی حاصل کر کے سرخرو ہو سکتا ہے۔

موحد و مشرک کی تمثیل

غور کیجئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں موحد و مشرک کی مثال بیان فرمائی کہ موحد کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے مالک کے گھر اپنے ہی مالک کا کام کرے۔ اور جو کچھ تیار کرے وہ اپنے مالک کے حوالے کر دے۔ اور مشرک کی مثال اس شخص کی سی ہے جیسے اس کے مالک نے اپنے گھر میں کسی کام پر مقرر کیا ہو۔ اور وہ بنا بنا کر سب کچھ بنا بنایا اپنے مالک کے سوا کسی اور کے حوالے کر دیا کرے بعینہ مشرک کا یہ خیال ہے کہ خدا کے گھر رہ کر غیر اللہ کا کام کرتا ہے اور پھر خدا کی نعمتوں سے خدا کے دشمن کا قرب تلاش کرتا ہے اور دشمن خدا کو راضی کرتا ہے۔

خدا و انسان کے غلاموں کا تقابل

اور یہ تو بدیہی بات ہے کہ بنی آدم میں سے ہی کسی انسان کے پاس ایسا غلام ہو تو اس کی نظر میں وہ سب سے زیادہ مغضوب قابل نفرین اور دفع کر دینے کے قابل ہو گا۔ حالانکہ وہ بھی اسی طرح کا مخلوق ہے اور وہ دونوں غیر کی نعمتیں کھا کھا کر پرورش پا رہے ہیں تو خدائے رب العالمین کو کیسے غصہ نہ آئے جب کہ ہر وہ نعمت جو انسان کھا رہا ہے محض اسی وحدہٗ لاشریک کی ہے حتیٰ کہ وہی تمام نیکیوں کی توفیق عنایت کرتا ہے اور وہی جملہ برائیوں سے دور رکھتا ہے۔ صرف وہی ایک ذات ہے جو انسان کو پیدا کرتا ہے اس پر رحمت کرتا ہے اس کے ہر کام کی تدابیر کرتا ہے اس کو روزی دیتا ہے اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور اس کی جملہ حاجات پوری کرتا ہے۔ تو ان تمام انعامات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے لائق ہے کہ خوف و محبت امید و بیم۔ حلف و نذر اور دیگر معاملات میں اس کے ساتھ غیر اللہ کو بھی شریک و مساوی ٹھہرایا جائے؟ یا خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ

سے ویسی یا اس سے بھی زیادہ محبت کی جائے جیسی خدا تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہئے۔ یا غیر اللہ کا اسی طرح خوف رکھا جائے جیسا خدا سے ڈرنا چاہئے۔ یا خدا کے ساتھ غیر اللہ سے اسطرح امیدیں رکھی جائیں۔ جیسا کہ عزوجل کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

مشرکین اور ان کے معبود

پھر مشرکین کے یہ خیالات کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ ان کے ایک ایک قول وعمل اور ان کی ایک ایک ادنیٰ سی حالت پر بے شمار شواہد ناطق موجود ہیں کہ اہل شرک نے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ و مردہ معبود و شریک بنا رکھے ہیں خدا کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں زیادہ ڈرتے ہیں۔ زیادہ امیدیں رکھتے ہیں۔ زیادہ معاملات رکھتے ہیں۔ زیادہ رضا جوئی چاہتے ہیں اور ان کے غصہ سے زیادہ دور بھاگتے ہیں[1] اور یہی وہ شرک ہے جسے عزوجل کبھی نہیں بخشیگا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء - ع)

خدا شرک کو کبھی نہیں بخشے گا علاوہ اس کے جسے چاہیگا معاف کر دے گا۔

---

[1] اس سے زیادہ واضح تر کیا چیز ہوگی کہ دبے ہوئے مردہ معبود کی قبر پر نہایت عجز و نیاز اور خشوع و خضوع سے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور خوف کے مارے کانپ کانپ کر منہ کے بل سجدہ ریز ہوتے ہیں گر پڑتے ہیں اور پورے عاجز و مسکین اور انتہائی عاجز و ذلیل بن کر اپنی ضروریات کو پوری الحاح و زاری کے ساتھ واضح تر بیان کرتے ہیں کہ تیرے در کا سگ ہوں وغیرہ خرافات اور اعلیٰ سے اعلیٰ مال خوشی سے صندوق نذرانہ میں ڈالکر بھی حق نذرانہ کی ادائیگی کا افسوس لیئے ہوتے ہیں حالانکہ جب نماز میں خدائے ذی الجلال و جبروت کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو اسکا ہزارواں حصہ بھی خشوع و خضوع اور خوف خدا نہیں ہوتا اور بد دلی اور بے رغبتی سے اور بالکل بے پروائی سے کھڑا ہوتا ہے۔ کوے کی طرح ٹھونگے مارتا ہے۔ اور جلدی سے قرارت و ذکر اور دعا کو صف کی طرح لپیٹتا جاتا ہے نہ الفاظ کا پتہ کرتا ہے اور نہ ان کا معنی سمجھتا ہے اور خشیت و خوف الٰہی کا تو اس کے نفس کو چھوڑ دل کو بھی احساس نہیں

ظلم کی تین قسمیں

یہاں یہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ ظلم کے دفاتر خدا تعالےٰ کے ہاں قیامت کے دن تین قسم کے ہوں گے۔ (۱) ایک وہ دفتر ہے جس میں خدا تعالیٰ کچھ بھی نہ بخشیگا۔ اور وہ شرک ہے جسے خدا تعالیٰ کبھی نہیں بخشتا۔ (۲) ایک وہ دفتر جس میں سے خدا تعالیٰ کچھ نہیں چھوڑیگا۔ اور یہ بندوں کا باہم ایک دوسرے پر ظلم جس کا خدا تعالیٰ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا۔ (۳) اور ایک وہ دفتر ہے جس کی خدا کچھ پرواہ نہیں کریگا اور وہ ہے انسان کا اپنی جان پر ظلم جس کا معاملہ انسان اور خدا تعالیٰ کے مابین ہے اور یہ دفتر سب دفتروں سے ہلکا اور جلدی محو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توبہ واستغفار بدیوں کو مٹانے والی حسنات اور گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب وغیرہ سے ہی محو ہو جاتا ہے۔ مگر دفتر شرک کی یہ صورت نہیں۔ کیونکہ اسے توحید ہی محو کر سکتی ہے۔ اسی طرح حقوق العباد کا دفتر مظالم بھی حق بحقدار رسید کی صورت ہی محو ہو سکے گا۔ یا یہ کہ خود مظلوم معاف کر دے۔

کلید جنّت اور اسکے لوازم

لیکن شرک چونکہ خدا کے ہاں سب دفتروں سے سنگین ترین الزامات کا دفتر تھا۔ اس لئے عزوجل نے اہل شرک پر بہشت حرام کر دیا۔ لہٰذا اس میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا۔ صرف اہل توحید ہی اس میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ توحید دروازۂ بہشت کی چابی ہے اسلئے جس کے پاس یہ چابی نہ ہوگی اس میں داخل نہ ہو سکے گا علیٰ ہذا القیاس اگر چابی کے دندانے نہ ہوں گے تو پھر بھی دروازہ نہ کھل سکے گا۔ اور اس چابی کے دندانے، نماز،

ہونا۔ تو یہ اور اس قسم کی بیشمار مثالیں اس بات کی واضح تردلیل ہیں کہ یہ لوگ خدا کی نسبت اپنے مردہ خداؤں سے بدرجہا زیادہ ڈرتے ہیں اتنی عزوجل کی عبادت نہیں کرتے جتنا انھیں ہر طریق سے خفیہ و علانیہ پوجتے ہیں خواہ انھیں مولوی ملا لوگ مشرک نہ ہی کہیں۔ بحر اصل حقیقت یہ ہے کہ نہ فی الواقع یہ عبادت کوئی مفید و نجات دہ ہے۔ نہ عنداللہ اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔

روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، امر بالمعروف نہی عن المنکر، سچ بولنا، امانتوں کو ادا کر دینا صلہ رحمی کرنا، والدین سے نیک سلوک سے پیش آنا وغیرہ ہیں، لہذا جس نے دنیا میں ہی توحید کی صحیح سالم چابی بنا کر اس میں اوامر آلہی کی اطاعت کے دندانے بھی لگا لئے۔ تو قیامت کے دن جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا۔ تو چونکہ اس کے پاس وہ چابی موجود ہوگی جس کے سوا جنت کا دروازہ کھل ہی نہیں سکتا۔ اس لئے جنت کا در کھولتے میں اسے مشکل نہیں پیش آئے گی اِلّا یہ کہ اس کے پاس ایسے گناہ، خطا کاریاں اور بدیوں کے گٹھڑ ہوں جن کا اثر دنیا میں توبہ واستغفار سے بھی زائل نہ ہو سکا ہو تو جب تک وہ ان سے پاک صاف نہ ہو جائے۔ بہشت میں داخل ہونے سے روک دیا جائیگا اور اگر اسے موقف اور موقف کے ہول و شدائد نے پاک نہ کیا تو اسے جہنم میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ تاکہ اس کی پلیدی نکل جائے اور گناہ کی میل کچیل سے صاف ہو جائے۔ بعد ازاں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

دَارُ الطَّيِّبِيْنَ وَدَارُ الْخَبِيْثِيْنَ

کیونکہ جنت دار الطیبین یعنی پاک لوگوں کا گھر ہے۔ اس میں طیب و پاک لوگ ہی داخل ہو سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ (نحل ۱۶۔ ع ۴)	جنھیں فرشتے فوت کرتے ہیں۔ بحالیکہ وہ طیب و پاکیزہ لوگ ہوتے ہیں تو فرشتے انھیں سلام علیکم کہتے ہیں کہ جاؤ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا	اپنے رب سے ڈرنے والے متقی لوگ جماعتیں بنا کر جنت کی جانب روانہ کئے جائیں گے حتیٰ کہ

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ (زمر ع ۳۹)

جب جنت کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور اسکے دربان انھیں سلام علیکم کہیں گے کہ تم طیب ہو گئے لہذا ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

دیکھئے! طِبْتُمْ کے بعد اُدْخُلُوْهَا پر فاء تعقیب لانا اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ طیب یعنی گناہوں کی میل کچیل سے پاک صاف ہونا ہی داخلہ جنت کا سبب ہے اسکی تقدیر یوں ہوگی ای بسبب طیبکم قیل لکم ادخلوھا یعنی تمہارے پاک نفس ہونے کے باعث تمہیں کہا گیا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

رہا دوزخ تو وہ دار الخبث یعنی خباثت کا گھر ہے۔ خباثت خواہ اقوال میں ہو یا اعمال میں یا کھانے پینے میں اور وہ دار الخبیثین یعنی خبیث لوگوں کا گھر ہے اس لیے عز وجل تمام خبیث لوگوں کو جمع کر کے بعینہ اسی طرح تہ بتہ کر کے جوڑ دے گا۔ جیسے کوئی شخص کسی چیز کو تہ بتہ کر کے جوڑ دیتا ہے بعدہٗ جملہ خبیثوں کو دھڑام سے دوزخ میں ڈھکیل دے گا۔ لہذا اس میں خبیث لوگ ہی ہوں گے، اور کوئی نہیں ہوگا۔

لوگوں کی تین قسمیں

اور چونکہ تمام لوگ تین قسم کے ہوں گے (۱) اول وہ لوگ جن کے ہاں نیکی و پاکیزگی ہوگی خبث کا نام تک نہ ہوگا (۲) دوم وہ لوگ جن کے ہاں محض خباثت ہی خباثت ہوگی نیکی و صفائی کا نام تک نہ ہوگا (۳) سوم وہ لوگ جن کے ہاں نیکی و خباثت، دونوں ملی جلی ہوں گی۔

تین قسم کے مکان

اس لئے ان کے رہنے کے بھی تین قسم کے گھر ہوں گے۔ اوّل دار الطیب المحض یعنی محض نیک پاک لوگوں کیلئے دوم دار الخبث المحض یعنی صرف خبیث لوگوں کے لئے۔ یہ دونوں قسم کے گھر کبھی فنا

نہیں ہوں گے۔ سوئم ان لوگوں کا گھر جن میں نیکی و خباثت دونوں موجود ہوں گی یہی وہ گھر ہے جو فنا ہو جائے گا۔ اور یہ "دارالعصاۃ" یعنی عاصیوں کا گھر اس کے فنا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دوزخ میں کوئی اہل توحید عاصی باقی نہیں رہیگا۔ سب باہر آجائیں گے۔ کیونکہ جب اپنی سزا کے برابر ان کو عذاب مل جائے گا۔ تو دوزخ سے نکالکر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا صرف دو گھر ہی باقی رہیں گے۔ (۱) دارالطیب المحض یعنی جس میں صرف نیک اور پاکیزہ لوگ ہوں گے۔ (۲) دوم دارالخبث المحض یعنی جس میں صرف اہل خبث ہوں گے۔

حدیث حارث کے جملہ وَاٰمُرُکُمْ بِالصَّلٰوۃ کی تشریح

اب مذکورہ طویل حدیث میں یحییٰ علیہ السلام کا جملہ ذیل ملاحظہ فرمائیے۔ کہ

وَاٰمُرُکُمْ بِالصَّلٰوۃِ فَاِذَا صَلَّیْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْصِبُ وَجْھَہٗ لِوَجْہِ عَبْدِہٖ فِیْ صَلٰوتِہٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ

میں تمہیں نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہوں جب نماز پڑھو تو ادھر ادھر مت جھانکو۔ کیونکہ جبتک نمازی نماز میں دائیں بائیں نہ جھانکے تو عزوجل اپنا چہرہ اقدس اسکی طرف کئے رکھتا ہے۔

التفات قلبی و بصری

نماز میں جو التفات (دائیں بائیں جھانکنا) منع فرمایا گیا ہے وہ دو قسم ہے اول التفات قلب۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے دل ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لگانا دوم التفات بصر۔ یعنی خدا سے نظر ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لگانا۔

یہ دونوں قسم منع ہے۔ اور جبتک انسان نماز کی طرف متوجہ رہتا ہے عزوجل اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب دل یا آنکھ کی توجہ غیر اللہ کی طرف ہٹا لیتا ہے تو عزوجل

بھی اس سے اعراض کر لیتے ہیں[1]۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں دائیں بائیں جھانکنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ

اِخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ[2] — شیطانی جھپٹ ہے جو کہ شیطان نمازی کی نماز سے جھپٹ مارتا ہے۔

ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے۔

یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی خَیْرٍ مِنِّیْ ؟ اِلٰی خَیْرٍ مِنِّیْ ؟[3] — عزوجل فرماتے ہیں کیا مجھ سے کسی بہتر ہستی کی طرف جھانکتا ہے؟ مجھ سے اعلیٰ کی طرف؟

نماز میں اِدھر اُدھر جھانکنے کی مثال

نماز میں التفات قلبی و بصری (یعنی دل یا آنکھ سے ادھر ادھر جھانکنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جیسے کوئی بادشاہ بلائے اور اپنے سامنے کھڑا کر کے اس سے بات چیت اور گفتگو کرنے لگے وہ بے وقوف اثنائے کلام میں ہی بادشاہ سے توجہ ہٹا کر دائیں بائیں جھانکنے لگ جائے۔ اور توجہ قلبی نہ ہونے کے باعث بادشاہ کے کلام کا مفہوم تک نہ سمجھ سکے کیونکہ اس کا دل تو وہاں سے غیر حاضر ہوگا تو ایسے شخص کے متعلق بتلائیے! سلطان کا کیا رویہ ہوگا؟ کیا وہ کم از کم اتنی سزا کا مستحق نہ ہوگا کہ

---

[1] احمد و ابوداؤد اور نسائی نے بواسطہ ابی الاحوص ابوذر سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایزال الله مقبلا علی العبد فی صلوته مالم یلتفت فاذا صرف وجهه انصرف عنه یعنی نمازی جبتک نماز میں ادھر ادھر نہ جھانکے تو عزوجل اسکی طرف متوجہ رہتے ہیں مگر جب خدا سے دھیان ہٹا لیتا ہے تو عزوجل بھی توجہ پھیر لیتے ہیں ۱۲۔

[2] بخاری و مسلم از عائشہ رض ۱۲۔ [3] حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب میں بصیغہ تمریض بروائت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلعم سے طویل حدیث میں اسے ذکر کر کے کہا کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے ۱۲۔

بادشاہ کی نظروں سے گرگرا اور غضب سلطانی کی زد میں آ کر شاہی عدالت سے مار مار کر نکال دیا جائے۔

حضور قلب اور بے خشوع کی نمازیں فرق

غرضیکہ ایسا نمازی کبھی اس نمازی کے برابر نہیں ہو سکتا جس کی تمامتر توجہ نماز میں صرف خدائے جلشانہ کی ذات اقدس کی طرف مرکوز رہے اور جس نے اپنے دل کو (پہلے ہی) اس ذات کی عظمت و ہیبت سے خبردار کر کے جس کے سامنے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا ہے اپنے دل کے رگ و ریشہ میں خدا کی ہیبت و عظمت طاری کر لی ہے اور وہ دہشت خداوندی سے تھرتھر کانپ رہا ہے اس کی گردن خم ہو چکی ہے اور وہ اپنے رب سے شرمسار ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات اقدس کو چھوڑ کر غیروں کی طرف التفات کرے یا جھانکے اور نہ ہی ان دونوں کی نمازیں یکساں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ حسان ابن عطیہ کا قول ہے

اِنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَكُوْنَانِ فِي الصَّلٰوةِ	دو آدمی ایک ہی نماز میں کھڑے ہوتے
الْوَاحِدَةِ وَاِنَّ مَا بَيْنَهُمَا فِي الْفَضْلِ	ہیں۔ لیکن دونوں کے درمیان زمین و
كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ	آسمان کا تفاوت ہوتا ہے۔

اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرا غافل۔ تو یاد رکھئے سامنے حجاب ہوتے ہوئے جب انسان اپنے جیسی مخلوق کی طرف متوجہ ہو تو وہ کوئی توجہ وغیرہ نہیں اور نہ ہی اسے تقرب کا نام دیا جاتا ہے۔ تو کیا خدائے خالق کے سامنے حجاب رکھ کر اسے توجہ الی اللہ اور تقرب خداوندی کا نام دیا جاتا ہے؟ علیٰ ہذا القیاس جب انسان خدائے خالق و برتر کی طرف متوجہ ہو۔ اور سامنے برے برے خیالات و وساوس اور شہوات کا حجاب چڑھا ہو جن سے طبیعت مشغوف ہو کر سرتا پا شہوانی خیالات اور دسواسات سے بھرپور ہو، تو یہ کیسے توجہ الی اللہ ہو گی جبکہ افکار و خیالات اور وسواسات

نے اسے خدا تعالیٰ سے غافل کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہو۔

نماز سے شیطان بیحد چڑتا ہے انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو شیطان کو غیرت آتی ہے کیونکہ انسان اس وقت ایک ایسے مقام میں ہوتا ہے جو تمام مقامات سے افضل و اقرب الی اللہ عظیم الشان اور شیطان کو از حد چڑانے اور غصہ چڑھانے کا موجب ہوتا ہے اس لئے وہ اسے اس مقام سے اکھیڑنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کر دیتا ہے۔ اسے جھوٹے وعدے دیتا ہے خواہشات کے سبز باغ دکھاتا ہے۔ طرح طرح سے بھلاتا ہے اور اپنے تمام سوار و پیادے اس پر چھوڑ دیتا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کے دل سے نماز کی اہمیت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ سستی کرتے کرتے آخر تارک و بے نماز بن جاتا ہے۔

نماز میں شیطان کے داؤ اگر وہ اتنا بھی نہ کر سکے اور انسان اس کے قابو سے باہر رہ کر اسی مقام میں قائم رہے تو دشمن خدا دل میں طرح طرح سے وسواسات ڈالنے کے درپے ہو جاتا ہے اور انسان اور اس کے دل میں حائل ہو کر ہر طرح نماز میں وہ وہ چیزیں یاد دلاتا ہے جو نماز شروع کرنے سے پہلے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں حتیٰ کہ بسا اوقات بعض اہم ضروریات اور سخت ضرورت کی چیزیں یاد دلاتا ہے جن سے انسان بالکل مایوس و ناامید ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کرتا ہے کہ انسان خدا کی بجائے ان چیزوں کے دھیان میں لگا رہے اور نماز میں اس کا دل موجود ہی نہ ہو تاکہ اقبال و توجہ الی اللہ سے جو انعامات و اکرام الٰہیہ حاصل ہوتے ہیں ان سے محروم رہ جائے اور بعینہٖ اس کی یہی صورت ہوتی ہے کہ وہ خود تو نماز میں موجود ہوتا ہے مگر اس کا دل موجود نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو انعامات و اکرام خدا تعالیٰ کی جانب سے نماز میں حاضر القلب اور متوجہ الی اللہ شخص کو حاصل ہوتے ہیں ان تمام سے وہ یکسر محروم رہتا ہے اور جس طرح گناہوں اور بدیوں کے گٹھڑے کر نماز میں

داخل ہوا تھا ویسے کا ویسا ہی گناہوں سے لدا نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ ایک گناہ تک ہلکا نہیں ہوتا۔

حقیقی نماز سے راحت قلبی اور آنکھوں کی ٹھنڈک

حالانکہ نماز کی تو حقیقت ہی یہ ہے کہ جو اسے بکمال خشوع و خضوع، حضور قلب کے ساتھ ادا کرے اور اپنے تن من، قلب و قالب سمیت متوجہ الی اللہ ہو جائے۔ اس کی بدیوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور ایسا شخص جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اپنی طبیعت میں ہلکا پن سا معلوم کرتا ہے۔ اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس سے بے شمار بوجھ اتر چکے ہیں حتیٰ کہ طبیعت میں اس قدر نشاط و انبساط اور آرام و سرور پاتا ہے۔ اسے تمنا ہوتی ہے کاش! وہ نماز سے کبھی فارغ نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ نماز کیا تھی اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی تسکین، دل کی راحت اور دنیا میں ہی اس کے دل کی جنت و آرام تھی، لہذا وہ جبتک نماز سے باہر رہتا ہے ماہی بے آب کی طرح بے چین اور اپنے کو تنگی و مصیبت اور قید خانے میں محسوس کرتا ہے۔ تاآنکہ دوبارہ نماز میں داخل ہو کر باآرام ہو نہ یہ کہ نماز سے بے آرام ہو کیونکہ خدا کے محب تو کہا ہی یوں کرتے ہیں کہ آؤ میاں!

نُصَلِّيْ فَنَسْتَرِيْحُ بِصَلَاتِنَا — نماز پڑھ کر طبیعت خوش کریں۔

چنانچہ خدا کے پیاروں کے امام و مقتدا اور ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

يَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوةِ [۱] — اے بلال آیئے ہمیں نماز سے خوش کیجئے۔

یہ نہیں کہا تھا کہ اَرِحْنَا مِنْهَا کہ نماز سے ہماری جان چھڑائیے۔

---

[۱] ابوداؤد بروایت سالم بن ابی الجعد ۱۲۔

نیز آپ نے فرمایا تھا کہ

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ[1] نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔

تو نماز جس ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ انھیں اس کے بغیر کیسے صبر آسکتا ہے؟ اور نماز کے بغیر ان کی آنکھیں کب ٹھنڈی ہوسکتی ہیں؟

نمازی کے لئے نماز کی دُعا یا بد دُعا

غرضیکہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسے حاضر القلب انسان کی نماز ہی وہ نماز ہے جو آسمان کی طرف صعود کرتی ہے جس کی چمک دمک ہوتی ہے اور اس کے لئے نور و برہان ہوتا ہے۔ حتی کہ چڑھتے چڑھتے خدا کے حضور میں پہنچتی ہے۔ اور عزوجل اس کی طرف عزت کی نظر فرماتے ہیں، تو اس نمازی کو دعا دیتی ہے کہ

حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ خدا تیری حفاظت فرمائے جیسا کہ تونے میری حفاظت کی۔

لیکن اس کے برعکس جو شخص نماز میں افراط کرتا ہے اس کے حقوق وحدود اور خشوع وغیرہ کو ضائع کرتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے، تو وہ کہتی ہے کہ

ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ جس طرح تو نے مجھے ضائع وبرباد کیا اسی طرح خدا تجھے ضائع وبرباد کرے۔

ایک مرفوع روایت جسے بکر بن بشر نے بواسطہ سعید بن سنان از ابی الزاہریہ از ابی الشجرہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے، میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

---

[1] نسائی و حاکم بروایت انس ۱۲۔

۳ ۔

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُتِمُّ الْوُضُوْءَ إِلَى أَمَاكِنِهِ ثُمَّ يَقُوْمُ إِلَى الصَّلٰوةِ فِي وَقْتِهَا فَيُؤَدِّيْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَنْقُصْ مِنْ وَقْتِهَا وَرُكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا وَمَعَالِمِهَا شَيْئًا إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بَيْضَاءَ مُسْفِرَةً يَسْتَضِيْئُ بِنُوْرِهَا مَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا إِلَى الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ يُكْمِلْ وُضُوْءَهَا وَأَخَّرَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَاسْتَرَقَ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا وَمَعَالِمَهَا رُفِعَتْ عَنْهُ سَوْدَاءَ مُظْلِمَةً ثُمَّ لَا تُجَاوِزُ شَعْرَ رَأْسِهِ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ [۱]

کوئی مومن پوری طرح وضو کر کے نماز کے لئے وقت پر اُٹھ کر اُسے ادا کرے نہ اسے بے وقت کرے نہ اس کے رکوع و سجود اور باقی ارکان میں کسی قسم کا نقص آنے دے تو وہ سفید اور نور سے چمکتی ہوئی عزوجل کی طرف اُٹھائی جاتی ہے جس کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اُٹھتے ہیں حتی کہ چڑھتے چڑھتے عزوجل کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ لیکن جو نماز کے لئے اُٹھے۔ نہ پورا وضو کرے نہ وقت پر ادا کرے اور چوروں کی طرح اسکے رکوع و سجود و دیگر ارکان کی چوری کرے تو سیاہ کالی ہو جاتی ہے اور اس کے سر سے بھی اوپر نہیں جاتی اور اسے بددعا دیتی ہے کہ جا خدا تجھے اسی طرح ضائع و برباد کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کیا۔

---

[۱] اس حدیث کی سند بہت تلاش کی مگر کہیں نہ ملی۔ البتہ طبرانی نے کبیر میں بروایت عبادہ بن صامت اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ البتہ احوص بن حکیم کو ابن مدینی و عجلی نے ثقہ بتایا۔ مگر ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ طبرانی نے اس جیسی ایک اور حدیث بروایت انس بن مالک اوسط میں روایت کی ہے مگر مجمع الزوائد میں ہے کہ اسکی سند میں عباد بن کثیر ہے جو اجماعاً ضعیف ہے۔ (رشید رضا مرحوم)

غرضیکہ صلوۃ مقبولہ اور عمل مقبول یہ ہے کہ انسان ایسی نماز پڑھے جو خدائے عزوجل کے پیش ہونے کے لائق و قابل ہو۔ لہذا جب نماز بارگاہ رب العزت میں پیش ہونے کے قابل ہو جائے اور صلاحیت رکھے۔ وہ نماز مقبول ہو گی۔

نماز و عمل مقبول کی دو قسمیں

اور عمل مقبول کی دو قسم ہے۔ (۱) اول یہ کہ انسان اس صورت نماز پڑھے، جملہ طاعات بجالائے اور اس کا دل خدائے قدوس کی ذات اقدس میں محو ہو جائے۔ اور علی الدوام خدا کو یاد رکھے تو اس شخص کے اعمال خدا تعالیٰ کے عین روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ عزوجل ان کی طرف نظر کرتا ہے تو انھیں خالص لوجہ اللہ کئے ہوئے قابل ستائش پاتا ہے۔ جو ایک سلیم با اخلاص۔ محب خدا متوجہ الی اللہ دل سے صادر ہوئے ہیں تو ان کو پسند فرماتا ہے۔ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور انھیں قبول فرماتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ انسان عادت کے مطابق غفلت سے ادا کرے اور دل میں نیت ہو کہ طاعت و تقرب الی اللہ کے لئے کر رہا ہے تو اس کے ظاہری اعضا و ارکان طاعت میں مصروف ہونگے مگر دل ذکر الٰہی سے غافل ہو گا۔ لہذا جب وہ خدائے عزوجل کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں تو نہ خدا تعالیٰ کے روبرو کئے جاتے ہیں اور نہ ہی عزوجل ان کو ملاحظہ فرماتے ہیں، بلکہ جہاں دفاتر اعمال پڑے ہوتے ہیں وہاں رکھدیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بروز قیامت خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو ان کے اعمال چھانٹے جائیں گے جو خدا تعالیٰ کے لئے ہوں گے ان کا ثواب ملجائیگا۔ اور جو لوجہ اللہ نہ کئے گئے ہوں گے اس کے منہ پر مارے جائیں گے۔ یہ ہے بارگاہ الٰہی میں قبولیت عمل کی صورت۔ اس قسم کے لوگوں کو عزوجل ثواب میں اپنی پیدا کردہ مخلوق چیزیں مثلاً قصور و محلات، کھانے پینے کی چیزیں اور حوریں عنایت فرمائیگا اور پہلی قسم کے لوگوں کو اپنی رضا اور قرب عنایت کریگا اور ان کے درجے بلند کریگا۔ تو گویا ان کو بے حساب

چیزیں عنایت ہوں گی۔ بہر حال ایک مقام یہ ہے اور ایک مقام وہ۔

نمازیوں کی پانچ قسمیں

نمازیوں کو بلحاظ نماز پانچ درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے
اوّل مفرط یعنی اپنے نفس پر ظلم کنندہ شخص جو نماز کے اوقات، حدود وارکان اور وضو وغیرہ کا نقصان کرتا ہے۔

دوم جو نماز کے اوقات، حدود، ارکان اور وضو وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے لیکن وسوسوں کو دور کرنے میں زور نہیں صرف کرتا بلکہ نفس کو وسوسوں کی نذر کر دیتا ہے اور خیالات و تفکرات میں ہی لگا رہتا ہے۔

سوم جو اس کے حدود وارکان کی بھی محافظت کرتا ہے۔ اور افکار و وساوس کو دور کرنے میں بھی ہمت صرف کرتا ہے تو ایسا شخص چونکہ اپنے دشمن کے ساتھ جہاد میں مشغول ہوتا ہے کہ اس کی نماز کی چوری نہ کر سکے تو یہ صرف نمازی ہی نہیں بلکہ مجاہد بھی ہے۔

چہارم وہ شخص جو نماز کے لئے جب اٹھتا ہے تو اس کے جملہ حقوق ارکان اور حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے اور اس کی حدود و حقوق کی حفاظت میں اپنا دل مستغرق کرتا ہے۔ کہ نماز کا کہیں کچھ نقصان نہ ہونے پائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی تمام قوتیں کما حقہ نماز کی تکمیل واحترام اور اقامت میں مصروف و وقف ہوتی ہیں اور نماز و عبادت خداوندی کی اہمیت نے اس کا دل کلیتہً نماز میں مستغرق کر دیا ہوتا ہے۔

پنجم وہ شخص جو نماز کے جملہ حقوق، ارکان، حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے مگر قسم چہارم سے بھی چار قدم آگے ہے۔ وہ اپنا دل حدود وارکان نماز کی تکمیل میں صرف مستغرق ہی نہیں کرتا بلکہ دل کو اٹھا کر خدائے عزوجل کی بارگاہ عالی میں رکھکر دل کی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہے۔ اور اس کی محبت وعظمت سے اس قدر بھرپور ہوتا ہے، گویا عزوجل کو دیکھ رہا ہو مشاہدہ کر رہا ہے اور دل کے تمام افکار و وساوس گھل مل چکے ہیں اور خدا تعالیٰ اور اسکے

درمیانی حجابات تمام اُٹھ چکے ہیں تو اس شخص اور غیروں کی نماز میں بلحاظ عظمت وفضیلت آسمان وزمین کا فرق ہوتا ہے اور ایسا شخص نماز میں اپنے رب سے مشغول ہوتا ہے اور مشاہدۂ الٰہی سے ہی اپنی آنکھیں بار بار ٹھنڈی کرتا ہے۔

پانچوں قسم کے نمازیوں کی جزا

تو پہلی قسم کا نمازی معاقب یعنی سزا کا مستحق ہوتا ہے قسم دوم محاسب یعنی حساب کے قابل ہوتا ہے۔ قسم سوم مکفر عنہ یعنی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قسم چہارم مثاب یعنی نماز سے گناہ معاف ہونے کے بعد اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ قسم پنجم مقرب یعنی اسے خدا تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ اس جماعت کا فرد ہے جن کو نماز میں خنکی چشم اور سرور و آرام حاصل ہوتا ہے۔ غرضیکہ جسے نماز پڑھنے سے دنیا میں قرۃ العینی حاصل ہوا سے آخرت میں ہی قرب خداوندی کے باعث قرۃ العینی حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی وہ اس مرتبہ سے محروم نہیں رہے گا۔ اور جسے ذات باری تعالیٰ سے خنک چشمی حاصل ہو اس کی آنکھ ہی نہیں بلکہ رواں رواں مجسمہ سرور ہوگا۔ اور جس کو ذات باری تعالیٰ سے بھی خنک چشمی حاصل نہ ہوئی تو اس کا جینا، کیا جینا؟ سراسر حسرت وندامت ہے۔

التفات فی الصلوٰۃ سے حجاب

حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اِرْفَعُوا الْحُجُبَ فَاِذَا الْتَفَتَ قَالَ اَرْخُوْهَا	انسان جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو عزوجل فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ حجاب اٹھادو۔ لیکن جب وہ التفات کرتا یعنی ادھر ادھر جھانکنے لگ جاتا ہے تو فرماتے ہیں حجاب ڈال دو۔

اس ”التفات“ کی تشریح سابقا بیان ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ سے دل ہٹا کر غیروں کی طرف

لگانا" التفات" کہلاتا ہے۔

غرضیکہ جب وہ غیروں کی طرف التفات کرتا ہے تو عزوجل اپنے اور اس کے مابین حجاب کر دیتے ہیں۔ حجاب ہوتے ہی شیطان آ داخل ہوتا ہے اور اس کے دل پر دنیوی امور کے طرح طرح کے خیالات و وسوسے ڈالنے لگ جاتا ہے اور بالکل بعینہ ایسے کر دکھاتا ہے جیسے انسان شیشے میں سے مختلف چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس جب توجہ قلبی خدا تعالیٰ کی جانب مبذول کر لیتا ہے اور ادھر ادھر نہیں جھانکتا تو شیطان کو اتنی قدرت نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ و انسان کے دل کے مابین حائل ہو کر وسوسے ڈال سکے۔ شیطان اسی صورت ہی انسان پر داخل ہو سکتا ہے جب خدا و انسان کے درمیان حجاب ہو جائے لیکن اگر انسان خدا تعالیٰ کی طرف دوڑ کر چلا جائے اور اپنے دل کو حاضر رکھے تو شیطان فرار ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ نماز میں انسان اور اس کے دشمن شیطان کی یونہی ٹکر لگی رہتی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز میں حضور قلب اور اشتغال باللہ کی طاقت انسان کو تب ہی حاصل ہوتی ہے کہ اپنی شہوات و خواہشات کو مغلوب و مقہور کر لے، ورنہ سمجھ لیجئے کہ شہوت نے اس کے دل کو مغلوب کر لیا ہے۔ خواہشات اس کو اسیر کر چکی ہیں اور شیطان نے اس کے اندر اپنا ٹھکانا بنا کر اس پر اپنا پورا قبضہ و تسلط جما لیا ہے۔ تو وہ انکا رو وسواسات سے کیسے خلاص ہو سکتا ہے۔

دل تین قسم کے ہیں

پھر دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل:۔ وہ دل جو ایمان اور تمام قسم کی خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے یہ دل اندھیری کوٹھری کی طرح تاریک ہوتا ہے جسے دیکھ کر شیطان بیحد خوش ہوتا ہے کہ اس میں پوری آزادی سے وسوسے ڈالنے کا موقع ملتا ہے اور یقیناً یہ اس کے لئے خوشی کا مقام ہے کیونکہ اس قسم کا دل شیطانی اڈہ اور شیطانی آماجگاہ ہوتا ہے اور شیطان بیدھڑک جسطرح چاہتا ہے اس پر حکمرانی کرتا ہے۔

دوسرا قسم:۔ وہ دل جو نور ایمان سے چمک دمک رہا ہوتا ہے۔ اس کے اندر نور ایمانی کی قندیل جگمگا رہی ہوتی ہے لیکن اس پر ظلمت شہوت اور خواہشات کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہوتی ہیں تو اس قسم کے دل پر شیطان کبھی آتا ہے اور کبھی جاتا ہے کبھی چڑھتا ہے کبھی اترتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں باہم جنگ سی چھڑی رہتی ہے کبھی دل کا پلہ بھاری رہتا ہے کبھی شیطان کا۔ اور بلحاظ قلت و کثرت دل کی مختلف حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات یہ زیادہ غالب رہتا ہے اور بعض اوقات شیطان کا غلبہ زیادہ رہتا ہے اور بعض اوقات ہر صورت ایک ہی غالب رہتا ہے اور دوسرا مغلوب۔

تیسرا قسم:۔ ایمان سے بھرا ہوا دل جو نور ایمانی سے چمک رہا ہے جس سے تمام حجابات شہوانی دور ہو چکے ہیں۔ ظلمات کافور ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ ایسا دل رکھنے والے سینے میں نور ایمانی کی روشنی ہے جسمیں ایسی حرارت موجود ہے کہ وسواسات اس کے قریب جائیں تو جل کر راکھ ہو جائیں۔ گویا وہ دل اس آسمان کی مانند ہے جس کی ستاروں سے حفاظت کی گئی ہے۔ اگر کوئی شیطان اس کے قریب جاتا ہے تو چنگاڑا کھا کر جل جاتا ہے۔

مومن کی حرمت و عزت آسمان سے زیادہ ہے

یہ بخوبی یاد رکھنا چاہئے کہ آسمان مومن سے زیادہ با حرمت نہیں

مومن کی عزت و حرمت آسمان سے کہیں اعلیٰ و برتر ہے، اور آسمان سے کہیں زیادہ خدا تعالیٰ مومن کی حفاظت کرتا ہے۔ آسمان مستقر وحی فرشتوں کی آماجگاہ اور انوار طاعات کا مقام ہے۔ مگر مومن کا دل مستقر توحید۔ منبع محبت۔ چشمۂ معرفت اور سرچشمۂ ایمان ہے۔ جس میں توحید الٰہی۔ محبت خداوندی۔ معرفت الٰہی۔ اور ایمان باللہ کا نور جگمگا رہا ہے۔ تو یقیناً وہ اس قابل ہے کہ دشمن کی فریب کاریوں سے اسے محفوظ رکھا جائے اور اس کی حفاظت کی جائے تاکہ وہ جھپٹ کے سوا کسی صورت اس کا نقصان نہ کر سکے۔

دل کی مثال تین قسم کے مکان

اس کی بہترین مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ مکانات تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اوّل شاہی مکان جس میں شاہی جواہرات شاہی خزانے اور شاہی ذخیرے جمع ہوتے ہیں دوم انسان کا اپنا مکان جس میں صرف اس کے اپنے جواہرات و ذخائر او رخزانے ہوتے ہیں لیکن وہ شاہی خزانوں اور شاہی ذخیروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ سوم خالی مکان جس میں صفر بھی نہیں۔ تو بتلائیے چور کس مکان کو نقب لگائے گا؟ اور کس سے چوری کریگا؟ اگر آپ کہیں کہ خالی مکان سے کچھ چرانا محال ہے کیونکہ اس میں چرانے کی کوئی چیز ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ یہودی کہتے ہیں نماز میں ہمیں وسوسہ نہیں آتا، تو ابن عباس نے خوب جواب دیا کہ

وَمَا يَصْنَعُ الشَّيْطَانُ بِالْقَلْبِ الْخَرَابِ — خراب شدہ دل کو شیطان اور کیا کرتا ہے؟

اگر آپ کہیں کہ شاہی مکان سے بھی چوری کرنا محال ہے کیونکہ اس پر محافظ و پہرہ دار ہوتے ہیں، اور اتنا سخت پہرہ ہوتا ہے کہ چور اس کے قریب تک نہیں جا سکتا۔ اور یہ بالکل درست ہے کیونکہ بادشاہ خود بنفسہٖ اس کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اس کے اردگرد بیشمار فوجیں اور لشکر بھی سنگینیں لئے موجود ہوتے ہیں۔ لہذا اب چور کے لئے صرف تیسرا گھر ہی باقی رہ جاتا ہے جس پر وہ خوب ڈاکے ڈالتا ہے۔

اب دانشمند انسان کو اس مثال میں پوری طرح غور کرنا چاہئے اور مکانوں کے بجائے دلوں پر چسپاں کرنا چاہئے۔ تو تمام دل بعینہٖ ان مکانوں کی مثل معلوم ہونگے۔

اوّل وہ دل جو ہر خیر و بہتری سے خالی ہو۔ یہ کافر و منافق کا دل ہے یہی گھر بیت الشیطان یعنی شیطان کا گھر ہے۔ جو اس نے اپنے لئے وقف کر رکھا ہے اور اپنا مسکن بنا

قیام گاہ اور مستقر (اڈہ) بنا رکھا ہے تو اس کو اس سے کیا چرانا ہے؟ جبکہ اس کے اپنے ہی ذخائر و خزینے یعنے شکوک و خیالات اور شبہات و وسواسات پڑے ہیں؟

دوم وہ دل جو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال، محبت و مراقبت اور حیا سے بھر چکا ہے۔ ایسے دل پر کس شیطان کو ہمت پڑ سکتی ہے؟ اور کون شیطان جرارت کر سکتا ہے؟ اور بفرض محال اس سے کوئی چیز چوری کرنا چاہے گا تو کیا چرائیگا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کبھی انسان کی غفلت و بے خبری میں کسی وقت جھپٹ مار کر چھین لینے میں کامیاب ہو جائیگا تو بعید از عقل نہیں ممکن ہے کیونکہ غفلت و نسیان تو پھر بھی اس کا فطری خاصہ ہے آخر وہ بشر ہے۔ اور بشریت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بھول جاتا ہے اس سے غفلت ہو جاتی ہے ذہول و نسیان ہو جاتا ہے اور پھر غلبۂ طبع بھی موجود ہے۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ایک آسمانی کتاب میں ہے

لَسْتُ اَسْكُنُ الْبُيُوْتَ وَلَا تَسَعُنِيْ	میں گھروں میں سکونت نہیں کیا کرتا۔ اور نہ ہی
وَاَيُّ شَيْءٍ يَسَعُنِيْ وَالسَّمٰوٰتُ	گھروں میں سما سکتا ہوں اور مجھے کون سی چیز
حَشْوُ كُرْسِيِّيْ؟ وَلٰكِنْ اَنَا فِيْ قَلْبِ	اپنے اندر سما سکتی ہے۔ حالانکہ تمام آسمان تو
الْوَادِعِ التَّارِكِ لِكُلِّ شَيْءٍ سِوَايَ	میری کرسی میں سمائے ہوئے ہیں۔ ہاں میں ہوں

تو اس شخص کے دل میں جس نے میرے سوا تمام چیزوں کو خیر باد کہہ دیا ہے اور صرف مجھ سے لو لگائی ہے۔

یہی معنی حدیث ذیل کا ہے کہ

مَا وَسِعَتْنِيْ سَمٰوٰتِيْ وَلَا اَرْضِيْ	مجھے میرے آسمان و زمین اپنے اندر نہیں
وَوَسِعَنِيْ قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ	سما سکتے۔ مگر مرد مومن کا دل مجھے اپنے اندر سما سکتا ہے۔

سوم وہ دل جس میں خدا تعالیٰ کی توحید، محبت، معرفت، ایمان باللہ اور اسکے

وعدہ وعید کی تصدیق موجود ہوتی ہے، ساتھ ہی اس میں شہوات نفسانیہ دعاوات نفسانی اور دواعی طبع و خواہشات بھی موجود ہوتے ہیں۔ غرضیکہ دل کو دو قسم کے دواعی گھیرے ہوتے ہیں اور وہ بالکل ان کے درمیان ہوتا ہے کبھی ایمان و معرفت، محبت الٰہی اور ارادت خداوندی کی دعوت دینے والے کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کبھی خواہشات و طبیعت کی طرف دعوت دہندہ شیطان کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو ایسے دل کے متعلق شیطان کو بہت بڑی امیدیں ہوتی ہیں ہر وقت اس پر وار چلاتا ہے اور قسم قسم کے نقصانات کرتا ہے۔ رہی نصرت و کامیابی تو عز و جل جسے چاہے عنایت فرماتا ہے۔ کیونکہ

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (آل عمران۔ ع ۱۳) نصرت صرف خدائے عزیز و حکیم کی جانب سے ہی عنایت ہوا کرتی ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے! کہ جو اسلحہ و ہتھیار اس دل کے ہاں موجود ہوتے ہیں۔ انھیں سے شیطان کو قوت و قدرت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اپنے ہی اسلحہ و ہتھیار اس کے ہاں موجود پاتا ہے۔ لہٰذا وہ انھیں کو لے کر اس سے لڑنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ اسکے ہتھیار کیا ہیں؟ یہی شہوات و شبہات خیالات و سواسات اور جھوٹی امیدیں ہی اس کے اسلحہ جات ہیں جو دل میں موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب شیطان اس کے ہاں جاتا ہے تو اسے جنگی سامان سے تیار پاتا ہے۔ اس لئے انھیں کو اٹھا کر دل پر حملہ آور ہوتا ہے اگر انسان کے ہاں اس جنگی سامان کے برابر یا زیادہ ایمان و اخلاص کا حربہ و سامان بروقت تیار موجود ہو جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکے تو شیطان سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر ایمانی حربہ موجود نہیں تو دشمن غالب رہے گا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ لیکن جب انسان خود ہی شیطان کو بلا کر اپنے گھر کی چابیاں حوالے کر دے اور اسے اندر داخل کر کے تمام ہتھیار اسے دیدے جن سے وہ اسی پر حملہ کر دے تو انسان خود قابل نفرین و ملامت ہوگا۔

فَنَفْسَكَ لُمْ وَلَا تَلُمِ الْمَطَايَا
وَمُتْ كَمَدًا فَلَيْسَ لَكَ اعْتِذَارُ

لہذا سواریوں کو ملامت نہ کیجئے۔ بلکہ اپنے نفس کو ملامت کیجئے۔ اور غم سے مرتے رہئے اب تمہیں عذر کرنے کا حق نہیں رہا۔

حدیث حارث کے لفظ وَاٰمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ الخ کی تشریح

اب ہم حدیث حارث کے بقیہ الفاظ کی تشریح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جس میں شیطان سے بچنے کی چیزوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَاٰمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهُ وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

میں تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی جماعت میں کستوری کی تھیلی لئے موجود ہو۔ جس کی خوشبو سے سب کا دماغ معطر ہوتا ہے یا اپنا ہی معطر ہو، اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔

آنحضرت نے اس روزہ دار کی مثال تھیلی والے سے دی ہے جس میں کستوری بھری ہو۔ کیونکہ کستوری کی تھیلی آنکھوں سے اوجھل کپڑوں کے نیچے ہوا کرتی ہے جیسا کہ عطاروں اور کستوری والوں کی عادت ہے بعینہ اسی طرح روزہ دار کا روزہ لوگوں کے مشاہدہ سے مخفی و مستور ہوتا ہے، اور حواس ظاہری کے ادراک سے باہر ہوتا ہے۔

روزہ شرعی

رہا یہ کہ صائم یعنی روزہ دار کون ہوتا ہے؟ تو خوب جان لیجئے کہ روزہ دار وہ ہوتا ہے کہ جس کے اعضاء وجوارح گناہوں سے، زبان کذب و فحش اور جھوٹے کلام سے، پیٹ کھانے پینے سے اور فرج زنا سے محفوظ ہو، لہذا جب وہ بولے گا تو زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالے گا۔ جس سے اس کا روزہ مجروح ہو یا کوئی کام کرے گا

تو ایسا فعل ہرگز نہیں کریگا جس سے روزہ فاسد ہوتا ہو۔ اگر اس نے ایسا کیا تو یقیناً اس کے منہ سے جو کلمہ نکلے گا صالح و فائدہ مند ہوگا علی ہذا القیاس جو عمل کریگا صحیح و درست کرے گا۔ لہٰذا یہ کلمات و اعمال اس خوشبو کی مانند ہیں۔ جو کستوری والے کے پاس بیٹھنے والے کے دماغ کو معطر کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح جو شخص روزہ دار کے پاس بیٹھتا ہے، اس کی مجلس سے کچھ نہ کچھ فائدہ لے اٹھتا ہے اور کذب و فجور اور ظلم و جھوٹ سے بچا رہتا ہے۔ یہ ہے روزۂ شرعی نہ یہ کہ صرف کھانے پینے سے منہ بند کرلے۔ اور باقی سب کچھ وہائے چلا جائے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ	جو شخص جھوٹ بولے جھوٹ پر عمل کرے اور جاہلانہ افعال کو ترک نہ کرے تو خدا کو اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

نیز ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے۔

رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهٗ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ	اکثر روزہ داروں کو بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لہٰذا روزہ وہی ہے کہ اعضاء و جوارح گناہوں سے بند ہوں اور پیٹ کھانے پینے سے بند ہو کیونکہ جس طرح اکل و شرب روزہ کو توڑ دیتا ہے اور فاسد کر ڈالتا ہے اسی طرح گناہ بھی روزہ کا ثواب منقطع کر دیتا اور اس کا ثمرہ خراب و برباد کر ڈالتا ہے حتیٰ کہ روزہ دار بالکل بمنزلہ بے روزہ ہو جاتا ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری سے زیادہ خوشبودار ہونا قیامت کو ہوگا یا دنیا میں بھی؟

پھر یاد رکھئے! روزہ دار کے منہ کی بو کے متعلق اختلاف ہے کہ اسکا

بوجود دنیا میں ہوتا ہے یا آخرت میں ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں۔ اور دو استادوں یعنی ابو محمد بن عبدالسلام اور ابو عمرو بن صلاح کے مابین اس کے متعلق نزاع چل گئی کہ یہ بو دنیا میں بھی ہوتی ہے یا صرف آخرت میں ہوگی تو ابو محمد اس طرف مائل ہوئے کہ یہ صرف آخرت میں ہی ہوگی اور اس کے ثبوت میں ایک کتاب لکھ ڈالی اور شیخ ابو عمرو اس طرف مائل ہو گئے کہ یہ دنیا و آخرت دونوں میں ہوتی ہے۔ آپ نے بھی اپنے ثبوت میں ایک کتاب لکھ ڈالی جس میں ابو محمد کا رد کیا اور اس مسئلہ میں آپ یعنی ابو عمرو نے ابو حاتم بن حبان کا مسلک اختیار فرمایا ہے کیونکہ ابو حاتم نے اپنی صحیح میں پہلے اس مسئلہ کے متعلق یوں باب باندھا ہے کہ ذکر البیان بان خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ تعالیٰ من ریح المسک یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بگڑی ہوئی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے، پھر اعمش کی وہ حدیث لائے ہیں جو بواسطہ ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامُ وَالصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔ ؎۱

آدمی کے جملہ اعمال اسی کے ہوتے ہیں لیکن روزہ میرا ہوتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا اور روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔

؎۱ اسے بخاری و مسلم وغیرہما نے بالفاظ مختلف روایت کیا ہے۔ "خُلُوْفُ" بفتح فاء وضم لام کھانا پینا ترک کرنے سے منہ کی خراب ہوا کا نام ہے۔ اور سفیان بن عیینہ سے عزوجل کے ارشاد گرامی کل عمل بن ادم له الا الصوم فانه لی (یعنی انسان کے تمام عمل اسی کے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ قیامت کے دن جب عزوجل حساب لیں گے تو انسان کے تمام عمل ان مظالم کے عوض لوگوں کو دیدیں گے جو انسان کے ذمہ ہوں گے حتی کہ صرف روزہ ہی باقی رہ جائیگا تو عزوجل اس کے باقی مظالم کو خود اپنے ذمے لیکر

اس کے بعد دوسرا باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے ذکر البیان بان خلوف فم الصائم یکون اطیب عند اللہ من ریح المسک یوم القیمۃ یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوگی پھر ابن جریج کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ ابو عطاء ابو صالح زیات سے مروی ہے کہ اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِہٖ وَاِذَا لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالیٰ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا انسان کے جملہ اعمال اس کے اپنے ہوتے ہیں مگر روزہ میرا ہے اور میں ہی اسکی جزا دونگا اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلعم کی جان ہے یقیناً روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے ہاں قیامت کے دن کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ ہوگی اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک افطاری کے وقت دوسری جب خدا سے ملاقی ہوگا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔

اسے جنت میں داخل کردیگا۔ ابی عبیدہ سے مروی ہو کہ روزہ میں ریا نہیں آتی جیسا کہ دوسرے عملوں میں آجاتی ہے بعض نے اسکا مطلب یہ بتایا ہو کہ میں ہی اس کی جزا دونگا اور صرف مجھے ہی یہ علم ہو کہ اس کے ثواب کی مقدار کیا ہو؟ اور یہ کتنے گنا بڑھ سکتا ہو؟ کیونکہ بعض عملوں کا ثواب عزوجل نے بتا دیا ہو کہ دس سو سات سو تک ہوتا ہو مگر روزہ کا ثواب کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر ہو؟ کیونکہ وہ صرف میرے لئے ہو اور میں ہی اسکا بےحساب اجر دونگا بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہو کہ روزہ خدا کو سب عملوں سے زیادہ محبوب اور وہی خدا کے ہاں سب سے مقدم ہو۔ ابن عبدالبر کا قول ہو کہ تمام عملوں پر روزہ کی فضیلت کیلئے عزوجل کا یہی قول کافی ہو کہ الصوم لی یعنی روزہ میرے لئے ہو۔ حافظ ابن حجر نے اس مسئلہ پر نہایت لمبی چوڑی بحث کی ہے۔ (فتح الباری جلد ۴)

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دوسری امتوں سے فرق کے لئے مومنوں کی پہچان تحجیل یعنی اعضائے وضو کی چمک سے ہوگی۔ جو دنیا میں وضوء کی وجہ سے دھوتے رہے۔ اسی طرح قیامت کو روزہ داروں کی شناخت کے لیے ان کے لئے ان کے مونہوں کی بو کستوری سے زیادہ خوشبو میں بدل جائیگی تاکہ وہ اس عمل کی وجہ سے تمام لوگوں سے خود بخود پہچانے جا سکیں۔ جعلنا اللہ منہم

بعد ازاں ایک اور باب باندھتے ہیں جسکا عنوان ہے ذکر البیان بان خلوف فم الصائم قد یکون ایضا اطیب من ریح المسک فی الدنیا یعنی یہ بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو کبھی دنیا میں بھی کستوری کی خوشبو سے زیادہ ہوتی ہے۔

پھر شعبہ کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ سلیمان ذکوان سے وہ ابو ہریرہ سے اور ابو ہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

كُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا ابْنُ آدَمَ لِعَشْرِ	انسان جو نیکی کرتا ہے وہ ثواب میں دس سے
حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمَائَةِ ضِعْفٍ	سات سو تک چلی جاتی ہیں عزوجل فرماتے ہیں لیکن
يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمُ فَهُوَ	روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا میرے
لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ الطَّعَامَ مِنْ	لئے کھانا چھوڑتا ہے اور میری خاطر ہی پینا ترک
اَجْلِيْ وَالشَّرَابَ مِنْ اَجْلِيْ وَاَنَا	کرتا ہے لہذا میں ہی اس کا بدلہ دونگا اور روزہ
اَجْزِيْ بِهٖ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ	دار کے لئے دو فرحتیں ہوتی ہیں ایک فرحت اس وقت
فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ حِيْنَ	جب روزہ افطار کرتا ہے دوسری فرحت جب
يَلْقٰى رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ وَلَخُلُوْفُ فَمِ	خدا تعالیٰ سے ملاقات کریگا۔ اور طعام سے
الصَّائِمِ حِيْنَ يَخْلُفُ مِنَ الطَّعَامِ	فراغت کے وقت روزہ دار کے منہ کی بد بو
اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔	خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے۔

اور ابو محمدؒ نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں وہ خوشبو قیامت کے روز سے مقید ہے۔

میں (ابن قیمؒ) کہتا ہوں ابو محمد کے اس قول کی شاہد وہ متفق علیہ حدیث بھی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ مَکْلُوْمٍ	اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان
یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ	ہے خدا تعالیٰ کے راستے میں زخمی انسان۔
بِمَنْ یُّکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِہٖ اِلَّا جَآءَ	اور خدا کو ہی زیادہ علم ہے کہ کون اس کے راستہ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَکَلْمُہٗ یَدْمٰی اَللَّوْنُ	میں زخمی ہوا؟ قیامت کو بہتے خون ہی میں ہوگا
لَوْنُ دَمٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ مِسْكٍ [1]	رنگ خون کا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔

تو اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تبلایا ہے کہ مجروح فی سبیل اللہ کے زخم کی بو قیامت کو کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی۔

اور یہ حدیث خلوف فم الصائم والی حدیث کی نظیر ہے کیونکہ دنیا میں تو حواس یہی پتہ دیتے ہیں کہ وہ خون ہے اور وہ بو ہے، ہاں یہ بجا ہے لیکن عزوجل ان دونوں (خون شہید و خلوف صائم) کو قیامت کے دن کستوری سے بدل دے گا۔

اور شیخ ابو عمروؒ نے ابو حاتم کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں خلوف کو طعام سے فراغت کے وقت سے مقید فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خلوف دنیا میں موجود ہے۔ کیونکہ جب مبتدا خلوف فم الصائم کو ظرف حین یخلف من الطعام سے مقید کیا گیا۔ تو اس کی خبر اطیب عند اللہ بحالت تقیید کی خبر ہوگی کیونکہ مبتدا کو جب وصف یا حال یا ظرف سے مقید کر دیا جائے تو اس کی خبر

---

[1] بخاری و مسلم از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

بھی تقییدی حالت کی خبر ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی خوشبو خدا تعالیٰ کے نزدیک فراغت طعام کے وقت ہی ثابت ہوتی ہے۔

ابو عمرو فرماتے ہیں، اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أُعْطِيَتْ أُمَّتِي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسٌ	میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ چیزیں عنایت کی گئی ہیں۔

پھر اس حدیث کو بیان کرتے چلے گئے اور یہ الفاظ پڑھے۔

وَاَمَّا الثَّانِيَةُ فَاِنَّهُمْ يُمْسُوْنَ وَرِيْحُ اَفْوَاهِهِمْ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ	دوسرے وہ لوگ جو شام کرتے ہیں۔ تو ان کے مونہوں سے بو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

بعد ازاں شارحین نے طیب کے معنی اور طیب کی تاویل کے متعلق جو کلام کیا ہے اسے ذکر کیا ہے کہ طیب کا فلاں معنی ہے اور طیب سے مطلب روزہ دار کی مدح وثنا اور اس کے اس فعل پر رضا مندی کا اظہار رہے۔ اور بس جیسا کہ اکثر شارحین کی یہ عادت ہے کہ وہ بلا ضرورت ہر چیز کی اس قدر تاویلیں کرتے پھرتے ہیں گویا تاویلات میں عزوجل کی خاص برکت رکھی ہوئی ہے جس پر ٹوٹ مرے ہیں یا انھوں نے اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ آخر اس تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ اطیب عند اللہ من ریح المسک سے مراد فاعل کی مدح کرنا اور اس کے اس فعل پر اسے شاباش دینا مقصود ہے؟ اور پھر ایسی تاویل سے فائدہ ہی کیا کہ لفظ اپنی اصل حقیقت سے ہی خارج ہو جائے؟ اکثر ایسے لوگ کسی لفظ کا خود ہی ایک معنی گھڑ لیتے ہیں۔ بعد ازاں خود ہی مدعی بن بیٹھتے ہیں کہ فلاں نص کے فلاں لفظ سے یہی معنی مراد ہے جو ہم نے بیان کیا۔ حالانکہ نہ انھیں یہ پتہ ہے کہ

فلاں لفظ کا استعمال اس کے ان معین کردہ معنوں میں ہوتا بھی ہے یا نہیں ؟ اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ لغوی لحاظ سے یہ لفظ کون سے معنی کا احتمال رکھتا ہے ؟ اور یہ واضح امر ہے کہ اس طرح کے بے تکے معنی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کی شہادت دینا ہے کہ شارع علیہ السلام کے کلام کا فلاں فلاں مطلب یہی ہے کیونکہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں لفظ فلاں معنی کے لئے موضوع ہے یا عرف شارع میں اس کا یہ معنی ہے۔ یا عادت مطردہ کی رو سے اس کا یہی معنی ہے یا اس لفظ کا اکثر استعمال فلاں معنی میں ہی ہوتا ہے یا شارع نے فلاں لفظ کی فلاں تفسیر فرمائی ہے۔ تو یا تو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا، ورنہ وہ ایک جھوٹی شہادت ہوگی جس کی اولی صورت یہ ہے کہ وہ علم کے بغیر دی گئی ہو۔ یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ لوگ تمام خوشبوؤں سے کستوری کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت نے مثال دے کر سمجھایا کہ خدا تعالی کو روزہ دار کے منہ کی بدبو ایسی اچھی لگتی ہے جیسی ہمیں کستوری، بلکہ اس سے بھی زیادہ رہی خدا تعالی کی طرف اسے طیب و بہتر سمجھنے کی نسبت۔ تو یہ کوئی نئی نسبت نہیں بلکہ بعینہ ایسے ہے جیسے ہم اس کی جملہ صفات اور اس کے تمام افعال کو اس کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کو خدا تعالیٰ کا طیب سمجھنا مخلوق کے بہتر سمجھنے کے مماثل نہیں، جیسا کہ اس کی رضا غضب کسی چیز سے خوش ہونا۔ کسی کو ناپسند فرمانا کسی سے محبت کرنا کسی کو دشمن جاننا مخلوق کے رضا و غضب، خوشی و کراہت اور حب و بغض کے مماثل نہیں۔ جس طرح اس کے افعال مخلوق کے افعال کے مشابہ نہیں اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں، اس کے افعال مخلوق کے افعال کے مشابہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اس کے بہتر سمجھنے اور ہمارے بہتر سمجھنے میں کوئی مشابہت نہیں۔

دیکھئے ! اللہ تعالی کلمات طیبہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اسی طرح عمل صالح کو پسند فرما کر اوپر اٹھا لیتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ — کلمات طیبہ اس کی طرف صعود کرتے ہیں اور
الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (فاطر۔ ع۲) — عمل صالح کو اپنی طرف اٹھالیتا ہے۔

تو عزوجل کا یہ پسند فرمانا ہمارے پسند کرنے کی طرح نہیں۔

پھر اس کی یہ تاویل بھی رفع اشکال نہیں کرسکتی کیونکہ جو اشکال اسے استطابہ (یعنی بدبو کو خدا تعالیٰ کے بہتر سمجھنے) میں آتا ہے ویسا ہی خدا تعالیٰ کی رضا پر وارد ہوتا ہے۔ اگر کہے کہ وہ رضا مخلوق کی رضا جیسی نہیں تو جواب دینا چاہیے کہ یہ اچھا جاننا بھی مخلوق کے اچھا جاننے کی طرح نہیں اور یہی پراگندہ آنے والے مسائل کی بنیاد ہے۔

پھر ابو عمرو تقیید قیامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث میں یوم قیامت کا اس لئے ذکر کیا گیا کہ روز جزا ہے اور اسی دن ہی اعمال تلنے سے پتہ چلے گا کہ خلوف (منہ کی بدبو) رضائے الٰہی کی خاطر بدبو دور کرنے کے لئے لگائی ہوئی کستوری سے بھی فائق و راجح ہے۔ جیسا کہ اس نے مساجد اور نماز وغیرہ عبادت کے لئے بدبو رفع کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے تو بعض روایات میں روز قیامت کو خصوصاً اسی طرح ذکر فرمادیا جیسا کہ اس آیت

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ — یقیناً لوگوں کا رب ان کے متعلق اس
(عادیات۔ ع۱) — قیامت کے دن باخبر ہوگا۔

میں خاص فرمایا ہے۔ اور باقیوں میں اس لئے مطلق چھوڑ دیا کہ اس کی اصل افضلیت دونوں جہان میں ثابت ہے۔

میں (ابن قیم) کہتا ہوں۔ تعجب ہے کہ آپ ابو محمدؒ کا اس چیز میں رد کرتے ہیں جس سے نہ انھیں انکار ہے نہ اور کوئی انکار کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں استطابت مذکورہ (خدا تعالیٰ کا اس بدبو کو دنیا میں بہتر سمجھنا) حاصل ہونے کی تفسیر جو آپ نے روزہ دار کی بارگاہ الٰہی سے مدح و ثنا اور روزہ رکھنے پر خدا کی رضامندی سے کی ہے وہ تو ایک ایسا امر ہے جس سے

کسی مسلمان کو انکار نہیں کیونکہ عزوجل نے خود اپنی کتاب قرآن مجید میں نیز ان احادیث میں روزہ داروں کی مدح وثنا فرمائی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزوجل کیطرف سے لوگوں کو بیان فرمائی ہیں اور ان کے اس فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا ہے۔ لہذا اگر وہی استطابت (بدبو کو بہتر سمجھنا) ہے۔ تو کیا آپ شیخ ابو محمدؒ کو اس سے منکر تصور کرتے ہیں؟ انھیں تو اس سے ہرگز انکار نہیں۔ شیخ ابو محمدؒ نے جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ اس بدبوئی کی خوشبو کا کستوری کی خوشبو پر فوقیت کا ظہور اس دن ہوگا جس دن خون شہیداں کی خوشبو ظاہر ہوگی اور وہ کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی اور یقیناً اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ظہور قیامت کے روز ہوگا۔ کیونکہ روزہ دار جب اس دن پیش ہوگا تو اس کے منہ کی بدبوئی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگی جیساکہ اس دن مجروح وشہید فی سبیل اللہ حاضر ہوگا، تو اس کے خون کی مہک کستوری کی طرح ہوگی۔ حالانکہ جہاد روزہ سے افضل ہے تو اگر خون شہید کی مہک کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ تو روزہ دار کی خوشبو کا بھی قیامت کو ہی ظہور ہوگا۔

رہی جابر کی حدیث

فَإِنَّهُمْ يُمْسُوْنَ وَخَلُوْفُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ — وہ شام کرتے ہیں اور ان کے مونہوں کی بدبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہوگی۔

تو یہ جملہ خبریہ نہیں، بلکہ حالیہ ہے۔ کہ اس کے (امسا) شام کرنا) کی خبر مقرون بالواؤ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مبتدا کی خبر ہے۔ لہذا اسے واو کے ساتھ مقرون کرنا جائز نہیں۔ اور اگر جملہ حالیہ ہو تو ابو محمد یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ حال مقدرہ ہے اور حال مقدرہ اپنے عامل فعل کے زمانہ سے موخر کرنا جائز ہے۔ اسی لئے اگر ایسی صورت اس مسئلہ میں قیامت کے دن سے تصریح کرنا چاہیں اور یوں کہیں

يُمْسُوْنَ وَخَلُوْفُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ — شام کرتے ہیں حالانکہ ان کے مونہوں کی بدبو

مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — قیامت کے دن کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہو گی۔

تو ترکیب فاسد نہ ہو گی۔ گویا اس نے کہا ہے۔

يُمْسُوْنَ وَحَالُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ — شام کرتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی یہ حالت ہو گی۔

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ

لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ حِيْنَ يَخْلُفُ الخ — جب روزہ دار طعام سے ہٹتا ہے" تو اس کے منہ کی بدبو" الخ

تو یہ ظرف تحقیق بتدا کے لئے ہے۔ یا اس کی تاکید ہے اور اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ یہاں وہی حقیقت مراد ہے جو اس سے سمجھی گئی ہے۔ نہ مجاز مراد ہے نہ استعارہ۔ اور یہ ایسے ہے جیسے آپ کہیں۔

جِهَادُ الْمُؤْمِنِ حِيْنَ يُجَاهِدُ وَصَلَاتُهُ حِيْنَ يُصَلِّيْ يَجْزِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَرْفَعُ بِهَا دَرَجَتَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ — مومن کا جہاد کرنا، جب جہاد کرتا ہے" اور اسکا نماز پڑھنا، جب نماز پڑھتا ہے، قیامت کو عزوجل اس کی جزا دیں گے اور ان کے ذریعے قیامت کو اس کے درجات بلند کرے گا۔

اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے قریب ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا

لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ" وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ — زانی زنا نہیں کرتا جبکہ" زنا کرتا ہے" بحالیکہ وہ مومن ہو اور شراب نہیں پیتا۔ جس وقت کہ شراب پیتا ہے حالانکہ وہ مومن ہو۔

یہاں فقط مباشرت و شراب پینے کی حالت میں ہی ایمان مطلق کی نفی کو مقید کرنا مراد نہیں کہ جب مباشرت ختم ہو جائے یا شراب پینے سے فارغ ہو جائے تو پھر اس کی طرف ایمان لوٹ آئے گا۔ اور وہ مومن بن جائے گا بلکہ یہ نفی توبہ تک جاری و مستمر ہے، اگر توبہ تک اس

نفی کا استمرار نہ رکھا جائے، تو خواہ وہ زنا و شراب کا ارتکاب نہ کرے جب تک ان پر اصرار رکھے اور ڈرتا ہے، نفی موجود رہے گی، نہ مذمت سے بچ سکے گا۔ اور نہ ہی اس سے وہ احکام مل سکیں گے جو ان کے ارتکاب سے اس پر مرتب ہوں گے الآیہ کہ توبہ نصوح یعنی پختہ توبہ کرے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

مسئلہ مذکور کے متعلق مصنّف کا اہم فیصلہ

مسئلہ ہذا کی نزاع کا فیصلہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ احادیث نبوّت صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری کی مانند خوشبو دار ہو جانا دو اوقات سے مقید ہے۔ اوّل قیامت کے دن سے دوّم طعام سے فراغت، اور شام کو افطاری کے وقت سے۔ جن میں قیامت کے دن کا ذکر ہے وہ اس لئے کہ یہی وقت ثواب اعمال اور اچھے بُرے عملوں کے نتائج کے ظہور کا اصلی وقت ہے لہذا اسی وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ خلوف کی بو کستوری کی خوشبو کی مانند ہے اور اس کے بے شمار نظائر موجود ہیں۔ مثلاً فی سبیل اللہ کا خون قیامت کے دن کستوری کی طرح مہکتا ہوگا۔ قیامت کے دن ہی دل کے اندرونی خفیہ راز چہروں پر ٹپک رہے ہوں گے اور خفیہ کی بجائے بالکل علانیہ کی صورت اختیار کرلیں گے علی ہذا القیاس قیامت کے روز ہی کفار کے کفر کی نجاست وگندی بدبو کا پتہ چلے گا اور انکے چہروں کی سیاہی کا ظہور ہوگا (ورنہ آج تو اکثر کفار کے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے دمکتے دکھلائی دیتے ہیں) دوسری صورت جن میں "خلوف" کا خوشبو دار ہونا۔ طعام سے فراغت اور شام کے وقت سے مقید ہے۔ تو یہ اس لئے کہ یہ عبادت کے اثر کے ظہور کا وقت ہے۔ اور اس وقت اس کی خوشبو خدا تعالی اور ملائکہ الہی کے نزدیک "کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ بُو انسانوں کے نزدیک بُری ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اکثر ایسی چیزیں موجود ہیں جو بندوں کو بُری لگتی ہیں مگر خدا کو محبوب وپسند ہوتی ہیں وبالعکس نیز کیونکہ لوگوں

گو تو وہ طبعی نفرت کے باعث بری لگتی ہے مگر عزوجل انھیں اس لئے پسند فرماتا ہے اور اس لئے راضی ہوتا ہے کہ اس کے فرمان اور اس کی رضا و محبت کے موافق ہے۔ لہٰذا اس کے نزدیک ویسے ہی اطیب و بہتر ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاں کستوری کی خوشبو بہتر و اطیب ہوتی ہے لیکن جب قیامت کا دن ہوگا تو اس وقت لوگوں پر اس کی خوشبو ظاہر ہوگی اور خفیہ کے بجائے علانیہ معلوم ہوگی۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس جملہ اچھے بُرے عملوں کے نتائج و آثار سب کا اسی دن ظہور کامل ہوگا اور آخرت کو ہی علانیہ کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور بعض دفعہ تو عمل میں اس قدر قوت و طاقت موجود ہوتی ہے کہ دنیا میں ہی اس کا کچھ نہ کچھ اچھا برا اثر انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ نظر و فکر دونوں سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اِنَّ لِلْحَسَنَةِ ضِيَاءً فِي الْوَجْهِ وَنُوْرًا فِي الْقَلْبِ وَقُوَّةً فِي الْبَدَنِ وَسَعَةً فِي الرِّزْقِ وَمَحَبَّةً فِي قُلُوْبِ الْخَلْقِ وَاِنَّ لِلسَّيِّئَةِ سَوَادًا فِي الْوَجْهِ وَ ظُلْمَةً فِي الْقَلْبِ وَوَهْنًا فِي الْبَدَنِ وَنَقْصًا فِي الرِّزْقِ وَبُغْضَةً فِي قُلُوْبِ الْخَلْقِ ۔	نیکی سے چہرے پر نور دل میں روشنی بدن میں قوت، رزق میں فراخی ہوتی ہے اور لوگوں کے دل میں آدمی کی محبت بیٹھتی ہے مگر برائی سے چہرہ سیاہ دل میں ظلمت بدن میں کمزوری رزق میں کمی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں مبغوض ہو جاتا ہے۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

مَا عَمِلَ رَجُلٌ عَمَلًا اِلَّا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رِدَاءَهٗ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ ۔	ہر عمل کے عوض انسان کو عزوجل اسی قسم کی چادر پہنا دیتا ہے۔ نیک ہوں تو اچھی، بد ہو تو بری چادر پہناتا ہے۔

اور یہ ایک بدیہی امر ہے ہر کوئی اسے جانتا ہے اور سب اس میں یکساں شریک ہیں۔ خواہ ارباب بصیرت ہوں یا جاہل۔ حتیٰ کہ ایک نیک پاک اور اچھے شخص سے خود بخود اچھی خوشبو آتی ہے خواہ خوشبو نہ بھی لگائی ہو۔ گویا اس کی روحانی خوشبو اس کے بدن اور کپڑوں پر مہک رہی ہوتی ہے اسی طرح ایک فاجر شخص سے اس کے بالعکس مگر خواہشات کے زکام کے مارے ہوئے شخص کو نہ اس کی خوشبو آتی ہے نہ فاجر کی بدبو۔ بلکہ اس کا زکام اسے خوشبو و بدبو کا اقرار نہیں کرنے دیتا۔

غرض یہ تھا اس مسئلہ کے متعلق فصل خطاب واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

حدیث حارث کے جملہ وامرکم بالصدقۃ کی تشریح

اب پھر ہم حارث رضی کی طویل حدیث کی طرف آتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

وَاٰمُرُکُمْ بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِکَ مَثَلُ رَجُلٍ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَاَوْثَقُوْا يَدَهٗ اِلٰی عُنُقِهٖ وَقَدَّمُوْهُ لِيَضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَقَالَ اَنَا اَفْدِيْ نَفْسِيْ مِنْكُمْ بِالْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَفَدٰى نَفْسَهٗ مِنْهُمْ

اور تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے دشمن نے پکڑ کر اس کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ دیئے ہوں اور قتل کرنے کے لئے قتل گاہ کی طرف لیجا رہا ہو اور وہ تھوڑا بہت دے کر اپنی جان چھڑا لے۔

یہ کلام بھی ایسا ہے جس کا منہ سے نکلنا ہی اس کی دلیل اور خود اس کا اپنا وجود اپنی دلیل ہے۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیونکہ صدقہ میں طرح طرح کی مصیبتوں کو دفع کرنے کی عجیب وغریب تاثیر ہے۔ خواہ فاسق و فاجر ظالم و کافر ہی کیوں نہ کرے کیونکہ صدقہ سے خدا تعالیٰ انسان سے قسم قسم کے مصائب دور کر دیتا ہے۔ اور یہ

ایک بدیہی امر ہے جسے خواص و عوام سب جانتے ہیں اور روئے زمین کے لوگوں کو اس کا اعتراف ہے۔ کیونکہ ان کی تجربہ شدہ چیز ہے۔

فضائل صدقہ وزکوٰۃ

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں انس بن مالک کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ	صدقہ غضب الٰہی کو مٹاتا ہے۔ بری موت سے بچاتا ہے۔

توجس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ بعینہ اسی طرح صدقہ غضب الٰہی کو بجھا دیتا ہے اور گناہوں اور خطا کاریوں کو مٹا ڈالتا ہے۔

اور ترمذی میں ہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا چلتے چلتے آپ کے قریب تر ہوتا گیا۔ آپ نے فرمایا۔

اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ ؟	میں تمہیں مختلف قسم کی نیکیاں نہ بتلاؤں؟
اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ شِعَارُ الصَّالِحِيْنَ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ	روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کو تہجد پڑھنا مومنین کی علامت ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی تتجافی یعنی ان کے پہلو بستر سے علیحدہ ہو جاتے ہیں امید و بیم سے خدا کو پکارتے ہیں۔ اور خدا کے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے۔

بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا	صبح سویرے صدقہ کیا کرو۔ کیوں کہ کوئی بلا صدقہ

يَتَخَطَّى الصَّدَقَةَ ۔ سے تجاوز کر کے انسان تک نہیں آسکتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ کرنیوالے کو اس شخص سے تمثیل دینا ہی صدقہ کی فضیلت کے لئے کافی ثبوت ہے کہ کسی کو دشمن پکڑ کر گردن ہاتھ سے باندھ کر قتل کرنے کے لئے قتل گاہ میں لیجا رہا ہو۔ تو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑالے۔ کیونکہ صدقہ انسان کے لئے عذاب خداوندی سے فدیہ بنجاتا ہے کیونکہ گناہ وخطا کاریاں انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہیں تو صدقہ آکر عذاب الٰہی سے فدیہ بنکر اسے چھڑا لیتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا کہ

يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ ۔

عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیور ہی کیوں نہ ہوں کیوں کہ میں نے دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھی ہیں۔

گویا آپ نے انھیں ایسی چیز کی ترغیب فرمائی جسے وہ آگ سے بچنے کیلئے اپنی جان کا فدیہ بنا سکیں۔

صحیحین میں عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ

عنقریب ہی (قیامت کے روز) عزوجل تم سے کسی ترجمان کے واسطہ کے بغیر گفتگو فرمانے والے ہیں تو آدمی ہر طرف نظر دوڑائیگا دائیں دیکھے گا تو اسے اپنا عمل نظر آئے گا۔ بائیں دیکھے گا تو ادھر بھی اس کا عمل ہوگا سامنے دیکھے گا تو سامنے آگ نظر آئے گی (تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے) لہذا آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ آدھی کھجور دے کر۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے

إِنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يُنْجِي الْعَبْدَ
مِنَ النَّارِ؟ قَالَ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ قُلْتُ
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَعَ الْإِيْمَانِ عَمَلٌ؟ قَالَ
أَنْ تَرْضَخَ مِمَّا خَوَّلَكَ اللّٰهُ أَوْ تَرْضَخَ
مِمَّا رَزَقَكَ اللّٰهُ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ
فَإِنْ كَانَ فَقِيْرًا لَا يَجِدُ مَا يَرْضَخُ؟
قَالَ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ
الْمُنْكَرِ قُلْتُ: إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ
أَنْ يَأْمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ
الْمُنْكَرِ؟ قَالَ فَلْيُعِنِ الْأَخْرَقَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَءَيْتَ إِنْ
كَانَ لَا يُحْسِنُ أَنْ يَصْنَعَ؟ قَالَ فَلْيُعِنْ
مَظْلُومًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ
إِنْ كَانَ ضَعِيْفًا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ
يُعِيْنَ مَظْلُومًا؟ قَالَ مَا تُرِيْدُ أَنْ
تَتْرُكَ فِي صَاحِبِكَ مِنْ خَيْرٍ؟
يُمْسِكُ أَذَاهُ عَنِ النَّاسِ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَعَلَ

کہ اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے دریافت کیا کونسا عمل انسان کو دوزخ
سے نجات دلا سکتا ہے؟ فرمایا خدا پر ایمان لانا
میں نے کہا یا نبی اللہ صلعم ایمان کے ساتھ
کوئی عمل بھی بتلائیے؟ فرمایا خدا کے دئیے ہوئے
مال سے صدقہ کرنا میں نے دریافت کیا اگر فقیر ہو
اور صدقہ کی طاقت نہ ہو تو فرمایا امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کرے میں نے پوچھا اگر اتنی بھی
طاقت نہ ہو؟ تو فرمایا جاہل و بے کسب انسان
کی امداد کرے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اگر اتنے کی بھی طاقت نہ ہو۔ فرمایا تو مظلوم
کی امداد کرے۔ میں نے کہا، اعانت مظلوم کی
طاقت بھی نہ ہو تو فرمانے لگے۔ شاید تو آج اپنے
صاحب میں کچھ خیر باقی نہیں چھوڑنا چاہتا؟
یعنی سب کچھ پوچھ کر رہے گا۔ اسے چاہئے کہ لوگوں
کو دکھ نہ پہنچائے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ علیہ وسلم
اگر یہ کام ادا کرتا ہے تو جنت میں داخل ہو
جائیگا۔ فرمایا جو مومن مذکورہ اعمال میں سے
کوئی عمل بجا لائے تو میں خود اس کا ہاتھ پکڑ کر

هٰذَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ، قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُصِيْبُ خَصْلَةً مِنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ إِلَّا أَخَذْتُ بِيَدِهٖ حَتّٰى أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ

جنت میں داخل کر دوں گا۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔

ذُكِرَ لِي أَنَّ الْأَعْمَالَ تَتَبَاهٰى فَتَقُوْلُ الصَّدَقَةُ أَنَا أَفْضَلُكُمْ۔

مجھے بتلایا گیا کہ اعمال باہم ایکدوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ صدقہ کہتا ہے میں تم سے افضل ہوں۔

سخی اور بخیل کی مثال

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ أَوْ جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدِ اضْطَرَّتْ أَيْدِيَهُمَا إِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل و صدقہ کرنیوالے کی مثال دو آدمیوں سے دی ہے جن پر لوہے کے دو ایسے کرتے (زرہیں)[1] ہوں جنھوں نے ان کے دونوں ہاتھ سینے اور ہنسلی پر جکڑ دیے ہوں تو صدقہ کرنیوالا شخص جوں جوں صدقہ کرتا ہے کرتا کھلتا جاتا ہے۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو زرہ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ سخی جب خرچ کرتا ہے تو عزوجل اسے اور دیدیتا ہے لہذا اس کے لئے نعمتیں وسیع و دراز ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ نعمتوں کے انبار میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے لگتا ہے تو اسے بخل و حرص اور اندیشۂ نقصان خرچ کرنے سے بند کر لیتے ہیں۔ کیونکہ خدا پر اسے دنیا و آخرت دونوں کے اندر پختہ اعتقاد نہیں ہوتا۔ اطمینان و تسلی نہیں ہوتی اسلئے عزوجل بھی دنیا و آخرت دونوں جگہ اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے ۱۲۔

تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ۔اِنْبَسَطَتْ عَنْهُ	حتی کہ سرتا پا اسے چھپا لیتا ہے اور بخیل جب
حَتّٰی تَغْشٰی اَنَامِلَہٗ وَتَعْفُوَاَثَرَہٗ وَجَعَلَ	صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کرتہ سکڑ جاتا
الْبَخِیْلُ کُلَّمَا ھَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ	ہے اور تمام کنڈیاں اپنی اپنی جگہ پھنس جاتی
وَاَخَذَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَہَا قَالَ	ہیں اور ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت
اَبُوْھُرَیْرَةَ فَاَنَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ	صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے کرتا نہ کھولتے
یَقُوْلُ بِاِصْبَعِہٖ ھٰکَذَا فِیْ جُبَّتِہٖ	دیکھا کہ آپ اسے کھولتے ہیں مگر نہیں کھلتا۔
فَرَاَیْتُہٗ یُوَسِّعُہَا وَلَا تَتَّسِعُ ۔	

چونکہ بخیل احسان کرنے سے محبوس اور نیکی ذخیرے ممنوع اور بند ہوتا ہے اسے سزا بھی اسی قسم کی ہوئی کہ اس کا سینہ تنگ، کھلنے سے بند ہوتا ہے، وہ بیٹھنے سے تنگ اسے انشراح صدر نہیں ہوتا بلکہ اس کا سینہ تنگ اس کا بیٹھنا مشکل چھوٹا سانس خوشی کم فکر وغم بہت اتنا نہیں کہ اس کا کوئی بھی کام پورا ہو یا کوئی مطلوب حاصل ہو تو گویا وہ اس شخص کی مانند ہے جس پر لوہے کی زرہ ہو اور اس کے دونوں ہاتھ اس طرح گردن سے لگ چکے ہوں کہ ان کا نکالنا اور ہلانا تک مشکل ہو جب بھی وہ ہاتھ نکالنا چاہے یا کرتہ کو چوڑا کرنا چاہے تو تمام کنڈیاں اپنی اپنی جگہ زور سے پھنس جائیں۔علیٰ ہذا القیاس بخیل جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بخل اسے روک دیتا ہے لہٰذا اس کا دل جس طرح صدقہ سے پہلے زنداں میں تھا ویسے ہی زنداں میں محبوس رہتا ہے لیکن اس کے برعکس صدقہ کرنے والا انسان جب صدقہ کرتا ہے تو فرح وسرور سے اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور دل میں انشراح ہو جاتا ہے تو گویا یہ کرتہ کھلنے کے قائم مقام ہے۔لہٰذا جوں جوں وہ صدقہ کرتا ہے وہ کرتہ وسیع تر ہو جاتا ہے اور اس کا دل کشادہ ہوتا جاتا ہے اور خوشی بڑھتی جاتی ہے اور سرور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔اگر صدقہ میں یہی ایک ہی فائدہ پایا جائے تو اس قابل ہے کہ انسان اس سو

بہت بہت فائدہ اٹھائے اور لپک لپک کر اسے حاصل کرے۔

اور عزوجل فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تغابن۔ع ۲) جو نفس کے بخل سے بچا لیا گیا۔ تو یہی لوگ ہی فلاح یاب ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تو عموماً آپ کی عادت مبارک تھی کہ یہی دعا کیا کرتے۔

رَبِّ قِنِيْ مِنْ شُحِّ نَفْسِيْ۔ رَبِّ قِنِيْ مِنْ شُحِّ نَفْسِيْ۔ خدایا مجھے میرے نفس کے بخل سے بچائیے پروردگار مجھے میرے نفس کے بخل سے محفوظ رکھیے۔

دریافت کیا گیا آپ کو اور کوئی دعا نہیں آتی؟ تو آپ نے جواب دیا۔

اِذَا وُقِيْتُ شُحَّ نَفْسِيْ فَقَدْ اَفْلَحْتُ میں اپنے نفس کے بخل سے بچ گیا تو فلاح یاب ہو گیا۔

بخل اور شح میں فرق

شح اور بخل میں یہ فرق ہے کہ کسی چیز کی شدید حرص کرنا اس کی طلب میں نہایت کوشش و مبالغہ کرنا اسے حاصل کرنے میں انتہائی قوت صرف کر دینا اور ٹوٹ مرنا شح کہلاتا ہے اور کوئی چیز حاصل ہو جانے پر خرچ نہ کرنا اس سے محبت رکھنا اور بند رکھنا بخل کہلاتا ہے تو بخیل مال حاصل ہونے سے پہلے "شحیح" (شح والا) ہوتا ہے اور حصول کے بعد بخیل تو بخل شح کا ثمرہ ہے اور شح سے ہی بخل پیدا ہوتا ہے، جو طبیعت میں چھپی ہوئی ہے۔ لہذا جس نے بخل کیا اس نے شح کی اطاعت کی اور جس نے بخل نہ کیا تو اس نے شح کی نافرمانی کر کے اپنے نفس کو اس کے شر سے بچا لیا اور یہی شخص فلاحیاب ہے عزوجل کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ جو لوگ نفس کی بخیلی سے بچا لیے گئے تو

اَلْمُفْلِحُوْنَ (تغابن - ع۲) وہ فلاح پائیں گے۔

فضیلت سخاوت و قباحت بخل

اور سخی خدا تعالیٰ کا مقرب لوگوں کے قریب اپنے اہل کے قریب اور جنت کے بھی قریب مگر دوزخ سے بعید ہوتا ہے لیکن بخیل خدا سے بھی دور خلقت سے بھی دور اور بہشت سے بھی دور مگر دوزخ کے قریب ہوتا ہے تو سخاوت انسان کو دشمنوں میں محبوب کر دیتی ہے مگر بخل اپنی اولاد میں بھی مبغوض بنا دیتا ہے ؎

وَیُظْهِرُ عَیْبَ الْمَرْءِ فِی النَّاسِ بُخْلُهٗ ۔ وَیَسْتُرُهٗ عَنْهُمْ جَمِیْعًا سَخَاؤُهٗ

بخل انسان کے عیوب لوگوں میں فاش کرتا ہے ۔ اور سخاوت تمام عیبوں پر پردہ ڈالتی ہے

تَغَطَّ بِاَثْوَابِ السَّخَاءِ فَاِنَّنِیْ ۔ اَرٰی کُلَّ عَیْبٍ فَالسَّخَاءُ غِطَاؤُهٗ

سخاوت کا لباس زیب تن کیجئے ۔ کیونکہ سخا تمام عیبوں کی غطاء (چادر) ہے

وَقَارِنْ اِذَا قَارَنْتَ حُرًّا فَاِنَّمَا ۔ یَزِیْنُ وَیُزْرِیْ بِالْفَتٰی قُرَنَاؤُهٗ

جب دوستی لگائیں تو کسی بہتر و شریف آدمی سے لگائیں۔ ۔ کیونکہ انسان کو بنانے یا بگاڑنے میں عموماً دوستوں کا ہی ہاتھ ہوا کرتا ہے۔

وَاَقْلِلْ اِذَا مَا اسْطَعْتَ قَوْلًا فَاِنَّهٗ ۔ اِذَا قَلَّ قَوْلُ الْمَرْءِ قَلَّ خَطَاؤُهٗ

بولیں تو حتی المقدور کم بولئے ۔ کیونکہ جس کی باتیں کم ہوں گناہ بھی کم ہوتے ہیں

اِذَا قَلَّ مَالُ الْمَرْءِ قَلَّ صَدِیْقُهٗ ۔ وَضَاقَتْ عَلَیْهِ اَرْضُهٗ وَسَمَاؤُهٗ

مال گھٹ جائے تو دوست بھی گھٹ جاتے ہیں ۔ اور اتنی وسعت کے باوجود اس پر زمین و آسمان تنگ ہو جاتے ہیں

وَاَصْبَحَ لَا یَدْرِیْ وَاِنْ کَانَ حَازِمًا ۔ اَقُدَّامَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ اَمْ وَرَاءَهٗ؟

اور تمام چالاکیوں اور عقلمندیوں کے باوجود حواس باختہ ہو جاتا ہے کہ آگے بھلائی ہے کہ پیچھے ۔؟

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَخْتَرْ صَدِيْقًا لِنَفْسِهٖ — فَنَادِ بِهٖ فِي النَّاسِ هٰذَا جَزَاءُهٗ

جب انسان اپنے لئے کوئی دوست نہ انتخاب کرے۔ تو ایسے شخص سے متعلق اعلان کر دیجئے کہ اس کی یہی جزا ہے۔

حدِّ سخاوت

اور سخاوت کی حد یہ ہے کہ ضرورت کے وقت ضرورت کی چیز کو خرچ کیا جائے اور حتی المقدور وہ چیز مستحق تک پہنچا دی جائے۔ وہ حد نہیں جو کسی کم علم نے بتائی ہے کہ

حَدُّ الْجُوْدِ بَذْلُ الْمَوْجُوْدِ — سخاوت کی حد یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہو خرچ کر ڈالے۔

اگر یہی حد صحیح ہوتی جو قائل نے بتلائی ہے تو اسراف کا نام ہی اڑ جاتا۔ حالانکہ قرآن حکیم میں دونوں کی مذمت آئی ہے اور حدیث شریف نے دونوں سے منع فرمایا ہے۔

جب سخاوت قابل ستائش ٹھیری تو جو حد سخاوت پر ٹھہر جائے سخی کہا جائے گا۔ اور قابل تعریف ہوگا۔ اور جو اس سے قاصر رہے گا بخیل کہلائے گا۔ اور مذمت کا مستحق ہوگا۔ ایک اثر میں بھی آیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَقْسَمَ بِعِزَّتِهٖ اَنْ لَّا يُجَاوِرَهٗ بَخِيْلٌ — عزوجل نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ بخیل کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیگا۔

سخاوت کی دو قسمیں

اور سخاوت کی دو قسم ہے۔ اول غیروں کے مال کی حرص نہ کرنا۔ دوم اپنے پاس کچھ ہو تو اسے خرچ کرنے سے نہ جھجھکنا۔ مگر پہلی قسم دوسری سے اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ کبھی انسان بڑا سخی ہوتا ہے حالانکہ

کسی کو دیتا کچھ نہیں تو اسے اس لئے سخی کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے مال سے بے پرواہ اور بے طمع ہوتا ہے یہی مطلب بعض سلف کے اس قول کا ہے کہ

اَلسَّخَاءُ اَنْ تَكُوْنَ بِمَالِكَ مُتَبَرِّعًا وَعَنْ مَالِ غَيْرِكَ مُتَوَرِّعًا

سخا یہ ہے کہ اپنا کچھ دے کر معاوضہ نہ لے اور غیروں کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے اور کنارہ کش رہے۔

ابراہیمؑ کے خلیل اللہ بننے کی وجہ

میں (حافظ ابن قیمؒ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ کو خود یہ کہتے سنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی طرف وحی فرمائی۔

اَتَدْرِیْ لِمَ اتَّخَذْتُكَ خَلِيْلًا؟ قَالَ لِاَنِّیْ رَاَيْتُ الْعَطَا اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنَ الْاَخْذِ۔

آپ جانتے ہیں میں نے آپ کو اپنا کس لئے خلیل بنایا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں عزوجل نے فرمایا اس لئے کہ آپ لینے کے بجائے دینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اور یہ صفات خداوندی جل جلالہ میں سے ایک صفت ہے۔ کیونکہ وہ دیتا ہے لیتا نہیں کھلاتا ہے کھاتا نہیں اور وہ تمام سخیوں سے بڑا سخی تمام کریموں سے بڑا کریم ہے تمام لوگوں سے وہی اسے زیادہ محبوب ہے جو اپنے کو صفات الٰہیہ کے مقتضیات سے متصف کرے جو اپنے اندر خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ پیدا کرے۔ کیونکہ وہ کریم ہے۔ کریم لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ عالم ہے عالموں سے محبت کرتا ہے۔ قادر ہے بہادروں کو پسند فرماتا ہے جمیل و خوبصورت ہے۔ جمال کو پسند کرتا ہے۔

ترمذیؒ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ ہمیں محمد بن بشارؒ نے انھیں ابو عامر نے حدیث سنائی کہ ہمیں خالد بن الیاسؒ نے صالح بن حسان سے یہ خبر دی کہ میں نے سعید بن

مسیب کو یہ کہتے سُنا کہ

اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ نَظِیْفٌ یُحِبُّ النَّظَافَۃَ کَرِیْمٌ یُحِبُّ الْکَرَمَ جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُودَ فَنَظِّفُوا اَفْنِیَتَکُمْ وَلَا تَشَبَّہُوا بِالْیَھُوْدِ ۔	اللہ تعالیٰ طیب ہے طیب لوگوں سے محبت رکھتا ہے نظیف ہے۔ نظافت پسند ہے کریم ہے۔ کرم کو پسند رکھتا ہے۔ سخی ہے سخاوت پسند ہے لہٰذا اپنے گھروں کو ستھرا رکھا کرو۔ اور یہودیوں سے مت مشابہت کرو۔

صالح بن حسان فرماتے ہیں۔ میں نے مہاجر بن مسمار کو یہ حدیث سنائی تو فرمانے لگے مجھے عامر بن سعدؓ نے اپنے والد کے واسطہ سے حدیث سنائی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ حدیث جیسی حدیث سُنائی مگر اس میں یہ الفاظ ہیں فَنَظِّفُوا افْنِیَتَکُمْ (اپنے صحنوں کو صاف رکھو) یہ حدیث غریب ہے۔ خالد بن الیاس کو ضعیف کہا گیا ہے۔

ایضًا ترمذی کتاب البر میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حسن بن عرفہ نے اسے سعید بن محمد بن وراق نے بواسطہ یحییٰ بن سعیدؒ از اعرج ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنائی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ۔ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَلَجَاھِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ	سخی خدا کے قریب جنت کے قریب لوگوں کے قریب اور آگ سے دور ہوتا ہے اور بخیل خدا سے دور جنت سے دور لوگوں سے دور۔ اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی عابد بخیل سے محبوب تر ہوتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ   خداتعالی وتر (اکیلا) ہے۔ اور وتر (نماز) کو پسند کرتا ہے۔

اتّصاف باوصاف اللہ کی تاکید

اور خدائے سبحانہ وتعالی رَحِیْم ہیں رحمت کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور اپنے مہربان و رحمت کنندہ بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں سِتّیْر یعنی خود پردہ ڈالنے والے ہیں۔ اور لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے کو پسند فرماتے ہیں عَفُوٌّ یعنی صاحب عفو ہیں معاف کرنے والے سے محبت رکھتے ہیں غَفُوْر ہیں بخشنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ لَطِیْف یعنی نرمی والے ہیں۔ نرم دل انسان کو پسند فرماتے ہیں اور بد خلق و بدکلام اور تکبر سے پھونکے پھونکائے اور بھوکے فرعون سے بغض ونفرت رکھتے ہیں خود رفیق ہیں رفق و نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ حَلِیْم ہیں حلیم الطبیعت کو دوست رکھتے ہیں بِر یعنی نیکی و احسان کنندہ ہیں۔ نیکی و احسان اور نیکوکار و محسن لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔ عدل یعنی بڑے عادل ہیں عدل کرنیوالوں سے محبت رکھتے ہیں۔ قابل المعاذیر یعنی عذر قبول کرنیوالے ہیں۔ لوگوں کے عذر قبول کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ غرضیکہ انسان میں جیسی بھی مذکورہ بالا وجودی و عدمی صفات موجود ہوں ویسی ہی اسے جزا دیتے ہیں لہذا جو شخص لوگوں کو معاف کرے عزوجل اسے معاف کردیں گے۔ جو بخش دے اسے بخش دینگے جو درگذر کرے اس سے درگذر کریں گے۔ اور جو شخص اپنے حق کے لئے جھگڑا کرے تو وہ اپنے حق کے لئے جھگڑا کریں گے۔ کوئی اس کے بندوں سے نرمی کرے اس سے محبت کرینگے جو رحم کرے اس پر رحم کریں گے جو لوگوں سے سلوک و احسان کرے اس سے سلوک و احسان کریں گے۔ جو ان پر سخاوت کرے اس پر سخاوت کریں گے۔ جو لوگوں کو نفع دے اسے نفع

دیں گے۔ جو لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے اس کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے جو معاف کرے اس سے درگذر کریں گے۔ جو لوگوں کے عیب ٹٹولے اس کا بھانڈا پھوڑیں گے جو انکو رسوا و خراب کرے اسے رسوا کریں گے۔ جو لوگوں سے خیر و بھلائی بند کرے اس سے خیر و بھلائی روک لیں گے۔ جو خود خدا تعالیٰ کی مخالفت کرے عزوجل اس کی مخالفت کریں گے اور جو خدا تعالیٰ سے مکر کرے عزوجل اس سے کریں گے۔ جو خدا کو دھوکا دے عزوجل اسے دیں گے۔ تو خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے اچھا یا بُرا جیسا بھی معاملہ کریگا۔ ویسا ہی عزوجل اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں معاملہ کریں گے۔ اچھا کرے تو اچھا معاملہ کریگا۔ برا کرے گا تو برا کرے گا۔ جو بوؤ گے وہی پاؤ گے غرضیکہ عزوجل انسان سے اسی طرح پیش آئے گا۔ جیسا وہ اس کی مخلوق سے پیش آئیگا۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ۔

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى حِسَابَهٗ وَمَنْ اَقَالَ نَادِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَثْرَتَهٗ وَمَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى ظِلِّ عَرْشِهٖ [1]	جو مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے عزوجل دنیا و آخرت میں اس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں گے جو کسی مومن کو کسی دنیوی مصیبت سے بچائیگا عزوجل اسے قیامت کی مصیبتوں سے نجات دلائیں گے۔ جو تنگدست پر آسانی کریگا عزوجل اس کے حساب میں آسانی کرینگے اور جو نادم کی ندامت دور کریگا تو خدا اسکی لغزشات رفع کرے گا اور جو تنگدست کو مہلت دے یا معاف کردے تو عزوجل اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیگا۔

---

[1] اسے مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ سے لفظ والآخرۃ تک روایت کرکے یہ الفاظ بڑھائے ہیں واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ (یعنی جبتک انسان اپنے بھائی کی مدد کرتا ہو عزوجل اس کی امداد کرتے ہیں) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے ۱۲۔

تنگدست کو مہلت دینے یا معاف کرنے والے کو عزوجل عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ دیگا کہ اس نے اس پر مہلت و صبر کا سایہ کر دیا۔ مطالبہ کی حرارت اور عجز و تنگی سے ادا کرنے کی گرمی و دھوپ سے بچایا ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ بھی اسے سورج کی گرمی و حرارت سے بچا کر اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے۔

اسی طرح ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا:۔

يَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ بَيْتِهٖ [1]

اے وہ جماعت! جو زبان سے ایمان لائے ہیں مگر ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا نہ مسلمانوں کو ایذا دو اور نہ ان کے پیچھے پڑو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے۔ تو عزوجل اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیں گے اور جس کے عیبوں کے پیچھے خدا تعالیٰ لگ گیا۔ تو وہ گھر میں ہی کیوں نہ گھسا رہے عزوجل اس کے عیوب ظاہر کر کے رسوا کر دے گا۔

لہٰذا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ آپ خواہ کوئی صورت اختیار کر لیجئے۔ جیسا خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے معاملہ رکھیں گے۔ ویسا ہی خدا تعالیٰ آپ سے معاملہ رکھے گا اور جو حالت آپ بدلیں گے وہ بھی بدل دے گا۔

---

[1] بروایت عبداللہ بن عمر مگر اس میں من آمن الخ کے بجائے یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یفض الایمان الی قلبہ (یعنی وہ جماعت جو زبان سے اسلام لائی ہے مگر ان کے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا) اور بیتہ کے بجائے ولو فی رحلہ (یعنی خواہ اپنے مقام میں ہو) کے الفاظ ہیں۔ ۱۲

دیکھئے! اہل نفاق نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا مگر دل میں کفر چھپا رکھا تو عز وجل بھی قیامت کو ان سے ویسا ہی معاملہ کریں گے کہ پل صراط پر ایک نور ظاہر کریں گے جس سے منافقین یہ سمجھیں گے کہ پل صراط کو عبور کرنا کچھ مشکل نہیں مگر عز وجل یہ بات ان سے مخفی رکھیں گے کہ آگے چل کر بجھ جائے گا اور وہ عبور نہیں کر سکیں گے۔ غرضیکہ جیسا ان کا عمل تھا اسی جنس اور اسی قسم کا انھیں بدلہ دیا گیا۔

علیٰ ہذا القیاس جو شخص خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے خلاف عمل کرے یا مسئلہ بتائے تو عز وجل بھی دنیا و آخرت میں اس پر فلاح و کامیابی کے اسباب ظاہر کریں گے مگر ان کی تہ میں اس کے خلاف نتیجہ کو مخفی رکھیں گے۔ ایک حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے کہ

مَنْ رَاءٰی رَاءَی اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ [1] — جو دکھاوا کرے خدا اس سے دکھاوا کرے گا اور جو سناوا کرے خدا اس سے سناوا کرے گا۔

بہر صورت اس لمبی چوڑی بحث سے مقصود یہ ہے کہ صدقہ کرنے والے سخی و کریم انسان کو عز وجل وہ وہ انعامات عنایت کرتا ہے جو بخیل و ممسک اور کنجوس آدمی کو کبھی نہیں دیتا۔ اور سخی پر ہر طرح وسعتیں ہی وسعتیں کر دیتا ہے مثلاً وسعت قلب، وسعت خلق، وسعت رزق، وسعت نفس اور اسباب معیشت میں وسعت کر دیتا ہے تاکہ جس طرح اس نے وسعت قلبی سے کام لیا تھا ویسا ہی اسے بدلہ مل جائے۔

حدیث حارث کے لفظ وَاٰمُرُکُمْ اَنْ تَذْکُرُوا اللّٰہَ کی تشریح

اب پھر ہم حارث رضی اللہ عنہ کی مذکورہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ

---

[1] بخاری و مسلم بروایت جندب بن عبداللہ۔ اس میں راءی کے بجائے ومن یراءی یرائی اللہ بہ بصیغہ مضارع آیا ہے۔

وَاٰمُرُکُمْ اَنْ تَذْکُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی ۔ میں تمہیں ذکر الٰہی کا حکم دیتا ہوں۔

ذاکر کی مثال کیونکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے جلدی سے دشمن چڑھ دوڑے اور وہ بھاگتے بھاگتے جلدی سے کسی مضبوط قلعے میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بچا لے۔ بالکل بعینہٖ اسی طرح اپنے کو شیطان لعین سے صرف ذکر الٰہی کے ذریعے ہی بچا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر ذکر میں صرف اسی ایک فائدہ کے سوا کوئی دیگر فائدہ موجود نہ ہو تو بھی انسان کا فرض ہے کہ ذکر الٰہی سے کسی دم بھی اس کی زبان سست نہ ہونے پائے اور ذکر الٰہی کے لئے ہر دم بیتاب رہے کیونکہ ذکر الٰہی کے باعث ہی وہ اپنی جان دشمن سے بچا سکتا ہے اور ذکر سے غفلت کے موقعہ پر ہی دشمن اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہر دم اسی گھات میں رہتا ہے کہ انسان کب ذکر سے غافل ہو کہ میں اس پر چڑھ دوڑوں۔ لہٰذا جونہی انسان ذکر الٰہی سے غافل ہوتا ہے۔ دشمن کو دکر اسے جا دبوچتا ہے۔ اور چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کے ذکر میں منہمک ہو جاتا ہے، تو دشمن خدا ہٹ کر بالکل چڑیا اور مکھی کی طرح حقیر و ذلیل بن کر دور جا بیٹھتا ہے اسی لئے اس کا نام اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ رکھا گیا ہے۔ یعنی دل میں وسواس ڈالتا ہے جب خدا تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو خنس کرتا ہے یعنی منقبض ہوتا اور رک جاتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔

فضائل ذکر مسند احمد میں عبد العزیز بن ابی سلمہ ماجشون سے روایت ہے وہ زیاد بن ابی زیاد غلام عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ زیاد کو معاذ بن جبل سے یہ خبر پہنچی انھوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَاعَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا قَطُّ اَنْجٰی لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ذکر الٰہی سے زیادہ انسان کے لئے کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دہندہ نہیں۔

اور معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ [1]	میں تمہیں تمام عملوں سے بہتر خدا کے نزدیک زیادہ پسند تمہارے درجات کی رفعت کے بہت بڑے سبب سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور دشمنوں سے لڑ کر مرنے اور مارنے سے بھی بہتر چیز نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! تبلائیے! فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کے راستے سفر کر رہے تھے چلتے چلتے جمدان پہاڑ سے گذرے تو فرمانے لگے یہ جمدان آگیا اور فرمایا۔

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِيْلَ: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ	مفردون سبقت لے گئے۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں. فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنیوالے مرد و عورتیں۔

اور سنن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ قَوْمٍ يَّقُوْمُوْنَ مِنْ مَّجْلِسٍ	جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے

---

[1] منذری نے باسناد جید کہا ہے مگر اس میں انقطاع ہے امام احمد نے اسے بسند حسن روایت فرمایا ہے ابن ابی الدنیا ترمذی، ابن ماجہ، اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح الاسناد بتایا ہے اور بیہقی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے۔

لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ إِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

اس سے جب لوگ اٹھتے ہیں تو وہ ایسے ہوتے ہیں جیسے گدھے کے مردار سے اٹھے ہیں اور وہ ذکر سے خالی ساعت ان پر حسرت کا باعث ہوگی۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ

اہل مجلس جس مجلس میں نہ خدا تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی پیغمبر خدا صلعم پر درود بھیجیں تو وہ ان کے لئے نقص وحسرت کا موجب ہوگی۔ عزوجل چاہے تو بخشدے یا عذاب کرے۔

اور صحیح مسلم میں اعزابی مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ ابوہریرہؓ و ابوسعیدؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شہادت دی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

ذکر الٰہی کے لئے کوئی قوم جب اور جہاں بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان پر گھیرا ڈال لیتے ہیں رحمت الٰہی کا سایہ ہو جاتا ہے اور عزوجل اپنی مجلس میں ان کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

اور ترمذی میں عبداللہ بن بشر سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر و نیکی کی بیشمار صورتیں ہیں مگر میں تمام کو ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے کوئی مختصر سی بات بتلائیے کہ میں بھول نہ جاؤں۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اسلام کے سنن و فرائض تو بے شمار ادا کئے مگر چونکہ عمر زیادہ ہوگئی۔ اس لئے کوئی ایسی شے بتلائیے جس پر

لہ یہ روایت ترمذی باب ما جاء فی فضل الذکر میں موجود ہے مگر وَاَنَا قَدْ كَبُرْتُ (یعنی میری عمر زیادہ ہوگئی ہے) کا لفظ موجود نہیں شاید قلمی نسخوں میں ہو۔ ۱۲

خوب جم جاؤں اور مرتے دم تک اسے قابو میں رکھوں۔ آپ نے فرمایا۔

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی	تجھے ہمیشہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہنا چاہیئے۔

نیز ترمذی میں ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ۔

اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ قَالَ: اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهٖ فِی الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰی يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ تَعَالٰی اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً[1]	کونسا شخص خدا کے نزدیک قیامت کو افضل و اعلیٰ اور بلند مرتبہ ہوگا؟ فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے لوگ۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (غازی فی سبیل اللہ سے بھی) فرمایا خواہ تلوار لے کر کفار و مشرکین سے لڑتے لڑتے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر خون میں کیوں نہ رنگ جائے خدا تعالیٰ کا ذکر کرنیوالا شخص اس سے کئی درجے بہتر ہے۔

اور صحیح بخاری میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَثَلُ الَّذِیْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَيِّتِ۔	خدا کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی مثال سمجھئے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزوجل فرماتے ہیں۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا	میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق اس سے

---

[1] ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور بیہقی نے مختصراً روایت کیا ہے ۱۲

ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِي نَفْسِي ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً	معاملہ کرتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے میں علم کے لحاظ سے اس کے پاس ہوتا ہوں، اگر مجھے دل میں یاد کرے تو میں دل میں اسے یاد کرتا ہوں مجلس میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ میری طرف بالشت بھر آئے تو میں ہاتھ برابر آتا ہوں، ہاتھ بھر آئے تو میں دو ہاتھ برابر قریب آتا ہوں، چل کر آئے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔

اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ۔	جنت کے باغوں سے گذرو تو وہاں کچھ کھایا کرو۔ صحابہ نے پوچھا جنت کے باغ کونسے؟ فرمایا ذکر الٰہی کے حلقے۔

ایضاً ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ عَبْدِيْ كُلَّ عَبْدِيَ الَّذِيْ يَذْكُرُنِيْ وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ	وہ بندہ میرا پورا غلام ہے جو مرتے دم تک مجھے یاد رکھتا ہے۔

یہ حدیث ذاکر و مجاہد کے باہمی فرق فضیلت کے متعلق ایک فصل الخطاب ہے کہ ذاکر مجاہد ذاکر غیر مجاہد و مجاہد غافل دونوں سے افضل ہے علی ہذا القیاس ذاکر غیر مجاہد مجاہد غافل سے افضل ہے۔ لہٰذا ذاکروں میں سے وہ ذاکر افضل ہے جو محض تسبیح پر ہی نہ رہے بلکہ مجاہد بھی ہو اور مجاہدوں میں سے وہ مجاہد افضل ہے جو صرف مجاہد ہی نہ بنا پھرے۔ ذکر الٰہی کا بھی خاص خیال رکھے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ	ایماندارو جب کفار سے مقابلہ کرو تو ثابت

فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال ۔ ع ۶)
قدم رہو۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کرو تاکہ تم فلاحیاب ہو سکو۔

دیکھئے اس آیت میں ذکر کثیر اور جہاد دونوں کو معًا یکجا بیان فرمایا ہے تاکہ فلاح و کامیابی کی امید ہے۔ پھر ذکر کثیر کے متعلق کئی جگہ ذکر فرمایا کہ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (احزاب ۔ ع ۶)
مومنوں خدا کو بہت بہت یاد کیا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ ۔ ع ۲۵)
جب احکام حج ادا کر لو۔ تو خدا کا اس طرح ذکر کرو جسطرح اپنے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

دیکھئے! مذکورہ آیات میں شدت وکثرت سے ذکر الٰہی کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ انسان ذکر الٰہی کا سخت محتاج ہے اور ایک لحظہ بھی وہ اس بات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان کا جو لحظہ بھی ذکر الٰہی سے خالی گذرے گا۔ فائدہ مند نہیں۔ نقصان دہ ہوگا اور خداتعالیٰ کے ذکر سے غافل رہنے کا جو فائدہ ہوا اس سے کئی گنا زیادہ خسارہ ہوگا۔

کسی عارف کا قول ہے کہ انسان ہزار ہا سال خداتعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے صرف ایک لحظہ ذکر کرنے سے رک جائے تو سمجھ لیجئے کہ اتنا حاصل نہیں ہوا۔ جتنا رہ گیا۔

اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ سَاعَةٍ تَمُرُّ بِابْنِ اٰدَمَ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا اِلَّا تَحَسَّرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
انسان پر جو ساعت ذکر الٰہی سے خالی گذری وہی قیامت کو حسرت کا موجب ہوگی۔

اور معاذ بن جبلؓ سے مرفوعاً مذکور ہے کہ

لَيْسَ تَحَسُّرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا

اہل جنت کو اس ساعت کے سوا کسی چیز کا افسوس نہیں ہوگا۔ جو ذکر الٰہی سے خالی گذر گئی۔

اور ام المومنین ام حبیبہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَلَامُ ابْنِ اٰدَمَ كُلُّهٗ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ذکر الٰہی کے علاوہ انسان کا ہر کلام اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔ اور اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

کونسا عمل خدا تعالے کو زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا مرتے دم تک ذکر الٰہی میں انسان کا رطب اللسان رہنا عزوجل کو زیادہ محبوب ہے۔

زنگ دل اور اس کی صیقل

ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

لِكُلِّ شَيْءٍ جَلَاءٌ وَاِنَّ جَلَاءَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

ہر شے کے لئے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز خدا تعالٰی کا ذکر ہے۔

بیہقی نے مرفوعاً عبداللہ بن عمر سے حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجٰى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ وَلَوْ أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ ۔

ہر شے کے لئے صیقل ہے۔ دلوں کی صیقل ذکر الٰہی ہے عذاب الٰہی سے بچانے کیواسطے انسان کے لئے ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی چیز موجب نجات نہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا۔ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا خواہ تلوار مارتے مارتے خود ہی شہید و پرزہ پرزہ کیوں نہ ہو جائے۔

بلاشبہ جس طرح تانبا پیتل اور چاندی وغیرہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا زنگ ذکر الٰہی سے دور ہوتا ہے کیونکہ ذکر الٰہی دل کو شیشے کی مانند صاف و روشن کر دیتا ہے ذکر الٰہی ترک کر دیا جائے تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے جب شروع کر دیا جائے تو دل چمکا دیتا ہے۔

دل کو ۲ دو چیزیں زنگ آلود اور ۲ دو چیزیں روشن و مصفا کرتی ہیں

دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے غفلت اور گناہ سے اور دو ہی چیزوں سے صاف و روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔ استغفار اور ذکر الٰہی سے۔ لہذا جس کے اکثر اوقات ذکر الٰہی سے غفلت و سستی میں گذریں اسی قدر اس کے دل پر زنگ کے تودے جم جاتے ہیں اور تہیں بیٹھ جاتی ہیں جب دل کا آئینہ ہی زنگ آلود و سیاہ ہو گیا تو اس میں صور معلومات اپنی اصل صورت پر دکھائی نہیں دے سکتے۔ اس لئے باطل اسے حق کی صورت میں اور حق باطل کی صورت میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ زنگ کے تودوں نے شیشۂ دل کو کالا سیاہ کر دیا ہے تو اس سے حقائق اصلی صورت پر کیسے نظر آئیں؟ یہی وجہ ہے کہ جب دل پر زنگ کی تہیں جم جائیں

اور کالا سیاہ ہو جائے اور "ران"[1] چڑھ جائے تو اس کے تمام تصورات و جملہ ادراکات خراب و فاسد اور بگڑ جاتے ہیں لہٰذا نہ اس میں قبول حق کی صلاحیت رہتی ہے۔ نہ انکار باطل کی قابلیت۔ اسی لئے نہ وہ حق کو قبول کرتا ہے اور نہ باطل کو برا مانتا ہے اور یہ دل پر سب سے بڑی آفت ہے۔

اور اس کا اصل منبع ہے غفلت و اتباع خواہشات جو ایک طرف نور قلب سلب کرتی ہیں تو دوسری طرف آنکھوں کی بینائی زائل کر دیتی ہیں لہٰذا غافل و مرید خواہشات دل کا بھی اندھا ہو جاتا ہے اور چشم بصیرت سے بھی کورا ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (کہف ۔ ع ۴)

اس شخص کی پیروی مت کرو جس کا دل ذکر الٰہی سے غافل ہو چکا ہے اور وہ خواہشات کا بندہ بن گیا ہے اور اسکے جملہ کام افراط و تفریط سے لبریز ہیں۔

مرشد ربانی کے اوصاف اور پیر و مرید کے فرائض

لہٰذا انسان جب کسی کو مقتدا بنانا چاہے تو پہلے یہ پوری طرح دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ

---

[1] ارشاد الٰہی کیطرف اشارہ ہے کہ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (تطفیف ۔ ع ۱) ابن جریر، نسائی ترمذی اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد اذا اذنب ذنبا کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ فان تاب منہا صقل قلبہ وان زاد زادت فذلک اللہ قولہ تعالیٰ: کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ یعنی انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے جو توبہ کرنے سے اٹھ جاتا ہے اور توبہ نہ کرنے اور گناہ میں زیادہ نہماک سے زیادہ ہو جاتا ہے اسی لئے عزوجل نے فرمایا کہ اور کوئی وجہ نہیں انکی اپنی بداعمالیوں سے ہی انکے دلوں پر رین یعنی غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں "رین" یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کئے جائیں حتیٰ کہ دل اندھا ہو کر مر جائے ۱۲

مقتدا اس ذکر ہے یا ذکر الٰہی سے غافل ہے اور اس پر خواہشات کی حکمرانی ہے یا وحی رحمانی کا تسلط اگر خواہشات کی حکمرانی ہو تو یہ ذاکر نہیں۔ ایک غافل انسان ہے جس کا تمام کام افراط و تفریط سے مملو ہے۔ اس لئے اس سے دور رہنا چاہئے۔ فُرُطًا کے کئی ایک معنی ہیں۔ اول تضییع یعنی ضروری ولابدی امر کو ضائع کردینا جس پر انسان کی رشد و فلاح کا دارومدار ہو۔ دوم اسراف وافراط سوم اہلاک یعنی ہلاکت و تباہی میں ڈالنے والا۔ چہارم خلاف حق۔ مگر تمام کا معنی و مطلب قریب قریب ہی ہے۔

غرضیکہ جسمیں یہ جملہ صفات موجود ہوں اس کی اقتداء و پیروی کرنے سے عزوجل نے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ اپنے شیخ و مقتداء اور متبوع کو غور سے دیکھ لے۔ اگر وہ اسی مذاق اور اسی جنس کا آدمی ہے تو فوراً دور ہو جائے۔ اگر اس پر ذکر الٰہی اور اتباع سنت کا غلبہ ہو اس کے تمام کام افراط و تفریط سے خالی ہوں اور امور شرعیہ میں ہوشیار و چالاک چوبند ہو تو دوڑ کر اس کی رکاب تھام لے اور اس کے جملہ احکام پر مضبوطی سے کاربند ہو جائے۔

غرضیکہ ذکر کے بیشمار فوائد ہیں اور زندہ و مردہ انسان میں صرف ذکر کا ہی فرق ہے ذکر کرتا ہے تو زندہ ورنہ مردہ ہے مسند میں مرفوع حدیث ہے کہ

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يُقَالَ مَجْنُوْنٌ۔ خدا کا اس قدر ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگ جائیں۔

باب اوّل

فوائدِ ذکر

ذکر الٰہی میں سو سے زیادہ فوائد ہیں (چند حسب ذیل ہیں)

نمبر۱ : ذکر الٰہی شیطان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

نمبر۲ : ذکر الٰہی خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوتا ہے۔

نمبر۳ : دل کے تمام غم و فکر قلبی پریشانیوں کو دفع کرتا ہے۔

نمبر۴ : دل میں فرح و سرور انبساط اور عیش و خوشی پیدا کرتا ہے۔

نمبر۵ : دل اور بدن کو طاقت بخشتا ہے۔

نمبر۶ : دل کو روشن اور چہرے کو نورانی کرتا ہے۔

نمبر۷ : کشائش رزق کا موجب ہے۔

نمبر۸ : ذاکر کو رعب و ہیبت، لذت و حلاوت اور غور و تدبر کا لباس پہناتا ہے۔

نمبر۹ : اس سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے جو اسلام کی روح آسیائے ملت کا قطب اور سعادت و نجات کا مدار ہے۔ اور عز و جل نے ہر چیز کا کوئی سبب بنا دیا ہے اور محبت کا سبب و وسیلہ ذکر الٰہی کی مداومت ہے۔ جوں جوں ذکر میں اضافہ ہوگا۔ توں توں محبت الٰہی بڑھتی جائے گی۔ لہٰذا محبت الٰہی کے طالب و خواہشمند کو تمام علائق توڑ کر ذکر الٰہی پر ٹوٹ پڑنا چاہیئے اور حد سے زیادہ شوق و رغبت اور توجہ و انہماک سے ادا کرنا چاہیئے کیونکہ جس طرح علم

درس و مذاکرہ اور تکرار سے بڑھتا ہے اسی طرح کثرت ذکر سے محبت الٰہی بڑھتی ہے جس طرح درس و تکرار کا علم دروازہ ہے اسی طرح ذکر الٰہی محبت کا دروازہ محبت کا شارع اعظم اور صراط اقوم (سیدھا راستہ) ہے۔

نمبر ۱۰ : ذکر الٰہی سے محاسبۂ نفس کا مادہ پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ ذکر ذاکر کو "باب الاحسان" یعنی دروازہ احسان کے اندر داخل کر کے دم لیتا ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ خدا کی اس طرح عبادت کرتا ہے گویا خدا تعالیٰ کو بچشم خود دیکھ رہا ہے۔ بخر یاد رکھئے! جس طرح کوئی شخص دھرنا مار کر بیٹھ رہنے سے گھر تک نہیں پہنچ سکتا۔ بعینہ اسی طرح کوئی شخص ذکر الٰہی سے غافل بیٹھ کر مقام احسان تک نہیں پہنچ سکتا۔

نمبر ۱۱ : ذکر الٰہی سے انابت حاصل ہوتی ہے۔ انابت کہتے ہیں رجوع الی اللہ کو تو انسان جب ذکر الٰہی کی وجہ سے خدا کی طرف زیادہ رجوع کرے گا۔ اسی قدر اس کا دل تمام حالات تمام معاملات اور تمام کاروبار میں خدا تعالیٰ کی جانب پھریگا۔ خدا کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور محض خدا تعالیٰ کو ہی اپنا مربی تصور کریگا حتیٰ کہ صرف ایک خدا ہی اس کا ملجا و ماوی خدا ہی اس کی جائے پناہ ہوگا۔ خدا ہی ہر مصیبت و پریشانی میں اس کا دستگیر ہوگا اور خدا ہی اس کا مرجع و معاد اور قبلہ و کعبہ دل ہوگا۔ اور نزول مصائب و بلیات کے وقت صرف ایک خدا ہی کو پکارنے کا عادی، بلکہ ماہر و پختہ کار ہو جائے گا۔

نمبر ۱۲ : ذکر الٰہی تقرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے جس قدر ذکر الٰہی میں کوشش ہوگی اسی تناسب سے قرب زیادہ ہوگا اور جس قدر غفلت زیادہ ہوگی اسی قدر بعد ہوگا۔

نمبر ۱۳ : ذکر الٰہی سے انسان پر معرفت کے بڑے بڑے دروازے کھل جاتے ہیں، اور جس قدر زیادہ کرتا ہے اسی قدر معرفت میں بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ معرفت الٰہی کا سب سے بڑا عارف اعظم بن جاتا ہے

نمبر ۱۴ : ذکر الٰہی دل میں خدا تعالیٰ کی ہیبت و عظمت اور عزت و جلال کا سکہ بٹھاتا ہے کیونکہ ذاکر کے دل پر خدا تعالیٰ کا انتہائی غلبہ و استیلا چھا چکا ہوتا ہے اور وہ پوری طرح حضور قلب سے

خدا کی طرف رجوع ہوا ہوتا ہے۔ مگر ایک غافل الذکر انسان کی یہ حالت بالکل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے دل پر ہیبت الٰہی کا محض معمولی اور باریک سا پردہ ہوتا ہے۔

نمبر ۱۵ : خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے سے عزوجل آسمانوں میں اس کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ — تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور ذکر میں اگر یہی ایک وصف (تذکرہ الٰہی) موجود ہو تو اس کے لئے یہی شرف و فضیلت کافی ہے۔ چہ جائیکہ دیگر اوصاف حسنہ اس میں مرکوز ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی میں آتا ہے کہ عزوجل فرماتے ہیں:۔

مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِي ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاءٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ

جو مجھے دل میں یاد کرے میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو کسی مجلس میں میرا ذکر کرے میں اس کا ایسی مجلس میں تذکرہ کرتا ہوں جو ان سے بھی بہتر ہیں۔

نمبر ۱۶ : ذکر الٰہی حیات قلبی کا موجب ہے، جوں جوں انسان ذکر الٰہی کرتا ہے اس کے دل میں نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں (ابن قیمؒ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قَدَّسَ اللہُ رُوحَہٗ سے سنا۔ فرماتے دل کے لئے ذکر ایسا ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی تو بتلائیے پانی سے جدا ہونے پر مچھلی پر کیا گذرتی ہے؟

نمبر ۱۷ : ذکر دل اور روح دونوں کی غذا ہے۔ انسان کو جب ذکر الٰہی کی خوراک نہ ملے تو وہ اس جسم کی طرح بیکار و ناکارہ ہو جاتا ہے جس کی خوراک بند کر لی جائے تو وہ کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔

شیخ الاسلام کا مقولہ

ایک دفعہ مجھے (ابن قیم کو) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے صبح کی نماز پڑھی پھر وہیں بیٹھ کر

تقریباً دوپہر تک ذکر الٰہی کرتے رہے، ذکر سے فارغ ہو کر بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے" یہ تو میرا ناشتہ ہے۔ اگر یہ ناشتہ نہ کھاؤں تو یقیناً میری قوت سلب ہو جائے" ایک دفعہ فرمایا بعض دفعہ میں اپنے نفس کو دم دے کر اس لئے قدرے آرام دے لیتا ہوں کہ دوبارہ پوری مستعدی سے ذکر کر سکوں"۔

نمبر ۱۸ : ذکر دل کا زنگ اتار دیتا ہے جیسا کہ سابقہ حدیث شریف میں بیان ہو چکا ہے۔ ہر چیز کو زنگ لگ جاتا ہے اور دل کا زنگ غفلت وہوا اور خواہش نفسانی ہے اور اس کی جلا ذکر الٰہی اور توبہ و استغفار ہے۔

نمبر ۱۹ : ذکر الٰہی تمام گناہوں اور بدیوں کو محو کر دیتا ہے۔ کیونکہ ذکر تمام نیکیوں سے اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اور نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

نمبر ۲۰ : انسان و خدا تعالیٰ کی باہمی بیگانگی و بے ربطی کو زائل کرتا ہے کیونکہ غافل انسان اور خدا تعالیٰ کے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہیں ہوتا۔ لہذا ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو باہمی رابطہ و تعلقات کو استوار رکھ سکتی ہے۔

نمبر ۲۱ : ذاکر خدا تعالیٰ کا جن کلمات جلالت اور تسبیحات و تحمیدات سے ذکر کرتا ہے وہی اذکار مصائب و تکلیف کے وقت اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ نے مسند احمد میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔

اِنَّ مَا تَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ	ہیبت و جلال خداوندی سے جو تم سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ،
عَزَّوَجَلَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ	تہلیل و تکبیر و
وَالتَّحْمِيْدِ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ	تحمید کرتے ہو۔ وہ جا کر عرش الٰہی کے گرد گھومنے لگ جاتی
لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرُ	ہیں۔ وہ شہد کی مکھیوں کی طرح آواز کرتی ہیں اور
بِصَاحِبِهِنَّ اَفَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ	اپنے قائل کو یاد کرتی ہیں۔ کیا تمہیں پسند
اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مَا يُذَكِّرُ بِهٖ هٰذَا الخ اَوْ يَمْعَنَا هُ	نہیں کہ تمہیں بھی کوئی چیز عرش الٰہی کے پاس
	یاد کرے۔ اور تمہارا تذکرہ کرے؟

نمبر۲۲ : جب انسان عیش وکشادگی میں ذکرالٰہی کرتے کرتے خداتعالیٰ سے تعارف اور راہ ورسم پیدا کر لیتا ہے اور خداتعالیٰ کا واقف کار بنجاتا ہے تو عزوجل تنگی و شدت میں اس کا واقف و مددگار ہوتا ہے اور اس سے جان پہچان رکھتا ہے اور ہر وقت اس کی دستگیری فرماتا ہے۔ چنانچہ اسی مفہوم کی ایک حدیث بھی آئی ہے کہ:

"خداتعالیٰ کا مطیع وذکرگذار بندہ جب عزوجل کو سختی و مصیبت کے وقت پکارتا ہے یا اپنی کسی حاجت کے لئے دست سوال دراز کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں خدایا کسی واقف ومعروف شخص کی معروف سی آواز سنائی دیتی ہے لیکن عزوجل سے اعراض کنندہ غافل شخص جب خداتعالیٰ کو پکارتا اور اسکے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں مولا! کسی منکر و ناواقف شخص کی غیر معروف آواز ہے"

نمبر۲۳- عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ ہے جیسا کہ معاذ رضؓ کا قول ہے اور مرفوعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ

مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی[1] — آدمی کوئی ایسا عمل نہیں کرتا۔ جو اس کے لئے ذکرالٰہی سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دہندہ ہو۔

نمبر۲۴ : ذکرالٰہی کے باعث ذاکر پر عزوجل کی جانب سے آرام وسکینت نازل ہوتی ہے۔ اسے رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے گرد رحمت الٰہی کے فرشتے پرے کے پرے باندھ کر گھیرا ڈال لیتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نمبر۲۵ : ذکرالٰہی زبان کو چغلی وغیبت جھوٹ و بکواس اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے کیونکہ آخر کلام تو کرنا ہی ہوتا ہے۔ اگر زبان سے ذکرالٰہی اور تبلیغ احکام نہ کرے تو کبھی جائز بات کہے گا اور کبھی ناجائز بلکہ بسا اوقات حرام، فسق و فجور اور بیہودہ بکواسات کہے گا۔ جس سے زبان کو محفوظ رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اور وہ محض خدا کا ذکر اذکار کرنے

[1] اسے طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا اور اس کی ہر دو اسناد کے رجال صحیح کے رجال ہیں نیز اسے مالک و ترمذی نے معاذ سے روایت کیا ہے۔

سے ہی محفوظ رہ سکتی ہے اور تجربہ ومشاہدہ دونوں اس پر شاہد ہیں لہذا جس نے زبان کو ذکر الٰہی کا عادی بنا دیا، اس نے اپنی زبان کو ہر قسم کے باطل وبیہودہ لغویات اور بکواسات سے محفوظ کر لیا مگر جس کی زبان ذکر الٰہی سے خشک ہو جائے تو ہر لغو وباطل وفحش میں تر رہے گی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

نمبر ۲۶ : ذکر الٰہی کی مجالس فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور لغو وباطل اور خالی از ذکر مجلسیں شیطانی مجلسیں ہوتی ہیں۔ اب انسان کے سامنے دونوں مجلسیں ہیں جسے بہتر تصور کرتا ہے اسے خود انتخاب کرے۔ کیونکہ دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں جس کے ساتھ شامل ہوگا، اسی کے ساتھ ہوگا۔

نمبر ۲۷ : ذکر سے ذاکر خود بھی سعید و نیک بخت ہو جاتا ہے اور اس کا ہمنشین اور ہم مجلس بھی نیک بخت و نیک اقبال ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الٰہی جہاں اور جس وقت بھی ہو بابرکت و قابل عزت چیز ہے لیکن غافل وبیہودہ کو اپنی لغویات اور ذکر الٰہی سے غفلت کے باعث خود بھی بدبخت اور اپنے ہم مجلس کو بھی بدبخت بنا کر رہتا ہے۔

نمبر ۲۸ : ذکر کی وجہ سے انسان قیامت کے دن حسرت و افسوس سے مامون و مصئون رہیگا کیونکہ جو مجلس ذکر الٰہی سے خالی ہو وہ مجلس اہل مجلس پر قیامت کے دن حسرت و ہلاکت اور بربادی کا موجب ہوگی۔

نمبر ۲۹ : خلوت میں خدا کی یاد کر کے رونے سے اس دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا جس دن سخت گرمی اور حد کی دھوپ ہوگی تمام لوگ سورج کی گرمی و دھوپ میں تڑپ رہے ہونگے اور ذاکر عرش الٰہی کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے نہایت عیش و آرام کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔

نمبر ۳۰ : ذاکر کو ذکر الٰہی میں منہمک رہنے کی وجہ سے بارگاہ الٰہی سے وہ وہ انعامات حاصل ہوتے ہیں جو مانگ کر لینے والوں کو بھی حاصل نہیں ہوتے۔ کیونکہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ سے حدیث قدسی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

قَالَ سُبْحَانَهُ تَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِىْ عَنْ مَسْئَلَتِىْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِى السَّائِلِيْنَ ○

جس شخص کو میری یاد سوال و درخواست کرنے سے بند کرے، میں اسے مانگ کر لینے والوں سے زیادہ عنایت کرتا ہوں۔

۳۱۔ ذکر جملہ عبادات سے آسان و افضل ہے

ذکر جملہ عبادات سے اعلیٰ و افضل ہونے کے باوجود سب سے سہل و آسان ترین عبادت ہے۔کیونکہ زبان کی حرکت جملہ اعضاء و جوارح کی حرکات کی نسبت نہایت خفیف و آسان ترین ہوتی ہے۔شب و روز جس قدر زبان حرکت کرتی ہے اتنا دیگر اعضاء و جوارح کو حرکت کرنی پڑے تو انھیں انتہائی مشقت ہو۔اور وہ تھک کر چور ہو جائیں بلکہ اس قدر حرکات تو انسانی طاقت سے باہر ہے۔یہ زبان ہی کا کام ہے کہ شب و روز اس قدر حرکت کرنے اور ہلنے جلنے سے تھکنے میں نہیں آتی۔

۳۲۔ ذکر سے جنت میں درخت لگتے ہیں

ذکر الٰہی اور خدا تعالیٰ کی یاد بہشت بریں کے پودے و درخت ہیں۔ترمذی میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَءْ اُمَّتَكَ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ

معراج کی رات ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے، محمد میری طرف سے اپنی امت کو سلام دینا اور کہنا جنت کی زمین بھی نہایت بہترین و اعلیٰ ہے۔اور پانی بھی میٹھا ہے اور بے نکین ہے۔مگر ہے وہ صاف اور چٹیل میدان

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔	اور اس کے پودے ہیں۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث غریب ہے۔ نیز ترمذی میں مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ ۔	جو شخص ایک دفعہ سبحان اللہ کہے۔ اس کے لئے بہشت میں ایک کھجور لگائی جاتی ہے۔

(حسن صحیح بواسطہ ابی زبیر عن جابر)

۳۳۔ جو انعامات ذکر سے حاصل ہوتے ہیں دوسرے اعمال سے نہیں

ذکر الٰہی پر وہ وہ فضل و انعامات مرتب ہوتے ہیں جو دیگر اعمال پر مرتب نہیں، چنانچہ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِي يَوْمٍ مَائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عِدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مَائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مَائَةُ خَطِيْئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزٌ مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذَالِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ اَفْضَلُ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ	جو شخص ہر روز سو سو بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیٔ قدیر پڑھے۔ اسے دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ اور سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کر دی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک وہ تمام دن شر شیطانی سے محفوظ و مصئون رہتا ہے اور اس کے اعمال سے بڑھ کر کسی کا عمل افضل و اعلیٰ نہیں ہوتا۔ الا اینکہ اس سے بڑھ کر کوئی عمل کرے اور جو شخص دن میں سو مرتبہ

مِنْهُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِي يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ۔

سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے تمام گناہ خواہ وہ کف سمندر سے بڑھ کر کیوں نہ ہوں یکسر معاف ہو جاتے ہیں۔

نیز صحیح مسلم میں ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

جملہ کائنات کے بجائے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ مجھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا زیادہ محبوب ہے۔

ترمذی میں انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اَوْ يُمْسِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَعْتَقَ اللّٰهُ رُبُعَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَعْتَقَ اللّٰهُ نِصْفَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَهَا ثَلٰثًا اَعْتَقَ اللّٰهُ ثَلَاثَةَ اَرْبَاعِهٖ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَهَا اَرْبَعًا اَعْتَقَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۔

جو شخص صبح یا شام یہ دعا مانگے کہ خدایا میں تجھ کو تیرے عرش کے اٹھانے والوں کو تیرے فرشتوں اور تیری تمام مخلوق کو اس قرار پر گواہ بناتا ہوں کہ تو خدا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں تو عزوجل اس کو ایک چوتھائی ¼ جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ دو دفعہ کہے تو نصف آزاد تین مرتبہ کہے تو تین چوتھائی ¾ اور جو چار مرتبہ کہے اسے سو فیصدی آزاد کر دیتا ہے۔

نیز ترمذی میں بروایت ثوبانؓ مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ حِيْنَ يُمْسِيْ وَاِذَا اَصْبَحَ رَضِيْتُ

جو شخص صبح و شام یہ کہے کہ میں خدا تعالیٰ کے

بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّرْضِيَهٗ —

رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل وجان سے رضامند ہوں۔ تو خدا تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اسے راضی کر کے چھوڑے۔

نیز ترمذی شریف میں ہے:۔

مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَّرَفَعَ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ

جو شخص بازار میں داخل ہو۔ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر کہے تو عزوجل اس کی دس لاکھ نیکیاں درج کر لیتے ہیں دس لاکھ برائیاں محو کر دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتے ہیں۔

۳۴۔ ذکر الٰہی سے خدا انسان کو کبھی نہیں بھولتا

ذکر الٰہی (یاد خدا) پر مداومت سے انسان خدا کو کبھی نہیں بھولتا اور خدا تعالیٰ کو بھول جانا ہی انسان کے لئے اس کی دنیا و آخرت معاش و معاد میں انتہائی شقاوت و بدبختی کا سبب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بھلا دینا خود انسان کے نفس مصالح بھلا دینے کا موجب ہوتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۵۹ : ۱۹)

ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے خدا کو بھلایا تو خدا نے خود ان سے ان کے نفس بھلوا دیئے یہی لوگ

فاسق و بدکار ہیں

اب دیکھئے! جب انسان خود اپنے نفس کو بھول جائے تو اس کے تمام مصالح و فوائد سے بے رغبت ہو جائیگا اور اسے بھول کر غیروں کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ لہٰذا اس کا خراب و برباد ہونا لابدی امر ہے اس کی مثال بعینہ باغ و زراعت اور مال مویشی وغیرہ کی سی ہے جن کی اصلاح و درستی مالک کی حفاظت و نگرانی پر موقوف ہے اگر ان کی اصلاح و درستی کو خیر باد کہہ کر کنارہ کشی کیجائے۔ انہیں بھول کر دوسری چیز میں مشغول ہو جائے۔ اور ان کے فوائد و مصالح کو ضائع و برباد کر دے تو ان کا خراب و برباد ہونا یقینی و لابدی امر ہے۔ ان تمام کا انتظام اس کے قائم مقام ہو کر کوئی دیگر شخص بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ تو کیا اگر اپنے نفس کا خیال ترک کر دے اسے بھول کر دوسری چیز میں مشغول ہو جائے اس کی حفاظت و نگرانی ترک کر دے اور اس کی اصلاح سے منہ موڑے تو وہ خراب و برباد اور بدبخت نہیں ہوگا؟ پھر خود ہی تبلائیے کیا آپ اسے خراب و برباد کر کے محروم و نامراد ہونا چاہتے ہیں؟ یہی ایسا شخص ہے جس کے جملہ کاروبار حد سے متجاوز ہونے کی وجہ سے مقام افراط تک پہونچ گئے۔ تمام مصالح ضائع ہوئے اور ہلاکی و بربادی ناکامی و نامرادی اور ہلاکت و خسران کے اسباب و علائق نے پوری طرح اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان تمام نقصانات سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے خدا تعالیٰ کی دوامی یاد۔ ذکر الٰہی سے والہانہ شیفتگی و وابستگی اور ہر وقت یاد خدا میں رطب اللسان رہنا۔ انسان کو چاہئیے کہ یاد الٰہی کو اپنی زندگی و حیات کا لازمی جز نہیں بلکہ خود اسی کو حیات و زندگی تصور کرے جس کے سوا انسان کو کچھ چارہ نہیں اور اسے غذا کے قائم مقام سمجھے جس کے فقدان سے جسم کی تباہی و بربادی یقینی ہوتی ہے۔ ہاں شدت پیاس و تلخی کے وقت اسے آب خنک سردیوں اور گرمیوں کا لباس انتہائی جاڑے اور لوؤں سے بچنے کی جھونپڑی سمجھے۔

بندۂ خدا کے لئے ضروری ہے کہ ذکر الٰہی کو ان تمام چیزوں کے قائم مقام بلکہ ان سے

اعظم و اعلیٰ خیال کرے۔ کیونکہ کہاں روح و قلب کی خرابی و ہلاکت، اور کجا بدن کی خرابی و بربادی بدن کی خرابی و ہلاکت یقینی و لابدی سہی مگر بعد از خرابی بسیار پھر بھی قابل اصلاح ہے لیکن روح و قلب کی موت کے بعد تو اس کی اصلاح و فلاح کی امید بھی مفقود اور ناممکن ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور ذکر و دوام ذکر میں محض ہی ایک فائدہ جملہ فوائد سے کافی ہے کیونکہ جو خدا تعالیٰ کو بھلا دے۔ خدا تعالیٰ دنیا میں اس سے اس کا اپنا نفس بھلا دیگا۔ اور قیامت کو عذاب جہنم میں ڈالکر فراموش کر دیگا۔ ارشاد باری ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (طٰہٰ۔۱۲۴)	جو میرے ذکر سے اعراض کرے اس کے لئے معیشت تنگ ہے اور قیامت کو اسے ہم اندھا کرکے اٹھائیں گے کہیگا خدایا مجھے تو نے نابینا کرکے کیوں اٹھایا حالانکہ میں (دنیا میں) آنکھوں والا ہوتا تھا۔ عزوجل فرمائیں گے تیرے پاس ہماری آیات آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا۔

تُنْسٰى، اَعْرَضَ اور ضَنْكًا کی تفسیر

تُنْسٰى اللہ میں نسیان نسیان اور عذاب مراد ہے

یعنی جس طرح تو نے میری آیات کو بھلا کر نہ یاد کیا۔ نہ ان پر عمل کیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی عذاب

اور یعنی اسکا خیال ترک کر دیا جائے گا۔ جیسے کوئی بھولا ہوا شخص خیال میں نہیں آتا۔ اسے بطور مشاکلت نسیان کا نام دیا گیا ہے جیسے ارشاد باری ہے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ دو لوگوں نے خدا کو بھلایا تو اس نے انہیں بھلا دیا۔ ورنہ عزوجل پر حقیقی نسیان تو بالکل محال ہے۔ جیسا کہ اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى (طٰہٰ۔ ع) یعنی میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔ ۱۲۔

میں ڈھکیل کر خاموش کر دیا جائیگا اور اعراض عن الذکر اس ذکر کے اعراض کو بھی شامل ہے جو عزوجل نے نازل فرمایا۔ ذکر منزل من اللہ پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ عزوجل کی نازل کردہ کتاب کے احکام کا خیال رکھا جائے۔ غرضیکہ عزوجل کی یاد سے اعراض اور اس کی کتاب اس کے اسماء اس کی صفات اس کے اوامر ونواہی اس کی نعمت وانعامات سے اعراض سب کا مطلب ایک ہے اور وہ ہے اعراض عن ذکر اللہ کیونکہ ان چیزوں سے اعراض۔ اعراض عن کتب اللہ کے تحت اور تابع ہے۔

وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت شریفہ میں ذکر کا لفظ یا مصدر مضاف بجانب فاعل ہے یا مضاف باضافت اسماء مختصہ اور اعراض عن کتاب اللہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ اسکی تلاوت کرے نہ اس میں تدبر، نہ اس پر عمل کرے اور نہ اس کے فہم ومطالب کو سمجھے کیونکہ اس کی حیات وزندگی عیش ومعیشت سراسر اس پر وبال ومصیبت ہوگی اس کی گذران تنگ اور مصائب سے لبریز ہوگی۔ اور ضنک تنگی وشدت اور تکلیف ومصیبت کا نام ہے۔ یہاں معیشت کو مبالغہ ضنک کا موصوف بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اور اس تنگ زندگی کی عذاب برزخ سے بھی تفسیر کی گئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دنیوی معیشت کو بھی شامل ہے اور برزخی حالت کو بھی۔ کیونکہ برزخی حالت میں انسان دنیا وبرزخ دونوں جہان کی تکلیف برداشت کرتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب میں ڈالکر فراموش کیا جائیگا۔ مگر یاد رہے یہ بدبخت لوگوں کا حال ہے لیکن اہل سعادت وفلاح کا حال اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی دنیوی زندگی کی طیب واعلی اور برزخی بھی طیب وپاکیزہ اور اعلی درجہ کی ہوگی اور آخرت میں تو ثواب کے لحاظ سے سب سے افضل واعلی ہوں گے کوئی ان کا ہمسر نہیں ہو سکے گا۔ عزوجل کا ارشاد ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً	جو مرد وعورت بحالت ایمان عمل صالح کرے تو اسے ہم طیب اور بہترین زندگی

طَيِّبَةً (نحل ۱۴ ۔ ع ۱۳) | عنایت کریں گے ۔

یہ تو ہے دنیا میں ۔ رہی برزخ و آخرت تو اس کے متعلق ہے ۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحل ۱۶ ۔ ع ۱۳)	اور ہم انھیں ان کے عملوں سے بہتر بدلہ دیں گے ۔

پھر ایک جگہ ارشاد ہے ۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ (نحل ۱۶ ۔ ع ۶)	مظلومی کے بعد جو مہاجر فی سبیل اللہ ہوئے ۔ ہم انھیں اس دنیا میں بھلائی نصیب کریں گے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوں (یہ دنیا و آخرت دونوں کیلئے ہے)

نیز فرمایا :۔

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ہود ۱۱ ۔ ع ۱)	خدا سے بخشش مانگو ۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ دیگا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عنایت کریگا ۔ (یہ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

ایک جگہ فرمایا

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (زمر ۳۹ ۔ ع ۲)	کہدو کہ خدا کے ایماندار بندو ! اپنے رب سے ڈرو نیکی کرنے والوں کے لئے دنیا میں بھی نیکی ہے اور خدا کی زمین کشادہ ہے اور صابر لوگوں کو ان کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جائیگا ۔ (یہ بھی دنیا و آخرت کے لئے ہے)

محسنین کے لئے دو جزائیں تو یہ چار مقام ہیں۔ جن میں عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل واحسان سے محسنین کو یک نہیں دو جزائیں مرحمت فرمائیں گے ایک دنیا میں۔ دوم آخرت میں۔ اور جس طرح اسارت وبرائی کی جزا معجل ضروری ہے اسی طرح نیکی واحسان کی بھی جزا معجل ضروری ہے محسن کو احسان کے عوض نفس انشراح صدر، کشادگی قلب۔ اپنے رب کے ساتھ معاملہ کرنے میں سرور ولذت۔ عزوجل کی طاعت وفرمانبرداری، خدا کی یاد اور خدا تعالیٰ کی یاد و محبت سے روح کی خوش باشی ہی حاصل ہو جائے تو کافی ہے پھر ذکر الٰہی سے جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ اس خوشی ومسرت سے کئی گنا زیادہ ہے جو بادشاہ کے کسی مقرب کو اپنے رحمدل اور مہربان بادشاہ سے حاصل ہو اسی طرح کسی بدکار شخص کو سینہ تنگی سخت دلی، تشتت قلبی، سیاہ دلی رنج وملال، غم واندوہ اور خطرہ وخوف حاصل ہو تو وہی کافی ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ احساس وحیات رکھنے والے کے لئے شک کی قطعًا کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ تمام رنج وملال غم واندوہ اور جملہ مصائب عقوبات عاجلہ اور دنیا میں دوزخ ہیں مگر اسکے برعکس توجہ الی اللہ انابت الی اللہ حب اللہ بغض فی اللہ اور محبت الٰہی سے دل کا بھر آنا ہونا ذکر الٰہی سے والہانہ شیفتگی وعقیدت اور معرفت الٰہی سے فرح وسرور اور مسرت حاصل ہونا۔ یہ تمام ثواب عاجل (نقد ثواب) اور دنیا میں جنت ہے اور یہ وہ عیش ونعمت ہے جس سے شاہانہ عیش کو یقینًا ذرہ برابر بھی نسبت نہیں۔

دُنیا میں جنّت شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) فرمایا کرتے تھے "دنیا میں بھی جنت ہے۔ جو شخص دنیوی جنت میں داخل نہ ہو وہ اخروی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا"۔

شیخ الاسلام کا مقولہ آپ کی اسیری اور مختصر حالات

ایک دفعہ مجھے (ابن قیمؒ) کو فرمایا۔
دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے، میری جنت تو میرے سینے میں ہے۔ جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ کبھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتی قید و حبس میری خلوت۔ قتل میرے لئے شہادت اور جلاوطنی میری سیر و سیاحت ہے۔"

قلعہ کے اندر قید میں فرمایا کرتے

" اس نعمت (قید و بند) کے شکرانہ میں یہ قلعہ سونے سے بھر کر خرچ کر دینا بھی میرے نزدیک کم ہے اور میں اس نعمت کے عوض اس قدر سونا نثار کرنے کو بالکل حقیر رقم تصور کرتا ہوں" یا یوں فرمایا "دشمنوں نے مجھے قید و بند میں ڈال کر جو مجھ پر احسان کیا ہے اور جو میرے لئے خیر و بھلائی کے اسباب مہیا کر دئے ہیں، میں ان کا عوض ادا کرنے سے قاصر ہوں"۔

ایام حبس میں سجدہ کے اندر کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے کہ

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔ خدایا! اپنے ذکر و شکر اور حسنِ عبادت پر میری اعانت و دستگیری فرمایئے۔

ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے

"محبوس وہ نہیں جو قید ہو جائے۔ محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے رب سے رُک جائے بلکہ اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے"۔

گرفتار ہو کر جب قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کی دیوار کے اندر چلے گئے تو قلعہ کو دیکھ کر فرمانے لگے (اور کیا مزے کی کہی)

فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی جس کا ایک

بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (حدید - ع ۲)

دروازہ ہے اس کے اندرونی جانب رحمت اور باہر کی طرف عذاب و مصیبت ہے ۔

اور خدا ہی جانتا ہے کہ آجتک مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو بحالت قید مجھے ان سے زیادہ طیب عیش اور خوش باش گذر اوقات کرتا نظر آیا ہو حالانکہ وہ قید (جیل) میں از حد ضیق العیش اور تنگی سے دن بسر کر رہے تھے ۔ جہاں آرام و آسائش اور نعمت و رفاہیت کا نام تک نہیں تھا ۔ بلکہ ان کی اضداد کا دور دورہ تھا ۔ آپ جیل کے اندر ٹھونسے ہوئے تھے اور اس قدر انتہائی تہدید و بدتمیزی کا سلوک کیا جاتا تھا کہ بدن کانپ اٹھتا ۔ اس کے باوجود وہ تمام لوگوں سے زیادہ طیب العیش ، سب سے زیادہ منشرح الصدر ، سب سے زیادہ مضبوط دل اور تمام لوگوں سے اس قدر زیادہ خوشدل نظر آتے کہ نعمت کی تازگی اور رونق کے آثار ان کے چہرہ پر نمایاں دکھائی دیتے ۔ علی ہذا القیاس جب خطرات و وحشت کی گھٹائیں ہم پر چھا جاتیں اور چاروں طرف سے ہم خطرناک حالات میں گھر کر دل چھوڑ بیٹھتے اور طرح طرح کی بدگمانیوں کا ہمارے دل میں تانتا بندھ جاتا ہے ، اور اس قدر وسعت و کشادگی کے باوجود جب زمین بھی ہم پر تنگ ہو جاتی تو جونہی ہم گھبرا کر آپکے پاس آتے ، آپ کو دیکھتے اور آپ کا کلام سنتے ۔ ہماری تمام وحشتیں کافور ہو جاتیں تمام بدگمانیاں رفع ہو جاتیں اور بالکل ہماری کایا پلٹ جاتی تنگی کشادگی سے کمزوری طاقت سے گمان یقین سے اور گھبراہٹ طمانیت سے بدل جاتی ۔ قربان جاؤں مولائے کریم پر جس نے اپنے بندوں کو دنیا میں ہی جنت دکھا دی اور دنیائے دار العمل میں ہی ان کے لئے بہشت کے دروازے کھول دئے ۔ جہاں سے خوشبو دار ہوائیں ان کے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہیں نسیم بہشتی کے جھونکے آرہے ہیں اور قسم قسم اور طرح طرح کی ہواؤں سے ان کے دل و دماغ خوش ہو رہے ہیں اور طلب جنت کے لئے مشتاق اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصول جنت میں سبقت کر رہے ہیں ۔

چار بزرگوں کے اقوال

ایک عارف بزرگ فرمایا کرتے تھے "اگر بادشاہوں اور شاہزادوں کو ہماری حالت کا صحیح علم ہو جائے تو وہ تلواروں سے لڑکر بھی وہ حالت ہم سے چھیننے کے لئے تیار ہو جائیں دوسرے بزرگ ارشاد فرماتے ہیں۔

"بیچارے دنیا کے مسکین دنیا بھی چھوڑ گئے اور دنیا کی بہترین چیز کی لذت اور ذائقہ سے بہرہ اندوز بھی نہ ہو سکے کسی نے دریافت کیا، وہ بہترین چیز کیا ہے؟ فرمایا خدا تعالیٰ کی محبت و معرفت اور ذکر الٰہی"

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

"بسا اوقات دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ دل خوشی کے مارے رقص کرنے لگ جاتا ہے"

ایک دیگر بزرگ کا قول ہے۔

"مجھ پر ایسا وقت آتا ہے جس میں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اہل جنت اگر ایسی حالت میں ہوں تو یقیناً بہترین عیش و زندگی میں ہوں گے"

دنیا میں جنت کیسے؟

غرضیکہ خدا تعالیٰ کی محبت۔ خدا تعالیٰ کی معرفت، ذکر الٰہی میں ہمیشہ رطب اللسان رہنا۔ خدا کا نام جپنے سے بدن کو تسکین و آرام ہونا۔ عزوجل کی ذات اقدس سے دلِ مضطرب کا مطمئن ہو جانا۔ صرف خدائے واحد سے ڈرنا۔ صرف اسی سے امید رکھنا محض اسی سے محبت رکھنا۔ اسی پر توکل کرنا اور جملہ معاملات میں محض خدائے واحد جلشانہ سے اس قدر تعلق رکھنا کہ انسان کے تمام غم و فکر اور جملہ عزائم و ارادات پر صرف خدائے جبار کی ذات اقدس ہی مستولی و غالب ہو۔ یہی دنیا کی جنت ہے اور یہی وہ نعمت الٰہی ہے جس کا کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہی عاشقان الٰہی کی ٹھنڈک چشم اور

عارفوں کی جان ہے، اور یاد رکھئے جس قدر خدا کی یاد اور تعلق الٰہی سے انسان کو سرور حاصل ہوگا۔ اس قدر اللہ کی مخلوق اس سے محبت کرے گی۔ اور جو شخص محبت الٰہی سے لطف اندوز نہ ہو دنیوی زندگی بھی اس کے لئے دو بھر اور باعث ندامت ہوگی اور اس کی تصدیق وہی شخص کر سکتا ہے جسمیں قدرے احساس و حیات موجود ہو۔ رہا مردہ دل انسان۔ تو جو اس کے پاس ہے وہ آپکے لئے وحشت کا باعث ہوگی اس لئے حتی الامکان مردہ دل انسان سے دور رہنے کی عادت ڈالئے۔ کیونکہ اس کا دور رہنا ہی آپ کیلئے مفید ہو سکتا ہے اور اس کا قرب آپ کے لئے موجب وحشت ہوگا۔ لہذا کسی موقعۂ خدانخواستہ اگر آپ کو اس سے واسطہ پڑ جائے تو ظاہری تعلق رکھئے مگر اندرونی طور پر اس سے بالکل دور رہئے اور دل کا ادنیٰ سا تعلق بھی اس سے نہیں ہونا چاہئے۔ اندرونی طور پر اس سے دور رہنا چاہئے اور جو چیز اولیٰ تر ہے، اس سے اعراض و تغافل نہیں چاہئے اور دل کے کانوں سے سن لیجئے کہ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ ایسے شخص کے دھیان میں رہیں جس کی مشغولیت تعلق باللہ کے انقطاع کا موجب ہو اپنے خالق سے رابطہ ٹوٹ جائے۔ ضیاع وقت پریشانی قلب ضعف عزیمت اور پراگندہ خیال حاصل ہو اور اگر خدانخواستہ ایسے شخص سے پالا پڑ ہی جائے تو کوشش کیجئے کہ اس سے تعلق احکام الٰہی کے تحت رہے اور وہ تعلق ایسا ہو جو خوشنودیٔ خدا کا باعث ہو اور اس کے ساتھ صحبت رکھنا فائدہ مند تجارت ثابت ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ راہ چلتے سفر میں کوئی شخص ملے اور آپ کو روک کر کھڑا ہو جائے تو آپ کو یہی کوشش کرنی چاہئے کہ آپ اس کو ساتھ لے کر چلتے جائیں۔ اگرچہ نتیجہ آپ کو کچھ تکلیف بھی برداشت کرنی ہوگی۔ لیکن اگر اس کی نیت سفر کی نہ ہو تو اس کے پاس ٹھہر کر قافلے کے رکنے کا باعث مت بنئے اور اس کو چھوڑ دیجئے اور چلتے بنئے اگر وہ ضد ہی کرے اور نہ ہی سفر کی اس کی نیت ہو تو وہاں سواری مت ٹھہرائیے۔ کیونکہ وہ رفیق سفر نہیں بننا چاہتا ہے بلکہ وہ ڈاکو ہے،

خواہ کوئی ہو۔ شام ہونے سے پہلے منزل مقصود تک پہونچنے کی ٹھان کر بھاگم بھاگ دوڑ اور اپنے ٹھکانے پہنچیے کہ راستہ میں نہ لٹ جائیں[۱]

۳۵۔ سویا ہوا بیدار مغز ذاکر غافل تہجد گذار سے بہتر ہے

ذاکر انسان کو ہر وقت (روحانی) سیر کرتا ہے۔ حالانکہ کبھی وہ بستر خواب پر لیٹا ہوتا ہے کبھی کوچہ و بازار میں پھر رہا ہوتا ہے کبھی تندرست کبھی بیمار کبھی نعمتوں میں اور کبھی لذتوں میں ہر حالت میں اسے روحانی سیر کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ کوئی وقت اور کوئی حالت (روحانی) سیر سے خالی نہیں گذرتی حتیٰ کہ بستر پر سوئے ہوئے غافل تہجد گذار سے کہیں آگے نکل جاتا ہے، صبح دیکھو، تو ذاکر بستر خواب پر لیٹے لیٹے منزل طے کر چکا اور قافلہ سے آگے نکل گیا ہوتا ہے لیکن غفلت سے تہجد گذارنے والا شخص بیچارہ جہاں سے چلا تھا وہیں کھڑا نظر آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرما دیتا ہے۔

ایک عابد کے متعلق حکایت ہے کہ وہ اپنے دوست کے ہاں جا کر مہمان ٹھہرے، اور تہجد پڑھتے پڑھتے تمام رات گذاری مگر میزبان بستر پہ لیٹے لیٹے صبح اُٹھا۔ عابد صاحب فرمانے لگے، میاں! تیرے سوتے سوتے قافلہ تو دور نکل گیا، میزبان نے کہا اس کی بہادری کیا جو قافلہ کے ساتھ سفر میں ہی رات گذارے اور صبح اٹھ کر قافلہ کے ساتھ ہی چل کھڑا ہو، جوانمرد تو وہ ہے جو رات بستر پہ گذارے اور لیٹے لیٹے صبح کو قافلے سے بھی آگے نکل جائے۔

اس حکایت کے دونوں محمل ہو سکتے ہیں، محمل صحیح بھی اور محمل فاسد بھی۔ اگر یہ محمل قرار دیا جائے کہ انسان بستر پر لیٹے لیٹے سو کر خراٹے بھی مارتا ہے اور قائت قائم اللیل و تہجد گذار سے بھی ثواب میں بڑھ جائے تو یہ قطعاً غلط اور باطل ہے۔ اس کا محمل تو یہ ہے کہ بستر پر لیٹے

---

[۱] یہاں اصل نسخہ میں بیاض ہے ۱۲

والے کے دل کا کنکشن خدا سے جڑ چکا ہو اور اس کا دل اپنے پروردگار کے ساتھ معلق ہو اور محبت الٰہی کے وفور و جوش نے اس کے دل کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہو اور اس کی یہ حالت ہو چکی ہو کہ وہ قدوسیوں کے مقدس جمگھٹوں میں عرش الٰہی کا طواف کرتے کرتے اس طرح رات بسر کر دیا کرتا ہو گویا وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بےخبر ہے۔ لیکن سردی یا درد یا تکلیف کے عارضہ سے کسی رات وہ قیام اللیل نہ کر سکے، یا دشمن کے تعاقب میں تہجد نہ پڑھ سکے یا خود اس کے پیچھے پیچھے دشمن آ رہا ہو اور وہ جان کے خطرہ سے بیچارہ چھپتے چھپتے تہجد ادا کر سکے یا دیگر کسی عذر کی بنا پر اس سے قیام اللیل رہ گیا ہو مگر بستر پر لیٹ کر بھی وہ اپنے اندر خدا تعالیٰ کی محبت جوش و خروش کا اس قدر جذبہ رکھتا ہو جس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ تو وہ اس شخص سے ہزار درجہ بہتر ہے، جو رات کو تہجد گذارتے تو صبح کر دے مگر اس کے دل کا ایک ایک گوشہ ریا، غرور، تکبر، طلب جاہ اور عزت طلبی کی غلاظت و گندگی سے لبریز ہو چکا ہو یا خود کہیں اور اس کا دل کہیں ہو، تو ایسا شخص یقیناً بستر پر لیٹے لیٹے بھی اس تہجد گذار سے بے شمار مراحل آگے نکل جاتا ہے۔ کیونکہ عمل کا تعلق بدن سے نہیں دل سے ہوتا ہے تمام تر دار و مدار نیت پر ہے کہ اصل چیز جڑ ہے پتے نہیں۔ کیونکہ ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو خوابیدہ عزائم کے لیے ہیجان خیز ہے۔ خاموش و مخفی خواہشات کو بھڑکا دیتی ہے۔ اور مردہ جذباتِ طلب میں نئی روح پھونک دینے والی چیز ہے۔

۳۶۔ ذکر الٰہی سے دل میں، زندگی، دنیا و آخرت اور محشر و برزخ میں نور

ذکر ہی ایسی چیز ہے جو ذاکر کے لئے دنیا میں بھی نور، قبر میں بھی نور اور آخرت کو بھی نور کا موجب ہوگا اور پلصراط پر اس کے آگے آگے چلتا جائیگا۔ اصل یہ ہے کہ دلوں میں نور اور قبروں میں روشنی پیدا کرنے کے لیے ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا ترجمہ: جو شخص جہالت کی موت مر چکا تھا

لَهُ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۔ (انعام ۔ ع۱۵)

ہم نے اسے علم کی روح عنایت فرما کر زندہ کر دیا اور اسے نور شریعت عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایسے اندھیروں میں گھر چکا ہو جہاں سے نکلنے کی امید بھی نہیں ہے ۔

یہاں صاحب نور سے وہ مومن مراد ہے جو ایمان باللہ، خدا کی محبت، خدا کی معرفت اور ذکر الٰہی سے منور و نورانی ہو چکا ہو اور صاحب ظلمات سے وہ شخص مراد ہے جو خدا سے غافل ہو چکا ہو خدا کی یاد اور محبت الٰہی سے بالکل منہ موڑ چکا ہو اور یہ کوئی معمولی بات نہیں انسان کو اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو اس میں ہر قسم کی فلاح و نجات موجود ہے اور اگر حاصل نہ ہو تو ہر شقاوت و بدبختی اس میں مرکوز ہے ۔

آنحضرت صلعم کی دعائے نور

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عزوجل سے یہ درخواست کرتے تو بے حد مبالغہ کرتے کہ خدایا! میرے گوشت پوست چمڑے، ہڈیوں، پٹھوں، بالوں، کان، آنکھ، اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر جانب اور ہر عضو میں نور کر دے حتیٰ کہ فرمایا کرتے کہ خدایا مجھے نور ہی کر دیجئے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے پروردگار سے یہ درخواست کہ عزوجل آنحضرت کے ہر ہر ذرات ظاہری و باطنی میں نور ہی نور بھر دے اور تمام جہات و اطراف سے آپ کو نور میں ڈھانپ دے اور آپ کی ذات اقدس اور پورے جسم کو مجسمہ نور کر دے۔ تو خدا تعالیٰ کا دین بھی نور اس کی کتاب بھی نور اس کا رسول بھی نور اپنے بندوں کے لئے اس کا تیار کردہ گھر جنت بھی نور ہے جو لٹ لٹ چمک رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ خود نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

---

۱ احمد و بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عباس رضی ۱۲

یعنی زمین و آسمان کا نور، اور اس کا نام بھی نور، اور تمام ظلمات بھی اس کے چہرہ کے نور سے قیامت کو چمک اٹھیں گے اور جگمگا اٹھیں گے اور آنحضرت صلعم کی یوم طائف کی دعا میں بھی ہے کہ :-

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِی	میں تیرے غضب و غضب کے نزول سے تیرے
اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ	چہرہ اقدس کے نور کی پناہ لیتا ہوں
عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے
اَنْ يَحِلَّ عَلَیَّ غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ	بدل جاتی ہیں اور جس کے باعث دنیا
بِی سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی	و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ	ہیں گناہ سے ہٹنے کی اور نیکی کرنے کی توفیق تیری
	امداد پر موقوف ہے۔

اور عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ تمہارے پروردگار کے ہاں نہ رات ہے نہ دن (بلکہ) سب آسمان ذات باری کے چہرۂ اقدس کے نور سے فروزاں ہیں۔ اس اثر کے بعض الفاظ یوں بھی آئے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی (و رونق) ذات باری تعالیٰ کے چہرۂ اقدس کے نور کے باعث ہی ہے۔ اسے عثمان دارمی نے ذکر کیا۔ قرآن حکیم میں بھی باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :-

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا	اور نور الٰہی سے زمین جگمگا اٹھے
(زمر ۳۹ - ع ۷)	گی۔

معلوم ہوا کہ قیامت کے روز جب مخلوقات کے فیصلہ کے لیے عزوجل کی تشریف آوری ہوگی تو زمین شمس و قمر کے نور سے نہیں بلکہ نور خداوندی کی ضیا پاشی سے روشن ہوگی کیونکہ قیامت کو چاند سورج تو بے نور ہو چکے ہوں گے اور ان کی روشنی سلب ہو چکی ہوگی رہا حجاب خداوندی تو وہ سراسر نور ہی نور ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں، فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَىٰ إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ ثُمَّ قَرَأَ أَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (نمل ۲۷۔ ع ۱)

عزوجل سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے رزق وغیرہ کے ترازو کو وہی اونچا نیچا کرتا ہے اور اسی کی طرف رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے چڑھتے رہتے ہیں۔ اور وہ نور کا حجاب کئے ہوئے ہیں اگر اسے اٹھا دے تو اس کے چہرہ اقدس کے جلال و عظمت کا نور نظر پہنچنے تک تمام چیزوں کو خاکستر کر کے رکھدے پھر استشہاد کیلئے آیت تلاوت فرمائی اَنْ بُوْرِكَ الخ یعنی وہ بابرکت ذات ہے جو آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہیں۔

(نمل ۲۷ ۔ ع ۱)

معلوم ہوا کہ یہ حجاب بھی خدائے قدوس کے چہرہ اقدس کے نور سے مستنیر ہوگا اور اگر وہ حجاب نہ ہو تو چہرۂ خداوندی کے انوار تمام دنیا کو جلا کر راکھ کر ڈالیں اور نور آہیہ گز دو گز دور نہیں بلکہ وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تک باری تعالیٰ وتقدس کی نظر پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عزوجل تبارک وتعالیٰ نے جب (عرش معلی سے) کوہ طور پر تجلی فرمائی اور تھوڑا سا حجاب اٹھایا تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین میں دھنس گیا۔ اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی خدائے ذوالجلال وجبروت کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔

تفسیر لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ از ابن عباسؓ

مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے جو انھوں نے ارشاد خداوندی لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ آنکھیں ذاتِ خداوندی کا ادراک نہیں کر سکتیں کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ یہ خدائے ذوالجلال کی عظمت و جلال اور شان و شوکت اور رعب و دبدبہ ہے کہ وہ تجلی فرمائے تو اس کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکے تو آنکھ بیچاری کو کیا تاب و طاقت؟ کہ ذاتِ خداوندی کا ادراک تک بھی کر سکے۔

اور یہ آپؓ کی باریک بینی، دقتِ نظری اور بدیع فہمی کی زندہ اور بین دلیل ہے اور ہو بھی کیوں نہ؟ جبکہ ان کے لئے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دست بدعا ہوں "کہ خدایا! ابن عباسؓ کو قرآن کا بہت بڑا ماہر کر دیجیو!" [۱]

غرضیکہ باری تعالیٰ قیامت کو انہی آنکھوں سے نظر آئیں گے مگر آنکھوں کیلئے ذاتِ خداوندی کا ادراک کرنا محال بلکہ ناممکن ہے اگرچہ اس کی رویت ممکن چیز ہے۔ بہرصورت ادراک رویت سے ماوراء ایک دیگر چیز ہے۔ دیکھئے سورج جس سے ہم عزوجل کو تشبیہہ نہیں دے سکتے کیونکہ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلیٰ (خداتعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثالیں ہیں) مگر غور کیجئے! ہم اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کی اصل حالت بلکہ اس حالت سے قریب ترین حالات تک کے ادراک سے قاصر ہیں۔

اسی لئے ابن عباسؓ سے جب کسی نے عزوجل کی رویت کے متعلق سوال کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ عزوجل فرماتے ہیں لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا) تو ابن عباسؓ کیا ہی خوب جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

---

[۱] صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے آپ کے لئے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ یعنی خدایا! اسے فقاہت دینی اور علم تفسیر سکھلا دیجئے ۱۲

أَلَسْتَ تَرَى السَّمَآءَ قَالَ بَلٰى قَالَ أَفَتُدْرِكُهَا قَالَ لَا قَالَ فَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْظَمُ وَأَجَلُّ لَهُ

تجھے آسمان نظر آتا ہے؟ کہا ہاں، فرمایا اس کی حقیقت کا ادراک بھی تجھے ہوتا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا بس خدا تعالیٰ بھی اسی طرح نظر آئیگا مگر اس کی کنہ وحقیقت کا ادراک نہیں ہوگا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر

اور خدائے ذوالجلال اپنے بندے کے نورِ قلب کی ایک تمثیل پیش کرتے ہیں جسے عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (نور ۲۴۔ ع ۵)

عزوجل آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال طاقچے کی ہے جس میں چراغ ہو۔ جو شیشے کی قندیل میں رکھا ہو۔ شیشہ اسقدر صاف وشفاف ہو گویا وہ چمکتا ستارہ ہے اور وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت سے جو نہ شرقی جانب سے نہ غربی جانب سے روشن کیا جاتا ہے۔ جس کا تیل آگ لگائے بغیر ہی چمک اٹھنے کو تیار ہو۔ وہ نورعلی نور عزوجل جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب راہنمائی فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور عزوجل ہر شے سے واقف ہے۔

ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ اس نور کی مثال ہے جو ایک مسلم کے دل میں مرکوز ہوتا ہے۔

قلبِ مومن اور نورِ ایمانی

اور یہی وہ نور ہے جو عزوجل ایک مسلم کے دل میں معرفت الٰہی، محبت خداوندی، ایمان باللہ اور ذکر الٰہی کا نور ودیعت فرماتے ہیں یہی وہ نور ہے جسے عزوجل (کمال مہربانی سے) اسے بندوں پر نازل فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان میں نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں جس نور کو وہ اپنے اندر سمائے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ وہ اُن کے دل کی گہرائیوں میں جڑ جمائے قائم و راسخ ہوتا ہے پھر (رفتہ رفتہ) اس کا مادہ قوت پذیر ہوتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہونچ جاتا ہے کہ ان کے چہروں سے، ان کے اعضاء و جوارح سے، ان کے بدن و جسم سے (ان کے ہر ہر رگ و ریشہ سے) بلکہ ان کے لباس و پوشاک اور ان کے محل و مکان اور مقامات رہائش تک میں سے نمایاں اور ظہور پذیر ہونے لگتا ہے مگر اس کا مشاہدہ کسی ایرے غیرے کا کام نہیں بلکہ اسے وہی نظارہ کر سکتا ہے جو خود ان کا ہم نشین و ہم جلیس ہو۔ اگرچہ فی الواقع وہ عوام کی نظروں میں ایک غیر معروف و گمنام ہو۔ پھر یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ وہ نور دنیا ہی میں نہیں بلکہ قیامت کو نمودار ہوگا۔ اور پلصراط کو عبور کرتے وقت اہل ایمان کے پیش پیش چلتا جائیگا اور جبتک وہ عبور نہ کریں گے ان سے جدا نہ ہوگا۔ پھر یہ بھی خوب یاد رکھیئے کہ یہ نور دنیا میں جسطرح اہل ایمان کے دلوں میں کم و بیش اور قوی و ضعیف ہوگا اسی تناسب سے لوگ آخرت میں بھی اس نور کے لحاظ سے علی حسب المراتب کم درجہ یا عالی مرتبہ ہوں گے، بعض کا نور آفتاب و ماہتاب کے برابر چمک رہا ہوگا بعض کا ستاروں کے برابر اور بعض کا ٹمٹماتے چراغ کے برابر اور بعض کو صرف پاؤں کے انگشت کے برابر نور ملے گا۔ جو کبھی چمک اُٹھے گا تو کبھی بجھ جائے گا۔ غرضیکہ پلصراط کو عبور کرنے کے لئے یہ نور آخرت کو اسی قدر حاصل ہوگا جتنا اس نے حسن عمل کی وجہ سے دنیا میں حاصل کیا ہوگا، بلکہ وہ آدمی خود ہی مجسمہ نور ہوگا لیکن برعکس ازیں منافق کا نور دنیا میں غیر ثابت و ناپائدار بلکہ صرف ظاہرا ہی ہوتا ہے۔ باطن میں تو ہوتا نہیں اس لئے آخرت کو بھی اسے ویسا ہی ناپائدار نور ملے گا اور

وہ بھی ظاہری طور پر۔ جو اتنی بیشمار تاریکیوں میں چلنے اور پلصراط کو عبور کرنے کے لئے ناکافی ہی نہیں بلکہ بالکل عدم محض اور ناپید ہو جائیگا۔

نور ایمانی کا اصل مادہ

پھر عزوجل نے قرآن حکیم میں اس نور کی اور اس کے موقعہ ومحل اس کے حامل اور اس نور کے اصل مادہ کی مشکوۃ سے تمثیل دی ہے۔ عربی میں مشکوۃ اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لئے بنایا جاتا ہے اور یہ سینہ کی مثال ہے، پھر فرمایا کہ اس طاقچہ میں زُجَاجَه ہے یعنی تمام شیشوں سے زیادہ صاف وشفاف شیشہ کی چمنی ہے جسے بیاض وصفائی میں چمکتے ستارے سے تشبیہہ دی اور یہ (مومن کے) دل کی مثال ہے۔ دل کو شیشہ سے اس لئے تشبیہہ دی کہ وہ ان اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتا ہے جو مومن کے دل میں قائم وراسخ ہوتے ہیں اور وہ اوصاف ہیں صفائی، رقت، اور صلابت ومضبوطی۔ لہٰذا صفائی قلب سے وہ حق وہدایت دیکھتا ہے اور رقت قلبی کے باعث اسے رحمت وشفقت اور نرمی ومہربانی حاصل ہوتی ہے اور صلابت وسختی کی وجہ سے حق کی حمایت کرتا ہے۔ کفر واہل کفر پر سختی کرتا ہے اور خدا کے دشمنوں سے سربکف ہوکر جہاد کرتا ہے۔ پھر خوبی یہ کہ ایک صفت کے باعث دوسری صفت نہ باطل ہوتی ہے اور نہ کمزور ہوتی ہے بلکہ ایک دوسری کی معاون ومعاضد ہوتی ہے اور بالکل أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (کفار پر سخت اور باہم نرم) کا نمونہ بن جاتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ (آل عمران)	کہ آپ رحمت خداوندی سے ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ بے رحم وسنگ دل ہوتے تو وہ تیرے ارد گرد سے دور بھاگ جاتے۔

نیز فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

قلب حجری و قلب آبی

پھر تاثرات قلبی یعنی دل کے اثر قبول کرنے میں عز و جل کے زمین کے اندر ودیعت کردہ قوت تاثر کے آیات و نشانات کو ملاحظہ فرمائیے زمین کا سب سے زیادہ بہترین قطعہ وہی ہوتا ہے جو تمام قطعات اراضی سے زیادہ نرم و رقیق، زیادہ صلابت دار اور سب سے زیادہ صفائی دار ہو پھر اس کے بالمقابل عین جانب نقیض میں دو مذموم و ناپسند دل ہیں، ایک قلب حجری و قاسی یعنی پتھر دل جو سختی و صلابت میں بالکل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے نہ اس میں رحم و نرمی ہوتی ہے نہ احسان و سلوک نہ بھلائی و نیکی اور نہ ہی اس میں صفائی ہوتی ہے جس سے وہ حق و باطل کی تمیز کر سکے یا حق دیکھ سکے، وہ ایک جبار و متمرد اور سراسر جاہل دل ہوتا ہے حق کا نام تک نہیں جانتا کہ حق کیا ہے اور نہ ہی اس میں خلق خدا پر نرمی و مہربانی اور رحم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے قریب تمام اوصاف حمیدہ سے کورا اور بالکل خالی ہوتا ہے اس کے برابر مقابل میں بالکل ضعیف و کمزور قلب آبی ہوتا ہے جس میں پانی کا سا وصف ہوتا ہے کہ ضعیف و کمزور نہ اس میں طاقت ہوتی ہے اور نہ قوت امتساک کہ اپنے اندر کسی چیز کو بند اور قابو و مضبوط رکھ سکے۔ وہ ہر صورت کو قبول تو کرتا جاتا ہے مگر نہ اس میں اتنی ہمت ہوتی ہے کہ اس صورت کو ذہن میں محفوظ رکھ سکے اور نہ اتنی طاقت کہ غیر میں اثر انداز ہو سکے۔ بلکہ برعکس اس کے ہر قوی و ضعیف اور طیب و خبیث جو بھی اس میں مخلوط ہو اس میں اثر انداز ہوتا جاتا ہے اور یہ ہر ایک کا اثر قبول کئے جاتا ہے۔

مومن کی مشعل ایمانی کا تیل

پھر عز و جل نے فرمایا کہ اس زُجَاجَہ شفاف چمنی میں مِصْبَاح یعنی وہ نور جو اس کے

فلیتہ یا بتی میں ہوتا ہے تو یہ فلیتہ اس نور کا حامل ہوا پھر اس کا کوئی اصل و مادہ بھی ہوتا ہے اور وہ مادہ روغن زیتون ہے جو معمولی زیتون سے نہیں بلکہ زیتون کے ایسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے جس نے ہموار زمین میں اگلے پچھلے پہر دونوں وقت کی آفتابی شعاعوں میں پرورش پائی ہو اس لئے اس کا تیل تمام تیلوں سے زیادہ مصفا اور ہر قسم کی میل کچیل اور تلچھٹ سے بالکل مبرا ہوتا ہے حتی کہ وہ اپنی صفائی و نظافت کے باعث آگ دئے بغیر بھی چمک اٹھنے کے قابل ہوتا ہے تو یہ اس نور کا اصل مادہ ہوا جو بھی کے اندر طاقچے میں رکھے ہوئے چراغ میں ہوتا ہے۔

بالکل بعینہ اسی طرح اس نور مشعل کا مادہ ہوتا ہے جو ایک مومن ایماندار کے دل میں مرکوز ہوتی ہے اس مادہ کا منبع و سرچشمہ دنیاوی اشیاء نہیں۔ بلکہ وہ شجرہ وحی ہوتا ہے۔ جو کائنات عالم کی جملہ اشیاء سے زیادہ بابرکت اور ہر قسم کی کجی و انحراف سے بعید تر بلکہ وہ اوسط الامور یعنی جملہ امور سے زیادہ میانہ امر، سب سے زیادہ عادل و ہموار اور افضل ترین ہوتا ہے نہ اس میں نصرانیت کا سا انحراف و ٹیڑھا پن ہوتا ہے اور نہ ہی یہودیت کی سی کجی و انحراف بلکہ ہر امر میں اور ہر لحاظ سے دونوں مذموم و ناپسند طرفوں کے درمیان ہوتا ہے۔ تو دیکھئے! یہ ہے اس مصباح و مشعل ایمانی کا مادہ جو مومن کے دل میں ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی غور کر لیجئے! جب یہ تیل از حد صفائی و پاکیزگی کی وجہ سے خود چمک اٹھنے کے قابل ہوا اور آگ دینے سے اور بھی زیادہ چمک اٹھے اور ضو ناریہ کا مادہ قوی سے قوی تر ہوتا جائے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نورانی اور نور علی نور ہوگا۔

نور فطری اور نور وحی کا امتزاج

اسی طرح مومن کا دل خود روشن و چمکدار ہوتا ہے جو اپنی فطرت سلیمہ و عقل صحیح کے باعث خود بخود حق و صداقت معلوم کر لینے کے قریب تر ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کے اندر

اپنے نفس سے کوئی مادہ موجود نہیں ہوتا اس لئے مادۃ الوحی وحی الٰہی کا مادہ آکر جب اس کی رگ و پے میں بھی سرایت کر جاتا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں سما جاتا ہے اور بشاشت قلبی سے گھل مل جاتا ہے تو نور وحی نور طبعی و فطری کے ساتھ ملنے کے باعث سے کئی گنا ازدیاد نور کا موجب ہوتا ہے اور نور فطرت کے ساتھ نور وحی کے اجتماع سے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو جاتا ہے اس لئے وہ اس کے قریب ہوتا ہے کہ خود بخود حق و صداقت سے بول اُٹھے اور حق بیان کرنے لگ جائے بصورت دیگر اس میں اثر نہ سنے بعد ازاں اثر کو اس واقعہ کے مطابق سن پائے جس کی فطرت سلیمہ شاہد ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو گا تو یہی شان اس مومن ایماندار کی ہوتی ہے کہ اپنی فطرت سلیمہ کے ذریعہ وہ حق و صداقت کا ادراک مجملاً کر لیتا ہے۔ بعد ازاں اثر و تاثیر کو سن پاتا ہے اسے بالتفصیل حاصل کر لینے کے لئے دلیر و کشادہ ہو جاتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مومن کا ایمان وحی اور فطرت سلیمہ کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا منبع و سرچشمہ فیض دونوں چیزیں ہیں وحی و فطرت کی شہادت عقلمند انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس عظیم الشان آیت قرآنی اور مذکورہ گراں قدر معانی سے اس کی مطابقت پر غور کرے اور تفکر و تدبر سے کام لے۔

نور معقول و نور محسوس

دیکھئے! عز و جل نے یہاں ایک تو اپنے نور کا تذکرہ فرمایا جو آسمان اور زمین میں ہے۔ دوم وہ نور جو اس کے مومن و ایماندار بندوں کے دل میں ہوتا ہے۔ اور یہ دو قسم ہے۔ ایک نور معقول جو شہود بالبصائر والقلوب ہے یعنی جو عقل و فراست اور دل سے نظر آتا ہے۔ دوم نور محسوس جو شہود بالابصار اور جس کی وجہ سے عالم علوی و سفلی کا گوشہ گوشہ روشن اور چمکتا رہا ہے۔ تو یہ دو نور ہوئے جو دونوں عظیم الشان اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

نور اور حیات کا تلازم

پھر جس طرح دونوں میں سے کوئی ایک نور کسی موضع اور کسی مقام پر موجود نہ ہو تو اس کے فقدان کے باعث انسان و حیوان کا جینا ناممکن ہے کیونکہ جاندار چیزیں روشنی دار مقام میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ تاریک و بے نور مقام میں جو نور سے یکسر خالی ہو، نہ تو کوئی جاندار چیز زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ہی عالم وجود میں آتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جس امت میں نور وحی و نور ایمانی مفقود ہوں یا جو دل ان ہر دو نوروں سے خالی ہو وہ میت اور بے جان لاش کی طرح ہوتا ہے جس طرح بے نور مقام میں جاندار چیز بے جان ہوتی ہے۔ اور عزوجل نے قرآن حکیم میں زندگی و حیاۃ اور نور کو مقرون اور یکجا بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(انعام ۶۔ ع ۵)

جو شخص پہلے جہالت کی موت مر چکا تھا بعد ازاں ہم نے اسے روح ایمانی سے زندہ کر دیا اور اسے نور شریعت دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس شخص جیسا ہو گیا جو ظلمت کفر میں گھرا ہوا ہے۔ اور اس سے نکلنے کا نہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۔

(شوریٰ ۵۲۔ ع ۵)

اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح کو وحی فرمایا۔ آپ نہ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو لیکن ہم نے سے نور بنایا جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ کے لفظ جَعَلْنٰهُ کی ضمیر میں اختلاف ہے۔ بعض اس کا مرجع اَمْر کو ٹھہراتے

ہیں۔بعض کتاب کو، اور بعض ایمان کو اس کا مرجع قرار دیتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اسکا مرجع روح ہے۔یعنی اے پیغمبر ہم نے اس روح کو جو تیری جانب وحی فرمایا ہے، نور بنا دیا ہے۔تو دیکھئے! عزوجل نے اس کا نام روح رکھا کیونکہ اس سے زندگی و حیات حاصل ہوتی ہے اور اسے نور ٹھہرایا کیونکہ اس سے ضیا و روشنی حاصل ہوتی ہے۔اور یہ دونوں باہم لازم متلازم ہیں جہاں اس روح کی وجہ سے زندگی و حیات پائی جائے گی، وہاں ضیا و روشنی بھی ہوگی اور جہاں ضیا و روشنی پائی جائے گی وہاں حیات و زندگی بھی ضرور پائی جائے گی لہٰذا جس کا دل اس روح کو قبول نہیں کرے گا وہ مردہ و بے نور ہوگا جیسا کہ کسی شخص کے بدن سے روح حیوانی خارج ہو جائے تو وہ ہلاک و برباد اور فنا و معدوم ہو جاتا ہے۔

قرآن میں آگ اور پانی کی مثال

اسی لئے عزوجل نے معاد و مثالیں ایک مائی (آبی)، دوم ناری یکجا بیان فرمائی ہیں کیوں کہ پانی سے زندگی و حیات اور نار سے نور و ضیا اور روشنی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کے ابتدا میں ارشاد فرمایا:۔

آگ کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ (بقرہ ۲-ع ۲)	ان کی مثال اس جیسی ہے جو آگ جلائے جب اس کے چاروں طرف اجالا ہو جائے تو عزوجل وہ نور رکھا کر انھیں اندھیروں میں چھوڑ دے۔اور انھیں کچھ نظر نہ آئے۔

یہاں ذَهَبَ اللَّهُ بِنَارِهِمْ نہیں فرمایا بلکہ بِنُورِهِمْ فرمایا۔کیونکہ نار میں روشنی کے ساتھ ساتھ جلانے کا مادہ بھی ہوتا ہے۔تو مطلب یہ ہوا کہ عزوجل نے فائدہ مند چیز روشنی تو

سلب کرلی مگر نقصان دہ چیز احراق کو ان پر بدستور باقی رکھا۔

بعینہ یہی حال منافقین کا ہے۔ جن کا نور ایمانی تو نفاق کی وجہ سے سلب ہو جاتا ہے مگر دل میں کفر و نفاق اور شکوک و شبہات کی آگ باقی رہتی ہے۔ جو ہر وقت اندر ہی اندر سلگتی اور جوش سے چکر کھاتی رہتی ہے۔ اور چونکہ اہل نفاق کے دل نفاق و شکوک کی آگ کی گرمی و حرارت، اور اس کے شعلوں کی تکلیف و مصیبت سے دنیا میں گوشت کی طرح بریاں ہو چکے ہوں گے۔ لہذا آخرت میں عزوجل اس سے بھی زیادہ بھڑکتی ہوئی سخت تیز آگ میں گوشت کی طرح بریاں کرے گا جس کی صفت میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ (ہمزہ ۱۰۴۔ ع ۱) — وہ خدا کی جلائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے دنیا میں ایک لمحہ بھی نور ایمانی میں نہ گزارا۔ بلکہ نور ایمانی کی چمک دمک اور رونق ملاحظہ کر لینے کے بعد اس میں ایک سانس لینا بھی گوارا نہ کیا اور اس سے یکسر علیحدہ و کنارہ کش ہو گیا۔ یہ حال بعینہ منافق کا ہوتا ہے کہ وہ اسلام و شریعت کو سمجھ لینے کے بعد انکار کر دیتا ہے۔ اقرار بھی کرتا ہے۔ تو جھٹ پٹ عناداً بلا وجہ انکار کر دیتا ہے تو گویا وہ نفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ یعنی بالکل بہرہ، گونگا، اور کور چشم ہوتا ہے چنانچہ عزوجل انہیں کے ہم جنس کافر دوستوں اور بھائیوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ (انعام ۔ ع ۴) — جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا وہ بہرے گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :-

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً — کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایسے کو پکارتا ہے۔ آواز کے سننے کے سوا سمجھ میں کچھ

وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (بقرہ ۱۷۱-ع ۲۱) نہیں آتا۔ وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں۔ اس لئے وہ سمجھتے نہیں۔

کفار ومنافقین کے خطاب کا فرق

روشنی ونور ہو جانے کے بعد اس نور سے منافقین کے خروج کی حالت کو عزوجل نے اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے۔ جو آگ جلائے۔ جب آس پاس کی تمام چیزیں عین نمایاں نظر آجائیں تو آگ بجھ جائے۔ اور سارے کا سارا نور سلب ہو جائے اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافق آدمی اہل اسلام میں بود وباش اور میل جول رکھنے ان کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، قرآن حکیم سننے اور اسلام کے اعلام اور ضوافگن مینار کے مشاہدہ ومعاینہ کرنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں سے روشنی کا مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ اسی لئے عزوجل ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (لہذا وہ واپس نہیں لوٹ سکتے) کیونکہ اسلام میں اہل اسلام کے ساتھ مخلوط رہ کر اور روشنی حاصل کر لینے کے بعد اسلام سے کنارہ کش ہو گئے۔ لہذا اب وہ اسلام میں واپس نہیں آسکتے۔ یہ تو تھا منافقین سے خطاب اور کفار سے خطاب مذکورہ خطاب سے ایک دیگر قسم کا ہے۔ کفار کے متعلق ارشاد ہے فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (یعنی وہ عقل نہیں کرتے) کیونکہ نہ انھوں نے اسلام سیکھا نہ اس میں داخل ہوئے اور نہ ہی اس کی ضیا پاشیوں سے کچھ نور حاصل کیا بلکہ برعکس ازیں کفر کے تاریک اندھیروں میں بہرے گونگے اور اندھے ہو کر رہ گئے۔

قرآن امراض قلبی کی شفا ہے

تو اس حکیم مطلق کی دانائی پر قربان جائیے جس نے اپنے حکمت بھرے کلام کو امراض قلبی کے لئے شافی، ایمان وحقائق ایمانیہ کا منادی، حیات ابدی اور دوامی نعمتوں کا داعی اور شاہراہ

ہدایت کا ہادی بنایا۔ دیکھیں! اب کون مریض شفا کا خواہشمند ہے؟ کونسا شخص حق کا طلبگار رہے؟ اگر ہمارے کان اس خداوندی آواز کو سن کر اپنے اندر محفوظ کر لیں تو ہم جانیں گے کہ ہاں کانوں نے منادیٔ ایمان کی آواز پر لبیک کہی۔ اسی طرح اگر ہمارے کفر و نفاق سے بیمار شدہ دل تعلیمات قرآن کو اپنے اندر جگہ دیدیں تو مانیں کہ ہاں قرآن حکیم کے مواعظ حسنہ و سرچشمۂ ہدایت سے فیض یاب و صحتیاب ہوئے؟ مگر کجا قرآنی تعلیم اور کجا ہمارے بیمار دل؟ ہمارے دلوں پر تو شکوک و شبہات اور شہوات و خواہشات کی تیز و تند اور سخت اندھیریاں آئیں اور ان کی جگمگاتی ہوئی ضو پاش مشعلوں کو گل کر گئیں۔ غفلت و جہالت کا دور دورہ ہوا اور انھوں نے رشد و ہدایت کے تمام دروازوں کو تالے لگا کر چابیاں دریا برد کر دیں اور ان کی عملی گندگیوں نے ان پر بے ایمانی و سستی کے زنگار کی تہیں چڑھا دیں تو خدائی کلام بھی ان میں نفوذ نہیں کر سکتا اور موثر و کارگر نہیں ہو سکتا۔ علی ہذا القیاس گمراہ کن خواہشات اور باطل پرستی کی شراب نے انھیں مست و مدہوش کر دیا اس لئے ملامت اور طعن و تشنیع بھی ان کے حق میں بیکار رہے۔ ان کو نیزہ و سنان سے بھی زیادہ اثر والے وعظ سنائے گئے، مگر چونکہ وہ غفلت و جہالت کے تلاطم خیز سمندر میں غرق ہو چکے تھے اور شہوت و خواہشات کے اسیر دام، لہٰذا ایک مردہ لاش کو زخمی کرنے سے اسے کیا تکلیف ہو گی؟ کچھ بھی نہیں [۱]۔

پانی کی مثال

دوسری مثال (مائی آبی) ہے۔ ارشاد باری ہے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ	یا آسمان سے برسنے والی بارش کی مثال جس میں
وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ	اندھیرے کڑک اور بجلی ہے موت کے ڈر سے
فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ	کڑک کے باعث وہ اپنے کانوں میں انگلیاں
الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (بقرہ۔ع)	ڈال لیتے ہیں اور عزوجل کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

وحی الٰہی کی بارش سے مسلمانوں کو خوشی اور منافقین میں اضطراب و ہراس

صَیِّبٌ اس بارش کو کہتے ہیں جو بادل سے زور کے ساتھ گرتے وقت شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ برستی ہے۔ اور یہ قرآن حکیم کی مثال ہے جس کے ذریعہ دل میں ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ بارش کہ جس کے ذریعہ اراضیات، باغات، زراعات اور حیوانات اور جاندار چیزیں۔ تمام میں ایک نئی زندگی و حیات کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ لہذا اہل ایمان جب بارش قرآنی و ایمانی کو دیکھ پاتے ہیں اور انھیں بے نظیر و اعلیٰ زندگی کا بھی علم ہوتا ہے جس کی مثل کوئی زندگی نہیں۔ تو نہ انھیں وہ کڑکتی کوندتی بجلیاں خوف زدہ کر سکتی ہیں اور نہ اس کی چمک دمک انھیں دہشت زدہ کر سکتی ہیں۔ ان بجلیوں اور کڑک سے مراد وہ خدائی وعید و تہدید عقوبات الٰہی اور وہ رسواکن عذاب ہیں جن سے عزوجل نے اوامر الٰہی کے مخالفین کو ڈرایا ہے۔ اور خبر دی کہ جو خدا کے پیغامبر کی تکذیب کرے گا اس پر یہ عذاب نازل کر دیئے جائیں گے یا ان سے وہ کام مراد ہیں جن کی ادائیگی میں نہایت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مثلاً دشمنان الٰہی سے جہاد کرنا یا کسی دیگر اسلامی و شرعی کام پر صبر کرنا یا وہ امور مراد ہیں جو خلاف طبع و ارادہ کرنے پڑیں اور طبیعت کو شاق و گراں گذریں تو گویا وہ رعد و برق اور اندھیروں کے قائم مقام ٹھہرے مگر جسے بارش اور بارش سے ایک نئی زندگی حاصل ہونے کا علم ہو تو بجلیوں کی چمک بادلوں کی گرج اور اس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوگا۔ اسے ان سے وحشت نہیں ہوگی بلکہ انس اور خوشی ہوگی کیونکہ اسے اس خوش حالی و فراوانی اور ایک جدید زندگی کی امید ہے لیکن منافق چونکہ ایک کور قلب انسان ہوتا ہے اسے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے اور اندھیرے سے آگے اس کی نظر نہیں جاتی۔ بس اسے صرف ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بجلی کی چمک ابھی اس کی آنکھوں کو اچک لیا چاہتی ہیں۔ بادل کی گرج سن کر اس کا دل پھٹا جا رہا ہوتا ہے۔

اور چاروں طرف سے اسے ظلمت ہی ظلمت دکھائی دیتی ہے اس لئے وہ اس سے گھبرا اٹھتا ہے اور ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہے کہ رعد کی آواز نہ سنائی دے۔ اسی طرح بجلی کی چمک دمک اور بے انتہا نور کا مشاہدہ کر کے ہول جاتا ہے۔ لہذا اسے ہر دم یہی خوف کھائے جا رہا ہوتا ہے کہ کہیں بجلی اس کی آنکھیں ہی نہ اچک لے کیونکہ آنکھیں بجلی کی تیز روشنی کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں اور کھلی نہیں رہ سکتیں۔ لہذا وہ اندھیرے میں کھڑا رعد کی ہولناک آوازیں سنتا اور برق خاطف کو دیکھتا ہے۔ اگر سامنے کچھ دکھائی دے تو جھٹ روشنی میں چلنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر روشنی ختم ہو جائے تو حیران ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں جانتا کہ کدھر جائے مگر جہالت کے باعث بیوقوف اتنا نہیں جانتا کہ رعد و برق اور ان اندھیروں سے ڈرنے کی کیا ضرورت یہ تو ہمیشہ بارش کے لوازم ہوا ہی کرتے ہیں جو زمین، باغات کھیتوں اور خود انسان کے لئے ایک نئی زندگی کی موجب ہے بس وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ ایک خالی گرج ہے۔ چمک ہے۔ اندھیرا ہے مگر اسے اتنا شعور نہیں کہ اس کے پیچھے کس قدر فوائد مخفی و مستور ہیں؟ لہذا ہر دم اسے دہشت گھبرائے ہوئے ہوتی ہے۔ وحشت اس کا لازمہ ہوتی ہے اور دہشت و گھبراہٹ ایک دم بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ وحشت اسے ہر دم لازم۔ اور دہشت و گھبراہٹ ایک منٹ بھی اس سے جدا نہیں ہوتی لیکن اس کے برعکس جو بارش کے فوائد و منافع جانتا ہو اور اسے علم ہو کہ اس سے ایک نئی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی جانتا ہو کہ بارش کے ساتھ برق بھی ہوتی ہے زوردار کڑاکے کی آوازیں بھی ہوتی ہیں اور گھنے بادل کی وجہ سے اندھیرا بھی چھا جایا کرتا ہے۔ تو وہ ان سے خوفزدہ ہو جانے کی بجائے انس پذیر ہوگا۔ نہ اسے ان سے وحشت ہوگی نہ خوف اور نہ وہ ان سے ڈر کر یہ کہیگا کہ بارش نہ ہو بلکہ وہ اس کی دعا کرے گا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

تو یہ مثال بعینہ اس بارش کے مطابق ہے جو دل اور وجود دونوں کی زندگی کے لئے

عزوجل کی طرف سے جبرئیل امین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل فرمائی۔ خدائے مسبب الاسباب ومنتظم امور کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ قرآنی بارش کے ساتھ بھی اسی طرح رعد وبرق اور گہرا بادل ہونا چاہئے جیسا کہ عام بارشوں کا خاصہ ہے۔ لہذا جب وحی قرآنی کی بارش ہوتی ہے۔ تو منافق اس کی بجلی کی چمک، اور بادل کی گرج سن سن کر سہمتا اور کانپتا رہتا ہے مگر اس کے پیچھے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان پر اس کی نظر نہیں جاتی۔ اس لئے جن چیزوں سے مومن کو انس ہوتا ہے۔ منافق کو اس سے وحشت ہوتی ہے جس پر عالموں کو اطمینان ہوتا ہے۔ منافقین کو اس میں شک ہوتا ہے۔ جن پر عارفین وارباب بصیرت کو یقین ہوتا ہے۔ منافقین کو اس کے متعلق سو قسم کے شبہات ہوتے ہیں۔ تو ناری مثال میں اس کی آنکھوں کی حیثیت چمگادڑ کی سی ہے۔ جو دوپہر کو دیکھ نہیں سکتی۔ اور آبی مثال میں اس کے کانوں کی حیثیت وہی ہے جو رعد کی مہیب آواز سن کر دم توڑ دینے والے شخص کے کان کی ہوتی ہے۔ بعض حیوانات کے متعلق بھی بیان کیا گیا کہ بادل کی کڑک سنتے ہی مر گئے۔

اور جب ایسی منافقانہ عقلوں، کانوں، اور آنکھوں سے شیطانی شبہات، فاسد خیالات اور جھوٹے ظن، اور تخمینوں کا تصادم وٹکراؤ ہوتا ہے۔ تو وہ ان کو اپنی جولانگاہ بنا لیتے ہیں۔ ان پر صولت ودبدبہ رکھتے ہیں، ان میں بیٹھتے ہیں، اٹھتے ہیں۔ اپنی جولانیوں کے لئے میدان وسیع کرتے ہیں اور اپنی قیل وقال، اور ہذیان وبکواسات سے کانوں بلکہ روئے زمین کے دفتروں کو بھر دیتے ہیں۔

اکثر لوگ منافقانہ روش کو بہتر خیال کرتے ہیں

مگر تعجب کا مقام ہے کہ اکثر لوگ منافقین کو ہی پسند کرتے ہیں انھیں کے بیہودہ بکواسات کو قبول کرتے ہیں انھیں کی دعوت کا ڈھول پیٹتے ہیں۔ نفاق کی سرحدوں کی ہی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی کا پہرہ دیتے ہیں۔ انھیں کے جھنڈوں تلے لڑتے ہیں اس جماعت کی ترقی وفراوانی

کی کوشش کرتے ہیں، انھیں کی تعداد بڑھاتے ہیں۔ عام ضرورتوں میں انھیں کے ساتھ پھرتے ہیں، اور انھیں کے بیہودہ کلام سے دلوں کو دکھاتے ہیں۔ حق عزوجل نے اپنی کتاب میں پردے چاک کئے ہیں، ڈھول کے پول کھولے ہیں ان کی علامات اور ان کے اعمال و اقوال ایک ایک کرکے بیان کر دئے اور ان کے اس طرح بخئے ادھیڑے ہیں کہ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ۔ فلاں ایسے ہیں بعض ایسے ہیں بعض ایسے ہیں غرض کہ ان کا ایک ایک راز فاش کیا ہے۔ ان کی اصل حقیقت بیان کر ڈالی ہے اور ان کے خفیہ رازوں کو ظاہر کرکے رکھ دیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ کے آغاز میں مومنین، کفار، اور منافقین کے اوصاف بیان فرماتے ہوئے عزوجل نے مومنین کے اوصاف کو تین آیات میں کفار کے اوصاف کو صرف دو آیتوں میں اور منافقین کے اوصاف کو کچھ اوپر دس آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے عموماً واسطہ پڑتا ہے اور ان کے ساتھ میل جول اور تعلقات سے شدید نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ظاہراً وہ اپنے ہی ہمجنس معلوم ہوتے ہیں جو ظاہراً متفق و ہم خیال اور اپنے ہم مشرب معلوم ہوتے ہیں اور انکا پتہ نہیں چلتا۔ برخلاف کفار کہ وہ بدیہی دشمن ہوتے ہیں۔ اور کھلے بندوں اپنا کام کرتے ہیں جس سے انسان ان سے علیحدہ ہو سکتا ہے ان کی کارستانیوں کا ازالہ کرسکتا ہے اور کھل کر ان کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

آگ اور پانی کی دیگر مثال

مذکورہ بالا دونوں مثالوں کی نظیر یہ دونوں مثالیں ہیں جو سورۂ رعد میں عزوجل نے بیان فرمائی ہیں کہ

پہلی مثال آبی

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا

(رعد ۱۳۔ ع ۲)

عزوجل نے آسمان سے بارش نازل فرمائی تو اس سے نالیاں اور دریا اپنے اپنے اندازے کے مطابق بہ پڑیں اور سیلاب کی رو نے چڑھی ہوئی جھاگ اٹھائی۔

ہدایت آسمانی بارش کی مانند اور دلوں کی مثال زمین کی سی ہے

یہ پانی (آبی) کی مثال ہے جس میں وحی کو پانی سے اور دلوں کو وادیوں سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح پانی سے زمین میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اسی طرح وحی بھی دلوں کی حیات کا موجب ہے جس طرح وادیاں سیلاب اور بارش کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوتی ہیں بعینہٖ اسی طرح دل بھی حاملین وحی ہوتے ہیں اور وحی الٰہی کو اپنے اندر سمیٹے ہوتے ہیں پھر جس طرح بعض وادیاں بڑی ہوتی ہیں اور اپنے اندر زیادہ پانی جمع رکھ سکتی ہیں۔ اسی طرح بعض دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ علم کی بہت مقدار اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں علی ہذاالقیاس بعض چھوٹی وادیاں ہوتی ہیں جو اپنے اندر پانی کی تھوڑی مقدار جمع رکھ سکتی ہیں اسی طرح چھوٹے دلوں میں علم کی قلیل مقدار ہوتی ہے۔ بہرصورت جس طرح وادیاں اپنے قدر موافق پانی جمع کرتی ہیں۔ اسی طرح دل بھی اپنے مقدار و مقدور کے مطابق حاملین علم ہوتے ہیں۔ پھر جب سیلاب آتے ہیں اور وادیاں بہتی ہیں جھاگ وغیرہ تہ بتہ تودے بن کر اوپر آجاتی ہے اور نیچے میٹھا پانی ہوتا ہے جو زمین کی حیات کا باعث ہوتا ہے۔ بعد ازاں وادیاں اس جھاگ کو کناروں پر پھینک دیتی ہیں جو وہیں کناروں پر سوکھ کر معدوم ہو جاتی ہیں مگر پانی باقی رہ جاتا ہے جو انسانوں، چوپایوں، کھیتوں اور شہروں کی زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی مثال علم و ایمان کی ہے جسے عزوجل نازل فرماتا ہے تو دل اسے اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں بعد ازاں جب دل میں علم و ایمان راسخ ہو جائے اور جڑیں جما لے تو اس کے اختلاط سے شہوات شبہات باطلہ کی جھاگ اوپر آجاتی ہے اور علم و ایمان اور رشد و ہدایت دل کی تہ میں بیٹھ جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ وہ جھاگ خشک ہوتی جاتی ہے، کم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اور علم نافع و ایمان خالص دل کی تہ میں باقی رہتا ہے جس پر لوگ آآ کر سیر ہوتے ہیں، پیتے ہیں اور حظ کو رفع کرتے ہیں

صحیح میں ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَسَقَى النَّاسُ وَزَرَعُوْا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ۔

عزوجل نے جو مجھے علم وہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی شان بارش کی ہے۔ جو زمین پر برسی تو اس کے بعض خطے بہت ہی پاکیزہ وبہتر تھے جنھوں نے بارش کو قبول کیا اور بے شمار چارہ وگھاس اگا دیا اور بعض خطے خشک تھے جنھوں نے اگایا تو کچھ نہیں البتہ اپنے اندر پانی کو محفوظ کر رکھا جس سے لوگوں نے خود بھی پیا اور کھیتوں کو بھی پلایا اور بعض ٹکڑے بنجر وچٹیل میدان تھے جنھوں نے نہ پانی کو محفوظ رکھا نہ گھاس اگائی تو یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے دین خداوندی کو سمجھا اور میری آوردہ شریعت سے فائدہ حاصل کیا خود بھی پڑھا اور لوگوں کو بھی پڑھایا اور آخری اس شخص کی ہے جس نے نہ اس کی طرف سر اٹھایا اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی اس ہدایت کو جو میری معرفت بھیجی گئی تھی قبول کیا۔

علم وہدایت کی رو سے لوگوں کے تین طبقے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں لوگوں کو تین طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

پہلا طبقہ پہلا طبقہ تو وراثت حضرات انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا ہے یعنی جو علم انہوں نے سیکھا اسے پڑھا، سمجھا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی یہی وہ لوگ ہیں جو رسولان الٰہی (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کے متبع و دائمی پیرو ہیں اور زمین کے اس بہترین طبقے کے قائم مقام ہیں جو پاک و صاف ہو اور پانی کو اپنے اندر جذب کر کے گھاس وغیرہ اور بے شمار چارہ پیدا کرے یہ وہ ہیں جو خود بھی پاک و صاف ہے اور لوگوں نے بھی اس کو نزدیک کر کے اپنی قحط و خشک سالی کو رفع کر لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر بصیرت دینی، اور قوت نفاذ دونوں موجود ہیں اور اسی لئے وہ انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے وارث قرار پائے ہیں جن کے متعلق عزوجل کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ (ص ۳ ع ۴)	اور ہمارے بندوں ابراہیم و اسحاق و یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کیجئے جنہیں قوت و بصیرت عنایت کی گئی تھی۔

یہاں ابصار سے دینی بصیرتیں مراد ہیں تو دینی بصیرت سے حق کی معرفت و ادراک حاصل ہوتا ہے اور قوت و طاقت سے اس کی تبلیغ و دعوت اور اس کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ اس طبقہ میں قوت تحفظ و قوت فہم استنباط سے فقاہت دینی بصیرت تاویلی و تفسیری سب موجود ہوتی ہیں جو نصوص سے علوم کے دریا بہائے ہیں اور ان سے استنباط کر کے بیشمار خزینے و دفینے باہر نکال کر رکھ دیتے ہیں اور استنباط مسائل کے متعلق عزوجل کی جانب سے انہیں فہم خاص عنایت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جو آپ سے دریافت کیا گیا کہ۔

هَلْ خَصَّكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ دُونَ النَّاسِ؟	کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دوسرے لوگوں کے علاوہ کوئی خاص چیز بھی عنایت فرمائی ہے؟

تو آپ فرماتے ہیں کہ

لَا وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ	خدا کی قسم جو دانے کو پھاڑ کر اگاتا اور مخلوق کو پیدا کرتا
اِلَّا فَهْمًا یُّوْتِیْهِ اللّٰهُ عَبْدًا فِیْ	ہے ہمیں کسی چیز سے مختص نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ ایک فہم ہے
کِتَابِه ؎۱	جو خدا جس کسی کو اپنی کتاب سمجھنے کے لئے عنایت کر دیتا ہے

تو یہ فہم اس گھاس اور بے شمار چارہ کے قائم مقام ہے جو زمین سے اگتا ہے۔

دوسرا طبقہ دوسرا طبقہ۔ اور یہی وہ فہم ہے جو پہلے اور دوسرے طبقہ میں حد فاصل ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے ممتاز و جدا کرتا ہے۔ کیونکہ ان کا کام ہے صرف نصوص کو حفظ کرنا اور ضبط و اتقان سے اسے محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ جہاں سے مختلف اقسام کے لوگ آکر ان سے وہ نصوص سیکھ کر خود ان سے استنباط کرتے ہیں۔ استخراج مسائل کرتے ہیں اس کے دفینے نکالتے ہیں اور علم کی تابیں زراعت زمین میں بیج ڈالتے ہیں اور اپنی لیاقت برابر اس چشمۂ شیریں سے سیراب ہو ہو کر نکلتے ہیں۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (بقرہ ع)	ہر آدمی نے اپنے اپنے پینے کی جگہ معلوم کر لی۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا	خدا اس شخص کو تر و تازہ و خوش و خرم کرے جو
ثُمَّ اَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا فَرُبَّ	میری حدیث کو سن کر یاد کرے اور جیسے سنے ویسے ہی
حَامِلِ فِقْهٍ غَیْرُ فَقِیْهٍ وَرُبَّ	دوسروں تک پہنچا دے کیونکہ اکثر حامل فقہ فقیہ
حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ ؎۲	نہیں ہوتے اور بسا اوقات حاملین فقہ اپنا حفظ کردہ

ذخیرہ اپنے سے زیادہ سمجھدار اور بڑے فقیہہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں (جس سے خود تو استنباط نہیں کر سکتے مگر دوسرے کو

؎۱ احمد و بخاری و ابو داؤد و نسائی بروایت ابی جحیفہ رضی۔

؎۲ روایت کیا ہے ترمذی نے حسن صحیح کہتے ہیں ۱۲

تنبد کا بخوبی موقعہ ملتا ہے۔

دیکھئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ امت محمدیہ کے بہت بڑے عالم و ترجمان قرآن ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث آپ نے خود سنی ہیں ان کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی جن میں وہ سمعت اور رأیت (میں نے سنا یا دیکھا) کا لفظ بولتے ہوں۔ ہاں اکثر صحابہ سے بہت کچھ سنا حتی کہ بارگاہ الٰہی سے آپ کے فہم و استنباط میں اس قدر برکت ہوئی کہ تمام دنیا کو علم و فقہ بہت سے بھر دیا۔

ابن عباسؓ کے فتاویٰ کی سات ضخیم جلد

ابو محمد ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سات ضخیم جلدوں میں آپ کے فتاوی جمع کئے ہیں، حالانکہ یہ مقدار صرف ان فتاووں کی ہے جو فتاوؤں کے جامع (ابن حزمؒ) کو دستیاب ہوئے۔ ورنہ ابن عباسؓ کا علم بے پایاں سمندر ہے۔ اور فقہ و استنباط اور فہم قرآن میں تو ساری دنیا کے عالم کے لوگوں سے فائق ہیں۔ حالانکہ جس طرح دوسروں نے سنا ویسے ہی آپ نے اس طرح دوسروں نے قرآن پڑھا اور یاد کیا اسی طرح آپ نے پڑھا اور حفظ فرمایا مگر آپ کی چونکہ زمین تمام زمینوں سے بہتر اور سب سے زیادہ قابل زراعت تھی۔ آپ نے اس میں نصوص کا بیج بویا تو اس سے ہر قسم کے غلہ جوڑے پیدا ہوئے۔

وذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء	اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرتا ہے
والله ذو الفضل العظيم	یقیناً خدا تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

ابن عباسؓ وابوہریرہؓ کا علمی موازنہ

ہاں تو دیکھئے ابن عباسؓ کے فتاوی و تفسیر کے سامنے ابوہریرہ کے فتاوی ذخیرہ تفسیر کیا

نسبت ہو سکتی ہے [illegible] سے زیادہ حافظ بلکہ بالاطلاق حافظ الامت ہیں۔ حدیث کو جیسے سنتے ویسے ہی ادا کر دیتے اور روایات کو اسے یاد کیا کرتے۔ لہٰذا ابو ہریرہؓ کی تمام تر کوششیں دو چیزوں کی طرف مبذول رہیں، اوّل احادیث کو حفظ کرنا۔ دوم حفظ کردہ احادیث کو جیسے سنیں ویسے ہی آگے پہنچا دینا۔ مگر ابن عباسؓ کی تمام کوشش تفقہ و استنباط نصوص سے استخراج مسائل کے دریافت کرنے اور ان سے خزائن و دفینے نکالنے میں صرف ہوتی تھیں۔

غرض یہ کہ صحابہ کے بعد کے دور میں بھی دونوں قسم کے لوگ موجود تھے۔

حفاظ حدیث قسم اوّل حفاظ: جن کی تمام تر توجہ ضبط و حفظ حدیث اور نشر و اشاعت حدیث کو بعینہٖ ادا کر دینے کی طرف تھی۔ انہیں ان سے استنباط و استخراج مسائل سے کچھ سروکار نہ ہوتا تھا۔

اہل استنباط قسم دوم اہل استنباط جن کی زیادہ تر توجہ نصوص سے استنباط و استخراج مسائل اور تدقیق فی النصوص کی جانب مبذول رہتی تھی۔

قسم اوّل میں ابوزرعہ، ابو حاتم، ابن وارہ، اور ان سے قبل مثلاً بندار، محمد بن بشار، عمرو الناقد، عبدالرزاق اور ان سے پہلے ائمہ مثل محمد بن جعفر غندر، اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ شامل ہیں، جو صرف اہل ضبط و اتقان اور حفاظ حدیث تھے۔ نہ نفس نصوص میں کسی قسم کا تصرف کرتے تھے۔ اور نہ ہی ان سے استنباط و استخراج احکام کرتے تھے۔

قسم دوم میں امام مالک و شافعی و اوزاعی و اسحٰق اور امام احمد بن حنبل و بخاری و ابوداؤد و محمد بن نصر مروزی وغیرہ شامل ہیں جو روایت و درایت دونوں کے جامع تھے۔ روایت کے ساتھ تفقہ و استنباط کے بھی جامع تھے۔

غرض یہ کہ یہی دونوں گروہ ہیں جو خلقت سے زیادہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت اندوز ہوئے اور سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور انہیں لوگوں نے اپنے

ں اور تباہ ہو گیا۔

تیسرا طبقہ تیسرا طبقہ اشقیاء کا ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ شقی و بدبخت ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جنہوں نے ہدایت خداوندی کو قبول کیا نہ اس کی جانب سر اٹھا کر دیکھا، نہ حفظ احادیث کی کاوش نہ فہم حدیث کا مادہ نہ روایت نہ رعایت، سب سے یکسر خالی و محروم ہوتے ہیں۔

پہلا طبقہ اہل روایت و درایت کا۔

دوسرا طبقہ اہل روایت و رعایت جنہیں درایت بھی نصیب ہوئی۔ روایت سے زیادہ درایت کا مادہ عنایت ہوا۔

تیسرا طبقہ اہل شقاوت کا ہے جنہیں نہ روایت ہے نہ درایت نہ رعایت وہ بالکل چوپائے بلکہ چوپائے سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گھروں کو تنگ کرتے ہیں اور نرخوں کو گراں کرتے ہیں شکم اور فرج کے سوا انہیں کسی چیز کی فکر نہیں اس لئے دے کر ان کے پاس صرف یہی دو چیزیں رہ گئی ہیں اور ہر وقت انہیں کا مشغلہ ہے۔ اس سے زیادہ ترقی کریں تو اس کے ساتھ ساتھ تزئین و زینت اور فاخرانہ لباس اور امیرانہ ٹھاٹ سے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ ترقی کریں تو چودھری بننے کی کوشش کرتے ہیں اور نفس غضبیہ کی امداد کرتے ہیں حتیٰ کہ ترقی کرتے کرتے نفس کلبیہ کی نصرت و امداد سے بھی آگے بڑھ کر نفس سبعیہ کی نصرت و امداد کرتے ہیں۔

نفس کلبیہ، سبعیہ، ملکیہ کیونکہ نفوس تین قسم ہیں، کلبیہ، سبعیہ، ملکیہ۔ کلبیہ تو روٹی اور ہڈی کے ٹکڑے سے ... شکم پری سے مطمئن ہو جاتا ہے۔

سبعیہ اس پر قناعت نہیں کرتا بلکہ لوگوں کو مغلوب کرنا چاہتا ہے۔

و نا حق طریق سے غلبہ و استیلاء کی کوشش کرتا ہے لیکن

علیہ ان تمام خرابیوں سے بالاتر ملأ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یہ اس کی تمام تر کوشش علم و ایمان، محبت الٰہی، و انابت الی اللہ کی طرف ہوتی ہے اسے ذات خداوندی سے طمانیت و سکونت حاصل ہوتا ہے اور وہ تمام محبتوں پر عزوجل کی رضا و محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کسی قدر دنیا بھی صرف اس لئے کماتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مربی و رزق سے مل سکے نہ یہ کہ اس سے منقطع ہو جائے۔

دوسری مثال ناری

دوسری مثال ناری ہے۔ جو عزوجل نے اسی سورہ رعد میں بیان فرمائی ہے کہ

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۔ (رعد ۱۳۔ ع ۲)

اور جو (سونا چاندی وغیرہ) زیور بنانے یا دوسرا کوئی دوسری چیز بنانے کے لئے آگ میں گرم کرتے ہیں اس کی بھی پانی کی طرح جھاگ ہوتی ہے۔

اس کی صورت بعینہ لوہے، تانبے اور سونے چاندی کی طرح ہے اول کٹھالی میں ڈالا جاتا ہے کہ خالص ہو جائے اور میں کھیل سے صاف ہو کر کھوٹ نکل جائے جب میل وغیرہ سے صاف ہو جاتی ہے اور باہر نکالی جاتی ہے تو تمام آلائشوں سے صاف ہو کر بالکل خالص نکل آتی ہے اور وہی لوگوں کے کام آتی ہے۔

دونوں مثالیں ذکر فرمانے کے بعد عزوجل ان کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق فیصلہ سناتے ہیں کہ۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ أُولَٰئِكَ

جو اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اس کی اطاعت نہیں کرتے اگر ان کے پاس زمین کی تمام چیزوں کے ساتھ اتنی اور

لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۔ (رعد ۳ ۔ ع ۲)

چیزیں بھی ہوں تو اپنی جان کے عوض فدیہ دینے کو تیار ہو جائیں (مگر ان کے ہاں کچھ بھی نہیں ہوگا) ان سے بُرا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت برا بچھونا ہے۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ عزوجل نے حیات کو نور کی اور موت کو ظلمت کی حیثیت دی ہے۔ تو گویا روحانی وجسمانی ہر دو وجود کی حیات نور کے ساتھ قائم ہے۔ اور جس طرح وہ روشنی وضوء کا مادہ ہے اسی طرح ہی وہ مادۂ حیات ہے۔ لہذا جس طرح اس کے بغیر روشنی مشکل ہے اسی طرح اس کے بغیر زندگی ناممکن ہے اور جس طرح اسی پر حیات موقوف ہے۔ انشراح و وسعت قلبی بھی اسی پر موقوف ہے۔ چنانچہ ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ

اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ الْقَلْبَ انْفَسَحَ وَانْشَرَحَ قَالُوْا وَمَا عَلَامَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: اَلْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَ التَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِسْتِعْدَادِ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ ۔

جب نور دل میں داخل ہوتا ہے تو دل کشادہ فراخ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا انشراح صدر کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دار الغرور (دنیائے فریب خانہ) سے دل کا ہٹ جانا، دار الخلود (آخرت کی طرف رجوع رکھنا ہے اور موت آنے سے پہلے سکا توشہ جمع کرلینا۔

اور آدمی کا نور وہی اس کے عمل و کلمات ہیں جو عزوجل کی طرف صعود کرتے ہیں کیونکہ عزوجل کی جانب طیب کلمے ہی صعود کرتے ہیں اور وہ نور ہیں۔ اور ان کا منبع بھی نور ہے پھر اعمال میں سے عمل صالح اور ارواح سے ارواح طیبہ ہی بہتر ہیں۔ اور یہ دو قسم ہیں۔ اوّل ارواح مومنین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوردہ شریعت کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ دوم ارواح ملائکہ جو نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَ

فرشتوں کو نور سے۔ شیاطین کو آگ سے اور آدم

خُلِقَتِ الشَّيَاطِيْنُ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ — لوٗ سے پیدا کیے گئے۔
آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔

ارواح طیبہ و ارواح خبیثہ

تو جب فرشتے نور سے ثابت ہوئے، اور ان کا مادہ نور ہے، تو وہی اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں، اسی طرح فوت ہو کر مومنین کے ارواح بھی عزوجل کی جانب اوپر چڑھتے ہیں۔ اور پہلے دوسرے تیسرے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں تک کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ بعد ازاں ان کا نام اہل علیین کے رجسٹر میں درج کر دیا جاتا ہے تو چونکہ یہ روح طیب و پاکیزہ، اور نورانی و چمکتی ہوئی روح تھی۔ اس لئے وہ فرشتوں کے ساتھ اوپر چڑھتا گیا، مگر خبیث و گندے، اور بے نور روح کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ نہ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں، اور نہ ہی وہ خدا تعالےٰ کے ہاں پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اسے حقیر کر کے آسمان دنیا سے رد کر کے ارواح خبیثہ کی دنیا میں واپس کیا جاتا ہے کیونکہ یہ زمینی و سفلی تھا اور پہلا علوی و سمائی تھا۔ تو گویا جو روح جس خمیر جس اصل اور جس عنصر کی تھی اسے اسی طرف رد کر دیا گیا چنانچہ یہ بیان براء بن عازب کی طویل حدیث میں موجود ہے جو مسند احمد و صحیح ابی عوانہ اسفرائینی اور مستدرک حاکم وغیرہ میں مروی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے[1]۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ عزوجل کی طرف وہی اعمال و اقوال و ارواح صعود کرتے ہیں جو نورانی ہوں، اور سب سے زیادہ وہی شخص نور والا ہوگا جو خدا کو زیادہ معرفت والا اور خدا کے زیادہ قریب ہو۔

[1] اسے حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب جلد ۴ کے باب ... میں براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار فانتهينا الى القبر ولما يلحد فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلسنا حوله ... حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ...

مسند (احمد) میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ	عزوجل نے مخلوق کو پیدا کرکے ان پر اپنے نور کا تھوڑا
وَأَلْقَىٰ عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَ	فرمائی جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہو گیا اور
مِنْ ذٰلِكَ النُّورِ اهْتَدَىٰ وَمَنْ أَخْطَأَهُ	جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں
ضَلَّ فَلِذٰلِكَ أَقُولُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلَىٰ	کہ قلم علم الہی پر خشک ہو گیا۔
عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ ۔	

یہ عظیم شان حدیث اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے اور اس سے مسئلہ تقدیر اور تقدیر کے اسرار و رموز کے بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں واللہ تعالی الموفق

نورِ فطرت و نورِ وحی

یہ نور جسے عزوجل نے ازل کے روز القاء فرمایا تھا۔ اسی سے لوگوں نے حیات و ہدایت پائی تو فطرت کو بھی اس سے حصہ ملا مگر چونکہ وہ حصہ تمام و کمال اور مستقل حصہ نہ تھا اس لئے عزوجل نے دوسرے روح کے ساتھ جو انبیاء علیہم السلام پر القاء فرمایا تھا اور اس نور نبوت کے ساتھ جو ان پر وحی فرمایا تھا اس کی تکمیل فرمائی تو فطرت کو ایک تو ازل کے روز سابقا نور عنایت ہوا تھا اب اس نور فطرت سے نور وحی و نور نبوت بھی مل کر نور علی نور ہو گئے جس سے دل روشن ہو گئے چہرے منور ہو گئے روح زندہ ہو گئی اور طاعت کے لئے اعضا و جوارح برضا و رغبت بطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ لہذا دل کو زندگی مل گئی پہلی حیات کے ساتھ ایک اور حیات مل گئی۔

صفات خداوندی کے انوار کا مشاہدہ

پھر اس نور نے دلوں کو ایک دوسرے نور کا پتہ دیا جو اس سے بھی عظیم الشان وجلیل القدر ہے اور وہ خدا تعالی کی صفات علیا کا نور جس میں باقی تمام نور مضمحل ہو جاتے

ہیں۔ تو دلوں سے بصیرت ایمانی سے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جس کی دل کے ساتھ وہی نسبت ہو جو مرئیات کی آنکھ سے ہوتی ہے یعنی دلوں نے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جیسے کوئی چیز برای العین دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر یقین اس قدر غالب و مستولی ہو چکا ہوتا ہے اور حقائق ایمانی اس قدر منکشف ہو چکے ہوتے ہیں گویا وہ بالکل ظاہر و باہر نمایاں طور پر عرش الٰہی پر عزوجل کو اسی طرح مستوی ہوئے دیکھ رہا ہے جس طرح اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں خبر دی ہے کہ وہ کائنات عالم کے جملہ امور کی تدابیر کرتا ہے کسی چیز کے کرنے کا حکم صادر فرماتا ہے کسی سے منع کرتا ہے، مخلوق پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، زندگی بخشتا ہے، کسی کو ذلت کبھی لیل ونہار کو بدلتا ہے اور لوگوں میں طرح طرح کے دن پھیرلاتا ہے کبھی ایک حکمران قوم کو بدل کر اس کی جگہ دوسری کو حکمران کرتا ہے۔ اور ہر وقت اس کے پیغامبر فرشتے اس کے احکام لئے کبھی نیچے دوڑے آرہے ہیں کبھی اوپر چڑھ رہے ہیں اور آیات کی طرح پے در پے لگاتار اس کے اوامر و مراسم اس کی حسب منشاء و ارادہ ہر وقت نافذ ہو رہے ہیں، جو چاہے جس طرح چاہے جس طرز کا چاہے بلا کم و کاست، بے زیادت و نقصان اور بلا تقدیم و تاخیر جھٹ پٹ سب کچھ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے احکام اور اس کی سلطنت و حکمرانی آسمانوں میں، زمین کے چپہ چپہ میں اس کے اندر و باہر کی چیزوں میں فضاؤں ہواؤں اور سمندروں میں بلکہ تمام اجزاء عالم کے ذرہ ذرہ میں اس کا حکم نافذ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے ہیں ردوبدل تغیر و تصرف اور الٹ پھیر کرتا ہے اور نت نئے نئے کام اور نئی نئی مخلوق و حوادث پیدا کرتا ہے مگر اس کے باوجود اسے ہر چیز کا علم ہے، اور ایک ایک چیز اس کو یاد ہے اور اس کا علم و شمار ہر چیز کو محیط و حاوی ہے پھر جس طرح اس کا علم وسیع حفظ وسیع اس کی رحمت و حکمت وسیع، اسی طرح قوت سمع بھی وسیع تر ہے، ایک ہی وقت میں مختلف آواز، مختلف بولیوں اور مختلف سوال و حاجات کے شور وغل میں ہر سوال کا جواب دیتا ہے ہر ایک کی حاجت روائی کرتا ہے۔ اور ہر آواز و ہر بولی و ہر سوال کو پوری طرح سنتا سمجھتا اور جانتا ہے نہ ایک کو سنتے دوسرا جانے پاتا ہے نہ ایک

کی طرف خیال کرنے دوسرے کو بھولتا ہے اور نہ ہی کثرت مسائل کے باعث وہ کسی قسم کی لغزش و غلطی کھاتا ہے اور نہ ہی حاجتمندوں کے الحاح سے پریشان خاطر ہوتا ہے پھر وسعت سمع کی طرح اس کی آنکھ بھی تمام مرئیات (و غیر مرئیات) کو دیکھ رہی ہے حتیٰ کہ اندھیری رات میں بٹینگاف سخت پتھر پر چلتی ہوئی سیاہ چیونٹی کی حرکت کو بھی دیکھتا ہے۔ لہٰذا ہر غائب اس کے نزدیک حاضر اور خفیہ اس کے نزدیک بالکل علانیہ کی طرح ہے وہ پوشیدہ و پوشیدہ تر دونوں کو برابر جانتا ہے پوشیدہ وہ ہے جو انسان کے دل میں کھٹکتا ہو مگر ہونٹوں سے نہ نکلا ہو، اور خفی یعنی پوشیدہ تر وہ ہے جو دل میں بھی نہ ہو وہ اسے بھی جانتا ہے کہ فلاں وقت اس کے دل میں فلاں چیز کھٹکے گی غرضیکہ خلق و امر یعنی پیدا کرنا اور حکم دینا صرف اسی کے لئے مخصوص ہے۔ تمام تر اسی کا ملک ہے اسی کی حکمرانی ہے اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ اور دنیا و آخرت بھی اسی کی ہے ہر نعمت و ہر فضل اسی کا ہی ہے اور وہی بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ تمام ملک اسی کی ملک اور تمامتر حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔ تمامتر خیر و برکت صرف اسی کے دست قدرت میں ہے اور اسی کی طرف ہی سب کا مرجع و مآل ہے۔ اسکی قدرت ہر شے کو شامل اسکی رحمت ہر چیز کو وسیع اور اسکی نعمت ہر جاندار پر کشادہ و فراخ ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کی تفسیر

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ـ	آسمانوں اور زمین والے اس سے مانگتے ہیں اسی سے سوال کرتے ہیں اور ہر روز وہ نئے کام میں ہوتا ہے۔
(الرحمٰن ۵۵ ـ ع ۲)	

وہ گناہ معاف کرتا ہے غم رفع کر دیتا ہے مصیبتیں دور کرتا ہے شکستہ کو جوڑتا ہے اس کا نقصان پورا کرتا ہے۔ فقیر کو غنی، جاہل کو عالم، گمراہ کو ہدایت یافتہ اور حیران کو سمجھ دے کر راہ راست پر لگاتا ہے۔ غمزدوں کا فریادرس، مصیبت زدوں کا حل المشکلات بھوکوں کا سیر کرنیوالا، ننگوں کو

کپڑا دیتا ہے۔ مریضوں کو شفا اور بیماروں کو تندرستی عنایت کرتا ہے۔ تائب کی توبہ قبول کرتا ہے محسن کو جزائے خیر دیتا ہے مظلوم کی امداد کرتا ہے سرکش و ظالم کی کمر توڑتا ہے۔ لغزش معاف کرتا ہے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے اور خوف سے امن دلاتا ہے۔ بعض قوموں کو عزت و عروج بخشتا ہے دوسروں کو ذلت و پستی عنایت کرتا ہے نہ سوتا ہے اور نہ ہی سونا اس کو مناسب ہے میزان عدل کو وہی کبھی نیچے کبھی اوپر کرتا ہے رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کے ہاں پہنچتے ہیں۔ اس نے اپنے سامنے نور کا حجاب کر رکھا ہے اگر اٹھا دے تو جہاں تک مخلوق تک اس کی نظر جاتی ہے تمام کی تمام اس کے چہرہ قدس کے انوار سے جل کر راکھ ہو جائے اس کا دست جود ہر وقت بھرا ہے۔ کھلے دل سے خرچ کرنا اس سے ذرہ بھر کم نہیں کرتا ابتدائے آفرینش سے دن رات لگاتار خرچ کر رہا ہے کیا کبھی کم ہوتا نظر آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر دم بھرا ہی نظر آیا ہے۔ تمام بندوں کے دل اس کی انگلیوں کے ہاتھ میں ہیں اور تمام امور کی باگ ڈور اسی کی قدرت بند ہے۔ تمام زمینیں قیامت کو اس کی ایک مٹھی میں اور تمام آسمان ایک ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے وہ تمام آسمانوں کو ایک ہاتھ اور زمینوں کو دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر جھنجھوڑے گا۔ اور بلا کر فرمائے گا۔ میں ہوں بادشاہ میں ہوں شہنشاہ عالم۔ میں ہی وہ ذات ہوں جس نے دنیا پیدا کی اور وہ پہلے کچھ بھی نہ تھی اور میں ہی دوبارہ اسے لوٹاؤں گا جیسے اسے اولا پیدا کیا تھا۔ کوئی گناہ ایسا نہیں جسے وہ معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت و سوال ایسا نہیں جسے وہ پورا کرنے سے قاصر رہ جائے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے پہلے پچھلے جن و انس سب متقی و پرہیزگار اور پاک دل بن جائیں تو یہ پرہیزگاری و اتقا اس کے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔

کوئی گناہ ایسا نہیں جو اس کی مغفرت سے زائد بچ رہے اور وہ اسے معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت و سوال ایسا نہیں جو اس کی عطا و نوازشات سے باقی بچ رہے اور وہ اس کے پورا کرنے سے قاصر رہے کہ اس کے خزانے ختم ہو گئے ہوں اس کی جود و مغفرت کا تو یہ حال ہے کہ

اگر آسمانوں اور زمین کے تمام بسنے والے پہلے پچھلے جن و انس سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار دل

اور انسان بن جائیں تو یہ پرہیزگاری و تقویٰ اس کے ملک میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر تمام پہلے پچھلے جن و انسان سب سے زیادہ فاجر و بدکار ہو جائیں تو اس کے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے جن و انسان، زندہ و مردے اچھے اور برے تمام کے تمام ایک میدان میں جمع ہو کر اپنی حاجات طلب کرنے لگ جائیں اور وہ ہر ایک کا سوال پورا کرتا جائے اور ہر ایک کی منہ مانگی مراد پوری کرتا جائے تو اس کے خزانہ سے ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ابتدائے آفرینش سے اختتام دنیا تک کے روئے زمین کے درخت سر سر قلمیں بنائیں اور ایک سمندر کے ساتھ اور سات سمندر ملکر سیاہی بنائیں پھر ان قلموں اور سیاہی سے عزوجل کے تمام کلمات تحریر کئے جائیں تو قلمیں ختم ہو جائیں، سیاہی ختم ہو جائے مگر خدا تعالیٰ کے کلمات کبھی نہ ختم ہوں۔ اور خدائے جل و علا کے کلمات ختم و فنا بھی کیسے ہو جائیں حالانکہ نہ ان کی ابتداء ہے نہ انتہا اور مخلوق کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ لہذا مخلوق ہی ختم و فنا کے قابل ہے اور مخلوق غیر مخلوق کو فنا بھی کیسے کر سکتی ہے؟ جب کہ وہ اول ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی وہ سب سے آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں وہ ظاہر ہے جس سے اوپر زیادہ واضح کچھ نہیں۔ وہ باطن ہے جس سے ورے کوئی چیز نہیں اور وہ منزہ ہے اور ان تمام چیزوں سے جن کا ذکر کیا جاتا ہے جنکی پرستش کی جاتی ہے جن کی حمد و ثنا کی جاتی ہے جن کا شکر کیا جاتا ہے۔ مصیبت میں جن کی جستجو کی جاتی ہے، سب سے زیادہ قابل ذکر، قابل عبادت، قابل حمد، لائق شکر اور سب سے زیادہ معاون و مددگار ہے۔ وہ تمام بادشاہوں سے زیادہ مہربان ہے ان تمام سے زیادہ سخی ہے جن کے سامنے دست سوال دراز کیا جاتا ہے ان سب سے زیادہ درگذر کرنے والا ہے جو طاقت رکھنے کے باوجود درگذر کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ کریم ہے جن کا قصد کیا جاتا ہے اور جملہ انتقام لینے والوں سے زیادہ عادل و منصف ہے۔

وہ ایسا نہیں کہ عاجز ہونے کے باعث حلم کرتا ہو یا طاقت نہ ہونے کی وجہ سے معاف کرنے

پر مجبور ہو یا قدرت نہ رکھنے کے باعث بخشش دیا کرتا ہو. یا سوچ فکر اور حکمت و دانائی کے بغیر کوئی چیز دینے سے روک لیتا ہو یا رحمت و احسان سے خالی ہو کر محبت و موالات کرتا ہو بلکہ حلم رکھتے ہوئے حلم کرتا ہے، قدرت رکھتے ہوئے درگذر کرتا ہے، طاقت رکھتے ہوئے بخشش دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی چیز کو روکتا ہے اور محض اپنے فضل و رحمت اور جود و احسان سے کسی کے ساتھ محبت و موالات کرتا ہے سہ

مَا لِلْعِبَادِ عَلَيْهِ حَقٌّ وَاجِبٌ ۔۔۔ كَلَّا وَلَا سَعْيٌ لَدَيْهِ ضَائِعٌ

خدا تعالیٰ پر بندوں کا کوئی حق واجب نہیں ۔۔۔ اور نہ ہی عز و جل کے ہاں کسی کی کوشش ضائع و بے سود جاتی ہے

اِنْ عُذِّبُوْا فَبِعَدْلِهٖ اَوْ نُعِّمُوْا ۔۔۔ فَبِفَضْلِهٖ وَهُوَ الْكَرِيْمُ الْوَاسِعُ

اگر عذاب میں ڈال دیئے جائیں تو یہ اسکا عدل ہے ظلم نہیں یا انعام دیئے جائیں تو یہ محض اس کا فضل ہے جزائے اعمال نہیں، اور وہ کریم و وسیع خزانوں کا مالک ہے۔

وہی بادشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں وہ غنی ہے لہذا اس کا معاون کوئی نہیں. وہ صمد و بے نیاز ہے اسلئے اسکی بیوی و اولاد نہیں وہ علی یعنی بلند و برتر ہے۔ لہذا اس کا شبیہ و مثیل اور ہمنام کوئی نہیں. ہر چیز کو فنا ہے مگر اس کی ذات کے لئے فنا نہیں. ہر ملک و حکومت کے لئے زوال ہے مگر اس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں. تمام سائے ہٹ جانے والے ہیں مگر اس کے سایہ کے لئے ہٹنا نہیں اور تمام فضل و انعام ختم ہو جائیں گے مگر اس کا فضل کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہ اطاعت کیا جاتا ہے تو اپنے اذن و رحمت سے. نافرمانی کیا جاتا ہے تو اپنے علم و حکمت سے۔ فرمانبرداری کیجاتی ہے تو اس کی قدر کرتا ہے۔ نافرمانی کیجاتی ہے تو اس سے درگذر و معاف کرتا ہے، اس کا ہر عذاب محض اس کا فضل ہے. تمام قریبوں سے زیادہ قریب ہے اور تمام محافظوں سے زیادہ نزدیکی محافظ ہے تمام لوگوں سے ورے حائل ہو کر ہر چیز کی پیشانی کے بال اور دفتر اعمال اس نے خود پکڑ رکھے ہیں۔ اور سب کی اجل لکھ رکھی ہے. تو دل اسی کی طرف جھک رہے ہیں مخفی اس کے نزدیک علانیہ اور

غائب اس کے نزدیک حاضر ہے، اس کی عطا صرف منہ سے ایک کلمہ کہہ دینا اور عذاب بھی صرف ایک لفظ کہہ دینا۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (یٰسٓ ع ۵) اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ کچھ بنانا چاہے تو اسے کہہ دیتا ہے "ہو جا" بس فوراً ہو جاتا ہے۔

تو جب دل پر ان انوار صفات کی تجلی ہوتی ہے تو ان کے ہوتے ہوئے سب نور مضمحل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ایسے حالات طاری ہوتے ہیں جو نہ دل میں کھٹک سکتے ہیں۔ نہ عبارت بیان ہو سکتے ہیں۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ ذکر دل کو منور چہرہ کو نورانی اور اعضا کو روشن کر کے سب کو نور علی نور بنا دیتا ہے۔ وہی وہ نور ہے جو انسان کے ہاں دنیا، آخرت اور برزخ و قیامت میں موجود ہوگا۔

ذاکر کے دل میں جس قدر نور ایمانی ہوتا ہے۔ اسی تناسب سے اس سے اعمال و اقوال صادر ہوتے ہیں اور ان میں نور ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض مومنوں کے اعمال جب خدا تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں تو سورج کے نور کے برابر کی روشنی ہوتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس جب مومن کی روح خدا تعالیٰ کے ہاں پہنچتی ہے تو آفتاب کی طرح ہر طرف روشنیاں پھیل جاتی ہیں اسی طرح پل صراط کو جاتے ہوئے ان کے آگے آگے نور ہوگا۔ اور قیامت کے دن ان کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے۔ عزوجل ہمیں بھی عنایت فرمائے۔

۳۹۔ ذکر راس الاصول ہے

ذکر راس الاصول عوام کا طریق اور منشور ولایت ہے جس پر اس کا ادنیٰ سا حصہ بھی مفتوح ہو گیا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ عزوجل تک پہنچنے کے تمام دروازے اس پر کھل گئے لہٰذا اب اسی کا فرض ہے کہ طہارت کر کے اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے بیدھڑک چلا جائے اس کے ہاں اسے ہر مطلوب حاصل ہو جائیگا اور حسب خواہش جملہ ضروریات پوری ہونگی اگر اس نے اپنے رب کو

پالیا۔ تو گویا سب کچھ حاصل ہوگیا اور خدا تعالیٰ تک اس کی رسائی نہ ہوسکی، تو گویا سب کچھ ضائع وبرباد ہوگیا۔

۳۸۔ ذکر الٰہی سے فاقہ قلبی کا انسداد

دل میں ہر وقت ایک حاجت اور ایک فاقہ موجود ہوتا ہے جس کا انسداد ذکر الٰہی کے سوا کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ جب ذکر اس کا اس طرح شعار بن جائے کہ اصالۃً وہی ذاکر ہو اور زبان محض اس کی تابع ہو تو یہی وہ ذکر ہے جو تکمیل حاجات اور فاقہ کو ٹالنے کا موجب ہو سکتا ہے اور جس کے ہوتے ہوئے انسان مال کے بغیر بھی غنی، قبیلہ وکنبہ نہ ہونے کے باوجود معزز اور حکومت کے بغیر بھی بارعب اور رہیب ہوتا ہے، مگر جب ذکر الٰہی سے غفلت کرے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو جاتا ہے اور کثرت امور وحادثات کے باوجود فقیر، حکومت کے باوجود ذلیل اور بے شمار رشتہ داروں اور کنبہ وقبیلوں کے باوجود تمام لوگوں کی نظروں میں حقیر وذلیل اور خسیس ہوتا ہے۔

۳۹۔ ذکر متفرق کو جمع مجموع کو متفرق قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرتا ہے

ذکر میں چار خوبیاں ہیں، متفرق کو جمع کرنا، اور مجتمع کو متفرق، قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرنا۔ جمع کی صورت یہ ہے کہ انسان کے پراگندہ دل، پراگندہ ارادہ، پراگندہ محبت، پراگندہ خشوع وتذلل، اور پراگندہ ومتفرق عزائم کو جمع کرتا اور تمام پراگندگیاں رفع کر کے جملہ چیزوں کو درست کر دیتا ہے اور بنظر غور دیکھا جائے تو ان تمام چیزوں کی پراگندگی تشتت وافتراق ہی انسان کے لئے سراسر عذاب ووبال جان ہے۔

اور دل وفکر اور عزم وارادہ کی جمعیت میں ہی زندگی وحیات اور جملہ نعمت وانعامات مرکوز ہیں۔

تفرق کی صورت یہ ہے کہ انسان پر غم و تفکرات، ہم و اندوہ، کسی کام اور مطلوبہ خواہشات میں ناکامی و نامرادی پر حسرت و افسوس اور جملہ مصائب جس قدر بھی انسان پر جمع ہو جاتے ہیں سب کو متفرق و منتشر کر دیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس قدر گناہ و خطا کاریاں، بدکاریاں و بدنامیاں اس پر گھیرا ڈال لیں، سب کو یکدم رفوچکر کر دیتا ہے اور سب ایک ایک کر کے اس سے چھڑ کر مضمحل و مفقود اور لاشئے ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اس کی جماعت پر جتنے بھی شیطانی لشکر چڑھ کر جمع ہو آتے ہیں وہ ذکر ایک منٹ میں انھیں بھگا دیتا ہے۔ اور یاد رکھئے! ایسے شخص پر شیطانی لشکروں کا حملہ و ہجوم بھی بڑا ہی ہے کیونکہ ابلیس ہر وقت اور ہر ساعت فوج در فوج اور لشکر پر لشکر روانہ کرتا رہتا ہے۔ ذاکر جتنا خدا تعالیٰ کا زیادہ طالب ہوگا، اور عشق الٰہی میں جتنا زیادہ پختہ کار ہوگا، خدائی تعلقات و روابط میں جس قدر اس کا گہرا تعلق ہوگا، اسی تناسب سے اسے گمراہ کرنے کے لئے زیادہ صاحب شان و شوکت و صاحب قوت و سطوت اور بے شمار و بھاری بھرکم لشکروں کی ضرورت ہوگی اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ جن کا مقابلہ کرنا، جسے ہزیمت دینا اور جسے متفرق و منتشر کرنا نہایت لازم ہے اور یہ کام صرف دوام ذکر سے نکل سکے گا۔ اور اس کا علاج صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں انسان رطب اللسان رہے۔

بعید کو قریب کرنا یہ ہے کہ خدا کی یاد میں شیطان اور انسان کی اپنی خواہشات اور طویل امیدیں جس سے آخرت کو دور اور انسان کی نظر سے اوجھل کر دیتی ہے وہی آخرت خدا تعالیٰ کی یاد میں منہمک ہونے سے بالکل قریب آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس لئے وہ ذکر میں اس قدر سرپٹ مشغول ہو جاتا ہے۔ گویا قیامت بپا ہو گئی اور وہ عین میدان قیامت میں خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو بالکل تیار کھڑا ہے۔ یہ حالت طاری ہوتے ہی دنیا خود بخود اس کی نظر میں ذلیل و حقیر دکھائی دینے لگتی ہے اور دل میں آخرت کی عظمت و شان و شوکت کا سکہ بیٹھ جاتا ہے وہی دنیا جو کل تک قریب نظر آتی تھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اور وہی آخرت جو آج تک دور معلوم ہوتی تھی آنکھوں کے سامنے

نقشہ بنکر نمودار ہو جاتی ہے کیونکہ دل میں آخرت قریب ہوگی تو دنیا دور ہوتی جائے گی حتیٰ کہ آخرت ایک مرحلہ قریب ہوگی تو دنیا ایک مرحلہ دور ہوگی اور آخرت کو دل میں قریب ترکرنا از بس ضروری ولابدی ہے جو صرف اسی صورت قریب ہوسکتی ہے کہ انسان ہر وقت ہر آن ذکر میں رطب اللسان ہے۔

۴۰۔ ذکر بیداری قلب کا موجب ہے

ذکر دل کو نیند سے ہوشیار اور خواب غفلت سے بیدار کر دیتا ہے اور ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ دل غفلت کی نیند سو چکا ہو تو اس کی سینکڑوں تجارتیں خراب اور ہزاروں منافع برباد اور سراسر خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے مگر جب نیند سے بیدار اور خواب غفلت سے ہشیار ہو کر اسے پتہ چلتا ہے کہ سونے سے میری فلاں تجارتیں خراب ہوئیں اتنے منافع برباد ہو گئے اور اتنے خسارے دامنگیر ہوئے تو پہلے سے بھی زیادہ چالاک اور چاق و چوبند ہو کر تلافی مافات کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے بقیہ عمر بھر کے لئے ہشیار و بیدار ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور غفلت و سستی اور نیند کو قریب تک نہیں آنے دیتا اور یہ بیداری و ہوشیاری صرف ذکر الٰہی سے ہی حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ ذکر الٰہی سے غافل رہنا ہی گہری نیند اور خواب غفلت کا موجب ہوتی ہے۔

۴۱۔ ذکر شجر معرفت ہے

ذکر وہ درخت ہے جس پر احوال و معرفت الٰہی کے وہ پھل لگتے ہیں جس پر سالک و عارف لوگ جان دیتے ہیں اور یہ پھل صرف ذکر الٰہی کے شجر سے حاصل ہوسکتے ہیں پھر جس قدر اس درخت کا پیڑ زیادہ ہوگا جڑیں راسخ و مضبوط ہوں گی اسی قدر زیادہ پھلدار ہوگا اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر اس مقام کا نتیجہ و ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔ جو توحید خداوندی کے لئے بیداری و ہشیاری کا موجب ہوتا ہے۔

اور ذکر ہی وہ بنیاد ہے جس پر جملہ مقامات کی عمارت اسی طرح کھڑی کی جاسکتی ہے جس طرح کسی بنیاد پر دیوار یا دیوار پر چھت کھڑی کیجاسکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان خواب غفلت سے بیدار نہ ہو تو اپنی منزل طے نہیں کر سکتا اور بیدار کرنے والی چیز صرف ذکر الٰہی ایک ایسی چیز

ہے جو خواب غفلت سے ہوشیار و بیدار کرتی ہے۔ چنانچہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور غفلت بی دل کی نیند بلکہ اس کے لئے موت کا حکم رکھتی ہے جس کی وجہ سے دل روحانی طور پر بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔

۴۲۔ ذکر الٰہی قرب خداوندی اور معیت الٰہی کا باعث ہے۔

ذکر اپنے مذکور (خداتعالیٰ) کے قریب ہے مذکور (خداتعالیٰ) اس کے ساتھ اور اس کی معیت میں ہوتا ہے۔ اور یہ معیت معیت علمی و احاطہ عامہ نہیں بلکہ معیت خاصہ ہے یعنی قرب و ولایت نصرت و محبت اور توفیق و اعانت کے لحاظ سے عزوجل انسان سے دور نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا	(نحل ع ۱۶)	خداتعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔
وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ	(بقرہ ع ۳۳)	عزوجل صبر گذاروں کے ساتھ ہے۔
أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ	(انفال ع ۲)	اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے ساتھ ہے۔
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا	(توبہ ع ۶)	غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اور ذکر گذار کو اس معیت کا اکثر و وافر حصہ نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

أَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ ¹	جبتک انسان میرے ذکر میں رطب اللسان رہے اور اسکے ہونٹ ہلتے رہیں میں اسکے پاس ہوتا ہوں۔

حدیث قدسی

دیگر احادیث قدسی میں ہے:

أَهْلُ ذِكْرِي أَهْلُ مُجَالَسَتِي وَأَهْلُ شُكْرِي أَهْلُ زِيَارَتِي وَأَهْلُ طَاعَتِي أَهْلُ كَرَامَتِي وَأَهْلُ مَعْصِيَتِي	اہل ذکر میرے ہم مجلس اہل شکر میرے زائرین اہل طاعت میرے اصحاب کرامت ہیں اہل معصیت میرے رحمت پر وہ دہ ہیں جن کو میں اپنی رحمت

¹ بخاری بروایت ابی ہریرہ رض۔

لَا تَقْنَطْهُمْ مِنْ رَّحْمَتِيْ إِنْ تَابُوْا فَأَنَا
حَبِيْبُهُمْ فَإِنِّيْ أُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَأُحِبُّ
الْمُتَطَهِّرِيْنَ فَإِنْ لَّمْ يَتُوْبُوْا فَأَنَا
طَبِيْبُهُمْ أَبْتَلِيْهِمْ بِالْمَصَائِبِ لِأُطَهِّرَ
هُمْ مِنَ الْمَعَائِبِ۔

سے ناامید نہیں کرنا چاہتا اگر یہ توبہ کریں تو میں ان کا
دوست ہوں کیونکہ توبہ کرنے والوں کو میں محبوب
سمجھتا ہوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہوں
اور اگر علاج نہ کریں تو میں خود ان کا طبیب ہوں
ہوں اور مصائب سے ابتلا کر کے ان کو عیوب سے
پاک صاف کر دیتا ہوں

مقام لغزش

جو معیت کہ ذاکر کو نصیب ہوتی ہے اس سے کوئی معیت جسمانی و مکانی نہیں بلکہ حقیقی اور یہ اس معیت سے خاص ہوتی ہے جو پاک محسن و متقی کو عنایت ہوتی ہے بلکہ یہ ایسی معیت ہے جو نہ عبارت سے حاصل ہوتی ہے نہ وصف سے بلکہ ذوق و وجدان سے معلوم ہوتی ہے اور یہی مقام لغزش ہے جہاں انسان کفر کے قریب تر پہنچ جاتا ہے اور جب تک اس معیت کے ساتھ ساتھ بندہ اور رب، قدیم و حادث، خالق و مخلوق اور عابد و معبود میں فرق نہ کرے تو اسلام سے خارج اور حلولیہ بن کر عیسائیوں سے جا ملتا ہے یا وجودیہ جو کہ قائلین وحدت وجود میں داخل ہوتا ہے جو وجود باری تعالیٰ کو عین موجودات کا وجود سمجھتے ہیں بلکہ ان کے خیال میں نہ کوئی رب ہے نہ بندہ نہ مخلوقات ہے نہ خدا ہے برحق بلکہ وہ تو رب کو بندہ اور بندہ کو رب اور مخلوقات کو حق تعالیٰ تصور کرتے ہیں، حالانکہ عزوجل تو ان کے بکواسات سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

غرض مقصود یہ ہے کہ انسان صحیح عقیدہ پر رہے تو بہتر ورنہ جب ذکر و اذکار کا غلبہ و تسلط پوری طرح اس پر مستولی ہو جائے کہ خدا کی یاد بلکہ خود اس کا نفس اس کے دل سے غائب و منفی ہو جائے اور ہر چیز اس کو خدا نظر آئے تو یقیناً حلول و اتحاد جیسے عقائد فاسدہ میں مبتلا ہو کر دین شریعت اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور مرتد و ملعون ہو کر مرے گا۔

یاد الٰہی ذکر صدقہ و جہاد سے افضل ہے

ذکر الٰہی، غلام آزاد کرنے، خدا کی راہ میں مال لٹانے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سواریاں پیش کرنے اور تلوار لے کر میدان جہاد میں خود اپنے نفس کو پیش کرنے کے برابر و مساوی ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ:

"جو شخص روزانہ سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سو برائیاں مٹائی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک اس دن شیطان سے مصئون و محفوظ رہتا ہے۔" (الحدیث)

قول ابو درداءؓ

ابن ابی الدنیا بواسطہ اعمش از سالم بن ابی الجعد ذکر فرماتے ہیں کہ کسی نے ابو درداءؓ کو بتایا کہ فلاں شخص نے سو غلام آزاد کیا ہے تو فرمایا کہ سو غلام تو بہت ہوئے اور افضل ترین صدقہ ہے لیکن اس سے بھی زیادہ افضل ترین وہ ایمان ہے جو انسان کے روز و شب کا لازم و ملزوم رہے اور انسان ہر وقت ذکر الٰہی سے رطب اللسان رہے۔

قول عبداللہ بن مسعودؓ

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ "سونے کے دینار سخی دست کرنے کی بجائے سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھ لینا مجھے زیادہ پسند ہے۔"

قول دیگر

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرمانے لگے کہ "دینار سخاوت کرنے کی بجائے تین دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لینا مجھے تو زیادہ پسند لگتا ہے۔" تو عبداللہ ابن عمروؓ نے فرمایا "راہ چلتے چلتے چند مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لینا مجھے جہاد میں گھوڑا پیش کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"

ابو درداءؓ کی صحیح الاسناد حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے لئے تمام اعمال سے بہتر خدا کے ہاں از حد نفیس و پاکیزہ بلندی

درجات کا اعلیٰ ذریعہ، راہ خدا میں سونا چاندی لٹانے سے بھی بہتر، بلکہ اس سے بھی بہتر ہو کہ دشمنانِ خدا سے لڑتے انہیں مارتے خود بھی جام شہادت نوش کر جاؤ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ خداتعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، حاکم بسند صحیح)

۴۴۔ ذکر راس الشکر ہے

ذکر راس الشکر ہے جس نے ذکر بھلا دیا اس نے گویا خداتعالیٰ کا شکر ترک کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور عزوجل کی گفتگو

بیہقی رحمۃ اللہ، زید بن اسلم سے ذکر فرماتے ہیں کہ

”موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، خدایا! تیرے انعامات تو بے شمار ہیں، اب مجھے زیادہ شکر بجا لانے کا طریقہ بھی سکھلا دیجیے۔ عزوجل نے جواب دیا مجھے کثرت سے یاد کیجیے کیونکہ آپ کثرت سے میرا ذکر کریں گے تو گویا آپ میرا کثرت سے شکر بجا لائے اور مجھے بھلا دیا تو گویا آپ نے میری ناشکری کی۔“

شعب الایمان میں بیہقی رحمۃ اللہ عبداللہ بن سلام کا قول ذکر فرماتے ہیں کہ

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، مولا! کونسا شکر آپ کے مناسب ہے؟ عزوجل نے وحی نازل فرمائی کہ میرے ذکر سے آپ کی زبان ہر وقت تر رہنی چاہیے موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔ بعض دفعہ میں ایسا ہوتا ہوں پاخانہ پیشاب سے استنجا نہیں کیا ہوتا؟ عزوجل نے فرمایا کوئی حرج نہیں پھر فرمانے لگے۔ مولا کیا پڑھا کروں؟ فرمایا، پڑھا کیجیے۔

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَجَنِّبْنِي الْأَذَى وَسُبْحَانَكَ فَقِنِي الْأَذَى۔

خدایا میں تیری حمد و ثنا اور تسبیح کہتا ہوں مجھے گندگی سے دور رکھیے۔ خدایا تو پاک ہے مجھے بھی گندگی سے نجات دیجیے۔

جماع وقضاء حاجت کے وقت خدا کی یاد اور اس کی تحقیق

میں (ابن تیمیہؒ) کہتا ہوں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت خداتعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور کسی حالت کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنابت وطہارت، ہر حالت میں خداتعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ رہی پیشاب پاخانے کی حالت تو اس وقت آنحضرت کو کوئی دیکھتا ہی نہیں ہوتا تھا کہ واقعہ بتا سکے۔ البتہ آنجناب نے اپنی امت کو پاخانہ پیشاب سے قبل وبعد کی دعائیں سکھائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر از حد اہم چیز ہے اور قضاء حاجت سے قبل وبعد بھی انسان کو ذکر سے خالی نہیں ہو جانا چاہیئے۔ علی ہذا القیاس جماع کے وقت بھی ذکر مشروع فرمایا کہ یوں کہنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ	بسم اللہ، خدایا! ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان
وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا [۱]	سے علیحدہ ومحفوظ رکھنا۔

رہی عین قضاء حاجت وجماع کی حالت تو بلا شبہ اس وقت بھی دل میں ذکر الٰہی مکروہ نہیں۔ کیونکہ دل کو ذکر الٰہی کے سوا تو کوئی چارہ کار ہی نہیں اور تمام دنیا سے محبوب ترین خدا کی یاد سے دل پھیر لینا اس کے لئے ناممکن ہے اور وہ اگر دل کو خدا فراموشی کی تکلیف دے تو یہ تکلیف بالمحال ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔ شعر

يُرَادُ مِنَ الْقَلْبِ نِسْيَانُكُمْ لَنَا	وَتَابَى الطِّبَاعُ عَلَى النَّاقِلِ
دل سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہم تمھیں بھول جائیں گے	مگر طبیعت نقل کرنے والے پر انکار کرتی ہے

البتہ اس خاص حالت میں زبان سے کچھ کہنا نہ آنحضرتؐ نے جائز فرمایا ہے، نہ مشروع اور

[۱] ابن عباس سے مروی ہے کہ اپنی بیوی سے ارادۂ صحبت کے وقت جو شخص مذکورہ دعا پڑھے تو اس سے جو اولاد ملے گی اسے شیطان تکلیف نہیں دیگا۔ اسے بخاری ومسلم، احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے منقول ہے اور عبداللہ بن ابی الہذیل فرماتے ہیں۔ کہ پاخانہ پیشاب کے سوا ہر حالت بلکہ کوچہ و بازار میں بھی خدا کا ذکر کرنا خدا تعالیٰ کو محبوب تر ہے۔ رہی قضاء حاجت وجماع کی حالت تو ایسی حالت میں اسے اتنا کافی ہے کہ حیاء و مراقبہ اور خوف خدا کو اپنا شعار بنائے اور انعامات واحسانات الٰہی کو ذہن نشین رکھے یہی طریقہ اس وقت کا سب سے اعلیٰ ذکر ہے۔ کیونکہ ہر حالت کے لئے اس کا ذکر اس کے مناسب حال ہوتا ہے اور اس مخصوص حالت کے لائق ومناسب یہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کی ہیبت وجلال اور شان وشوکت کا خوف اور عزوجل سے شرم وحیا کی چادر اوڑھ لے اور اس دشمن جان وموذی چیز (پاخانہ پیشاب) کے اخراج پر جو اندر ہی رک کر قولنج بن جائے تو ہلاکت نفس و وبال جان بن جائے۔ خدا تعالیٰ کے انعام واحسانات کو مت بھولے کیونکہ جس طرح غذا کھانا نعمت ہے اسی طرح اس ردی وفاسد کا تمرد ت ودفعیہ بھی یقیناً خدا کا انعام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ قضاء حاجت سے نکلتے وقت شکم پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے یہ بھی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ کاش لوگوں کو اس کی قدر ہو سلف صالحین میں سے ایک بزرگ یہ کہا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَہٗ وَاَبْقٰی فِیَّ مَنْفَعَتَہٗ وَاَذْھَبَ عَنِّیْ مَضَرَّتَہٗ۔	عزوجل کا شکر جس نے طعام کھلا کر اس کی لذت سے حظ اندوز فرمایا اس کے منافع کو بدن میں باقی رکھا اور نقصانات کو دفع کر دیا۔

علیٰ ہذا القیاس حالت جماع میں یہی ذکر کافی ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ نعمت کبھی نہ بھولے کیونکہ دنیوی نعمتوں میں سے یہ نعمت سب سے اعلیٰ ہے۔ تو جب اپنے نفس پر خدا تعالیٰ کے یہ انعامات واحسانات یاد کریگا فوراً اس کے دل سے شکرگزاری کے جوش وولولے بھڑک اٹھیں گے تو معلوم ہوا کہ ذکر اس سے مشتمر ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا، معاذ! خدا کی قسم مجھے آپ بہت پیارے لگتے ہیں۔ چند کلمے سکھاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد ضرور پڑھنا۔ خبردار! ناغہ مت کرنا اور بھول نہ جانا فرمایا پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ — خدایا اپنے ذکر و شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے

وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ — پر میری اعانت و دستگیری فرمایئے۔

اس دعا میں آنحضرت نے ذکر و شکر دونوں کو جمع فرمایا جیسا کہ خود اللہ نے آیت

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ — مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ میرا شکر بجا

وَلَا تَکْفُرُوْنِ (بقرہ ع ۱۸) — لاؤ اور ناشکری مت کرو۔

اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ذکر و شکر عبادات اور نیک بختی اور فلاح و نجات کے جامع اور سرچشمہ

ذاکر تمام متقیوں سے معزز ہیں

متقی و پرہیزگاروں میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلق اور معزز وہ شخص ہے جس کی زبان ذکر الٰہی میں ہر وقت تر رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا اسے از حد پاس ہوتا ہے۔ ہر وقت اسے ان کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے اور ذکر اس کی گھٹی و شعار بن چکا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی اس کے لئے دخول جنت اور دوزخ سے نجات کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور دخول جنت و نجات دوزخ اسی چیز جیسا بلکہ بہترین ثواب و عظیم قسم کا اجر ہے اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کے قرب و حضور و بارگاہ الٰہی میں پہنچا دیتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا قرب ہی سب سے اعلیٰ منزلت و مقام ہے۔

تو بہ کا اظہار سے عمل کرنیوالوں اور قرب الٰہی کیلئے عمل کرنیوالوں کا فرق

اور شہرت کے لئے عمل کرنے والے لوگ تو تمام ...

...

عمل کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو محض خدا تعالیٰ کے ہاں درجہ و منزلت اور قرب حاصل کرنے کی بنا پر عمل و تعمیل بجالاتے ہیں اس لئے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے ہاں قرب و منزلت اور وسیلہ کی طلب میں دوسرے فریق سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے ہیں اور عزوجل کے قرب و جوار کے حصوں کی خاطر جان و دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں عزوجل نے سورہ حدید میں دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَاَقْرَضُوا	صدقہ کرنیوالے مردوں اور عورتوں اور خدا کو قرض
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضَاعَفُ لَهُمْ	حسنہ دینے والوں کے صدقہ و قرض کو دوچند کر دیا
وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (حدید - ع ۲)	جائیگا اور ان کے لئے بہترین اجر ہے۔

پہلا فریق یہ پہلا فریق ہے جو اجر و ثواب کی غرض سے عمل کرتا ہے۔ پھر فرمایا :-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ	جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ (حدید - ع ۲)	وہی لوگ صدیق ہیں۔

یہ اصحاب قرب و منزلت ہیں۔ پھر فرمایا :-

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ	اور شہداء خدا تعالیٰ کے پاس ہوں گے انھیں اجر بھی
وَنُوْرُهُمْ (حدید - ع ۲)	ملیگا اور نور بھی عنایت ہوگا۔

اس جملہ میں اختلاف ہے بعض نے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پر اس کا عطف ڈال کر یہ مطلب لیا ہے کہ عزوجل مومنین کے متعلق یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ یہی صدیق ہیں اور یہی شاہد۔ جو قیامت کو تمام امتوں پر شاہد ہوں گے اور شہادت دیں گے۔ ان کے متعلق یہ خبر دی کہ ان کو اجر و ثواب ملے گا۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ تو گویا عزوجل نے ان کے متعلق چار چیزوں کی خبر دی ہے جنمیں ایک یہ ہے کہ وہ صدیقون و شہداء ہیں اور یہی قرب مرتبت و قرب منزلت ہے۔

دوسرا فریق دوسرا فریق کہتا ہے کہ عطف نہیں بلکہ اَلصِّدِّیْقُوْنَ کے بعد نئے سر نو ابتداء

شہداء کی حالت بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب وحضور میں ہوں گے اور انھیں ان کا اجر وثواب اور نور عنایت ہوگا، تو پہلے نیکوکار و اہل احسان متصدقین کا تذکرہ فرمایا، پھر مومنین کا ذکر فرمایا جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو کر جڑیں مار چکا ہے۔ اور شربت ایمان سے لبالب بھر چکے ہیں لہٰذا یہ لوگ صدیقون اور اہل علم و عمل ٹھہرے اور پہلا فریق اہل البر والاحسان یعنی نیکوکار و محسنین ہو لیکن پھر بھی صدیق لوگ محسنین و نیکوکاروں سے صدیقیت میں کامل بلکہ اکمل ہیں ان کے بعد پھر شہداء امت اور ان پر نازل کردہ انعامات کا ذکر فرمایا کہ انھیں رزق ملے گا اور نور حاصل ہوگا کیونکہ جب انھوں نے اپنی جان تک خدا کے راہ میں قربان کر دی تو عزوجل نے اس کے عوض ان پر یہ انعام فرمایا کہ انھیں زندہ فرما کر رزق عنایت کیا انھیں رزق بھی ملتا ہے اور نور بھی ملے گا۔ یہ تھا سعید و نیک بخت لوگوں کا تذکرہ۔

اس کے بعد شقی و بدبخت لوگوں کا ذکر کیا، فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (حدید۔ ع۲)

جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلا دیا وہ دوزخی ہیں۔

اصحاب اجور وطالبین قرب

غرضیکہ یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عزوجل نے دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اوّل اصحاب اجور دوم اصحاب منزلت و مراتب اور انہی چیزوں (اجر و منزلت) کا فرعون نے جادوگروں سے وعدہ کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ کی صورت میں انھیں انعام ملے گا، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ جادوگروں نے کہا۔

اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔

(اعراف ۷۔ ع۱۴)

اگر ہم غالب آجائیں تو کیا کچھ اجر بھی ملے گا تو فرعون نے جواب دیا کیوں نہیں یقیناً مزید براں تمھیں اپنا مقرب بنا لوں گا۔

یعنی تمہیں دونوں چیزیں انعام کروں گا، جنت بھی دوں گا اور اپنی بارگاہ میں قرب منزلت بھی بخشوں گا۔ بہر صورت اعمال کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جنت میں جائیں گے مگر عارف لوگ اس لئے عمل کرتے ہیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور عزوجل تک ان کا مرتبہ و منزلت بڑھے اور قلبیہ (اہل دل عارفین) کے اعمال بدنیہ (اہل ظاہر) کے اعمال سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں، اگرچہ بدنیہ (اہل ظاہر) کے اعمال بھی بعض دفعہ اہل دل اور عارف لوگوں کے اعمال سے زیادہ ہو جایا کرتے ہیں۔

عزوجل اور موسیٰ کا سوال و جواب

بیہقی رحمۃ اللہ نے محمد بن کعب قرظی سے ذکر کیا [illegible] اے میرے پروردگار کون آدمی تیرے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و معزز اور برگزیدہ ہے؟ عزوجل نے جواب دیا جو ہر وقت میرے ذکر میں رطب اللسان رہے۔ پھر فرمایا زیادہ عالم کون ہے؟ جواب ملا جو اپنے علم کے ساتھ دوسروں کا علم بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ پھر فرمایا زیادہ عادل کون ہے؟ جواب آیا وہ شخص جو اپنی ذات پر وہی فیصلہ صادر کرے جو غیروں پر صادر کرتا ہے، فیصلہ کرتے ہوئے اپنی اور غیر کی کوئی رعایت نہ کرے۔ پھر دریافت کیا زیادہ گنہگار کون ہے؟ فرمایا جو مجھے تہمت لگائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولیٰ تجھے بھی کوئی متہم کر سکتا ہے؟ فرمایا جو مجھ سے خیر و برکت تو طلب کرے مگر [illegible] تقدیر سے منہ چڑھائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہ

نیز بیہقی نے ابن عباس سے بھی بیان فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام طور پر رب سے ملے تو دریافت کیا کہ مولیٰ تجھے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا جو مجھے ہر وقت یاد رکھے اور کسی وقت نہ بھولے۔

کعب کا قول

کعب فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا میرے مالک آپ قریب ہیں کہ تجھ سے آہستہ بولوں اور مناجات کروں یا بعید ہیں کہ تجھے زور سے بلاؤں؟ عزوجل نے فرمایا موسیٰ جو میرا ذکر کرتے ہیں ان کا ہم جلیس و ہم نشیں ہوں۔

علیہ السلام نے فرمایا مولا میں تو بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس وقت تیرا ذکر کرنا بالکل نامناسب ہے عزوجل نے فرمایا وہ کونسی حالت ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قضاء حاجت یا جنابت کی حالت فرمایا کوئی حرج نہیں ہر حالت میں یاد رکھئے۔ اور خدا کا ذکر بجا لائیے۔

عبید بن عمیر نے فرمایا مومن کے نامہ اعمال میں صرف سبحان اللہ وبحمدہ کا موجود ہونا دنیا کے پہاڑوں کے برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

امام حسن کا قول

امام حسن فرماتے ہیں قیامت کے دن منادی آواز دیگا لوگ کہتے ہیں کہ عنقریب تمام اہل محشر کو معلوم ہو جائے گا کہ کون لوگ اہل کرم و بزرگی والے ہیں؟ پھر آواز دے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو نرم و گرم بستروں کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کو خوف و رجا کے ساتھ پکارتے اور دعائیں مانگا کرتے اور خدا کے عطا کردہ مال سے خیرات کیا کرتے تھے جلدی چلے آئیں تو وہ اٹھیں گے اور تمام لوگوں کو پھلانگتے ہوئے عدالت کے پاس پہنچ جائیں گے پھر دوبارہ منادی آواز دیگا دنیا دیکھ لے کہ اکرام و بزرگی کے قابل کون ہے؟ پھر کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کر سکتی ہے نہ خرید و فروخت روک سکتی تھی تو وہ سب لوگوں کو پھلانگتے منادی کے پاس جا پہنچیں گے پھر منادی ہر ساعت و ہر حالت ہر پہلو و ہر کروٹ پر خدا تعالیٰ کی تعریف و حمد کرنے والوں کو آواز پڑے گی تو وہ دوسرے کے پرے باندھ کر دوڑتے دوڑتے منادی کے پاس چلے آئیں گے اور بے شمار تعداد میں موجود ہوں گے بعد ازاں باقی بچے کھچے لوگوں کو منادی ہوگی اور حساب شروع ہوگا۔ ۵

کثرت ذکر سے لوگ پاگل کہنے لگ جائیں

ابو مسلم خولانی کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا کوئی وصیت فرمائیے

---

۱ اس حدیث کے پہلے ٹکڑے کو جو قیام اللیل میں ہے بیہقی نے اسماء بنت یزید سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے سورۃ بقرہ کی ایک آیت میں اسے ابن ابی حاتم سے ذکر کرتے ہوئے اپنی سند سے اسماء تک پہنچایا ہے۔

فرمایا ہر جنگل، ہر شہر، ہر بستی میں بلکہ ہر شجر و حجر کے پاس بھی خدا تعالیٰ کا ذکر کیجئے، پھر کہا کچھ اور فرمایئے۔ ابو مسلم نے فرمایا خدا کا اس قدر ذکر کیجئے کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں وہ شخص کہتا ہے۔ ابو مسلم ... ذکر کیا کرتے تھے کسی آدمی نے آپ کو ذکر کرتے دیکھ پایا اور لوگوں سے کہنے لگا یہ تمہارا آدمی پاگل دیوانہ تو نہیں؟ ابو مسلم نے بھی سن لیا۔ اور جواب دیا کہ یہ فعل تو جنون نہیں البتہ یہ ذاکر (ابو مسلم) ضرور مجنون ہے۔

۴۶۔ ذکر سے قساوت قلبی کا علاج

دل میں قساوت و سختی ہوتی ہے جسے ذکر الٰہی ہی پگھلا کر تبدیل کر سکتا ہے اس لئے انسان کو ذکر الٰہی کے ساتھ اپنی قساوت قلبی و سخت دلی کا علاج کرنا چاہیئے۔

حماد بن زید معلی بن زیاد سے ذکر کرتے ہیں کہ کسی نے امام حسن کو کہا۔ اے ابا سعید مجھے قساوت قلبی کی شکایت ہے، فرمایا ذکر الٰہی کی انگیٹھی میں رکھ کر اسے پگھلایئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل جتنا زیادہ غافل ہوگا اتنا ہی زیادہ سخت اور قاسی ہوتا چلا جائے گا لیکن جب خدا تعالیٰ کی یاد کرے گا تو یہ قساوت و سختی اس طرح پگھلتی جائے گی جس طرح آگ میں تپ کر تانبا پگھل جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو قساوت قلبی و سنگ دلی کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔

۴۷۔ ذکر دل کی دوا ہے

ذکر دل کی دوا اور قلب کی شفا ہے اور غفلت سراسر مرض و بیماری ہے، یاد رکھیئے ہر دل بیمار ہے اور اس کی دوا و شفا ذکر الٰہی میں موجود و مرکوز ہے۔

امام مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

خدا تعالےٰ کا ذکر سراسر شفا ہے مگر کسی انسان کا نام جپنا اور ذکر کرنا سراسر مرض و بیماری ہی بیماری ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ مکحول رحمہ اللہ سے مرفوعاً مرسلاً ذکر فرماتے ہیں کہ جب دل ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو شفایاب اور تندرست ہو جاتا ہے لیکن ذکر سے جب غافل ہو جاتا ہے تو دوبارہ بیمار ...

اور مریض ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

إِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَيْنَا بِذِكْرِكُمْ   فَنَتْرُكَ الذِّكْرَ أَحْيَانًا فَنَنْتَكِس

جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو آپ کا ذکر کر کے علاج کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن جب کبھی ذکر ترک کر دیتے ہیں تو دوبارہ بیمار ہو جاتے ہیں۔

۴۸ ۔ ذکر حُبِّ الٰہی کا اصل ہے

ذکر محبت الٰہی کا اصل اور راس الموالات ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا اصل اور راس العداوت ہے تو انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے اس مقام و منزلت تک پہنچ جاتا ہے کہ عزوجل بھی اس سے دوستی و موالات اور محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت و سستی کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا دشمن و مغضوب اور درگاہ الٰہی سے بالکل راندہ جاتا ہے۔

امام اوزاعی حسان بن عطیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

عزوجل سے انسان کی ہر دشمنی ہیچ ہوتی ہے مگر ذکر الٰہی سے کراہت کرنے یا خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ذاکر کو برا سمجھنے سے کوئی دشمنی بڑھ کر نہیں" دیکھئے! اس دشمنی و عداوت کا اصل سبب ذکر الٰہی سے غفلت کرنا ہے اور انسان خدا کی یاد سے غافل رہ کر نہ خود پسند کرتا ہے کہ ذکر الٰہی بجا لائے اور نہ ہی اور کوئی شخص خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا اچھا لگتا ہے۔ تو اسوقت عزوجل کا پکا دشمن بنجاتا ہے جیسا کہ ذاکر ذکر کرتے کرتے خدا تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

۴۹ ۔ ذکر انعامات الٰہی کے حصول اور غضب الٰہی کے دفاع کا موجب ہے

کوئی چیز ایسی نہیں جو ذکر الٰہی کے برابر انعامات خداوندی کے حصول یا عذاب و غضب الٰہی کے دفاع کا موجب ہو سکے کیونکہ ذکر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو چاروں طرف سے کھینچ کر جمع کر دینے کا باعث اور غضب خداوندی کو دفع کرنے کا موجب ہے۔ ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (ج ۔ ع)   خدا تعالیٰ ایمانداروں سے اپنا غصہ و غضب دفع کرتا ہے۔

غرضیکہ ایمانداروں میں ذکر الٰہی کے باعث جس قدر قوت ایمانی ہوگی جتنا ایمان کامل ہوگا، جس قدر مادہ ایمانی قوی ومضبوط ہوگا اتنا ہی خدا تعالیٰ اس سے غضب الٰہی کو دور رکھے گا چونکہ اصول ہے کہ کوئی جیسا کرے گا ویسا بھریگا اسی اصول کی بنا پر جو خدا تعالیٰ کو یاد رکھے گا خدا اس کو یاد رکھیگا اور جو خدا کو بھلائیگا خدا اس کو بھلا دیگا ارشاد الٰہی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم ع۲) شکر کروگے تو میں اور زیادہ دوں گا۔

اور ذکر ہر قسم کے شکر سے اعلیٰ ترین شکر ہے اور شکر ازدیاد نعمت کا موجب اور مزید نعمت کا باعث ہے۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی یاد سے غفلت کرنا کتنی بدترین قباحت ہے جو نیکی واحسان میں تجھ سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

۵۰۔ ذکر خدا کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کا موجب ہے

ذکر کی وجہ سے ذاکر پر خدا تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور غور کیجئے کہ جس کے لئے خدا تعالیٰ دعا کریں اور خود خدا تعالیٰ رحمت نازل فرمائے تو یقیناً وہ فلاح یاب اور کامیاب وفائز المرام ہوگا۔ ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝

ایماندارو بکثرت سے خدا کا ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرو وہی تم پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے کہ تمھیں ظلمات سے نکال کر روشنی میں پہنچائے اور وہ مومنوں پر نہایت ہی مہربان ہے۔

تو یہ خدا تعالیٰ اور ملائکہ کی رحمت وصلوات ہے جس کا اتنا اثر ہے کہ انسان کو اندھیروں سے

"اور روشنی تک پہنچانے کا باعث ہے۔ اور جب خود خدا تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی رحمت و صلوات ان پر نازل ہوں وہ اندھیروں سے نکال کر نور اور روشنی میں پہنچا دیں۔ تو پھر خود ہی بتلایئے کہ وہ کونسی خیر و برکت ہے جو انسان کو حاصل نہیں ہوئی؟ اور کونسی برائی و شرارت ہے جو انسان سے دور نہیں ہوئی؟ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو خدا تعالیٰ سے غافل رہ کر اس کے کروڑہا انعامات و حسنات سے محروم و بدنصیب رہ گئے وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ"

۵۱۔ مجالسِ ذکر جنت کے باغ ہیں

جو دنیا میں ہی جنت کے باغوں کی سکونت چاہتا ہے اسے مجالس ذکر کو اپنا وطن بنانا چاہئے کیونکہ ذکر کی مجلسیں جنت کے باغ ہیں۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ نے جابر بن عبداللہ کی حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

یَاأَیُّھَا النَّاسُ ارْتَعُوْا فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ مَجَالِسُ الذِّکْرِ ثُمَّ قَالَ اغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَاذْکُرُوْا فَمَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَتَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ مَنْزِلَتُہٗ عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُنْزِلُ الْعَمَلَ مِنْہُ حَیْثُ اَنْزَلَہٗ مِنْ نَّفْسِہٖ

لوگو! جنتی باغوں سے پھل کھایا کرو ہم نے کہا یا رسول اللہ جنت کے باغ کون ہیں فرمایا "مجلس ذکر" پھر فرمایا صبح و شام آگے پیچھے پھر جا کر وہاں ذکر کیا کرو کیونکہ جو معلوم کرنا چاہتا ہو کہ خدا کے ہاں ذاکر کی کیا قدر و منزلت ہے تو خود ذاکر بن کر معلوم کر سکتا ہے کیونکہ عز و جل عمل کی وہی قدر و منزلت کرتا ہے جو انسان کرنا چاہتا ہے۔

۵۲۔ مجالسِ ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہیں

ذکر کی مجلسیں عام مجالس کی طرح نہیں بلکہ فرشتوں کی مجالس ہیں۔ کیونکہ تمام دنیوی مجالس میں سے وہ اسی مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی یاد اور ذکر الٰہی کیا

جائے۔ چنانچہ صحیحین[۱] میں بروایت اعمش از ابی ہریرہ مروی ہے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نامہ نویس[۲] فرشتوں کے علاوہ خدا تعالے نے دیگر فرشتے اس ڈیوٹی پر مقرر فرمائے ہیں جو مجالس ذکر کی تلاش میں ہر طرف صرف اسی لئے گشت کرتے پھرتے ہیں کہ کہیں لوگ خدا تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہاں جاکر چند منٹ بیٹھیں اور ذکر الٰہی سنیں پھرتے پھراتے کہیں ایسی مجلس دیکھ پاتے ہیں تو سب کو آواز دیتے ہیں کہ دوڑو مقصود حل ہوگیا تو وہ پرے کے پرے باندھ کر آتے ہیں اور اہل مجلس کو زمین سے آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جب عزوجل کے ہاں واپس پہنچتے ہیں تو عزوجل خود اہل ذکر کے متعلق واقف وعالم ہونے کے باوجود (خوشی سے) دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ مولا! تیری تسبیح وتکبیر اور حمد وثنا کرتے ہیں عزوجل (پیار سے) دریافت کرتے ہیں کہ انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں خدایا تیری ذات کی قسم انھوں نے دیکھا تو نہیں عزوجل

[۱] بخاری نے تو اسی طریق سے روایت کیا ہے مگر مسلم نے بطریقہ وہیب از سہیل از ابی ہریرہ روایت کیا ہے۔ ۱۲

[۲] علامہ رشید رضا مرحوم فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں سیارۃ فضلا کا لفظ موجود ہے مگر عن کتاب الناس (نامہ نویس) کا لفظ موجود نہیں اور بخاری میں دونوں لفظ موجود نہیں البتہ اسماعیلی کی روایت والی بخاری میں صرف فضلا کا لفظ ہے اور یہ بضمتین ہے اسی طرح رفعی حالت کے ساتھ مروی ہے یا بالضمہ بعدہ سکون۔ یا بالفتح بعدہ سکون پہلی صورت کو نووی نے اور دوسری کو قاضی عیاض نے اپنی اپنی شرح مسلم میں راجح قرار دیا ہے نیز فُضَلَاءَ بھی روایت کیا گیا ہے بہرصورت اہل علم فرماتے ہیں کہ جملہ روایات کو ملانے سے اس کا معنی یہ ہوگا کہ محافظ دستوں اور دیگر منتظمین خلائق ملائکہ سے علاوہ یہ دیگر زائد فرشتے ہیں تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی نسخہ میں کُتَّابُ النَّاسِ کی زیادتی ہے وہ فُضُلٌ کی تفسیر ہے جو اصل میں غلطی سے درج ہوگئی ہے اور بعض دفعہ اصل میں ایسی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی تائید وتوضیح ہوتی ہے مگر کتابت وطباعت کیوقت ساقط ہوجاتی ہے غرضیکہ اصل نسخہ حدیث میں دیگر اغلاط بھی تھے جنکی ہم نے بروایت بخاری تصحیح کردی ہے۔ ایک روایت میں مِنْهُمْ کا لفظ آیا ہے یعنی وہ فرشتوں سے زیادہ واقف ہے۔ ۱۲

فرماتے ہیں، اگر دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، مولا! (کچھ نہ پوچھئے) وہ دیکھ پائیں تو عبادت کرتے کرتے تھک مریں، زور سے تیری حمد وثنا بجالائیں سختی سے تیری تمجید و بزرگی کہیں اور ہر وقت تیری تسبیح و تقدیس ہی کرتے رہ جائیں پھر عزوجل فرماتے ہیں کہ کیا چاہتے ہیں؟ اور کونسی چیز طلب کرتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں، خدایا جنت کا سوال کرتے ہیں خدا تعالے دریافت کرتے ہیں جنت انھوں نے دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں پھر خدا تعالی فرماتے ہیں اگر دیکھ بھی لیں تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دیکھ پائیں تو پہلے سے زیادہ ت کے طالب ہو جائیں، زیادہ حرص کریں اور اس کے بیحد خواہشمند اور طلبگار بنجائیں پھر عزوجل فرماتے ہیں کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ عزوجل دریافت فرماتے ہیں کہ دوزخ انھوں نے کبھی دیکھا بھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں دیکھا تو نہیں پھر عزوجل دریافت فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھ پائیں تو بے چارے خوف کے مارے اس سے دور بھاگ جائیں اور ڈر ڈر مریں عزوجل (کی رحمت جوش میں آتی ہے اور) فرماتے ہیں۔ گواہ رہئے میں نے انہیں معاف کر دیا اور بخشدیا ایک فرشتہ کہتا ہے۔ مولا! ان میں فلاں شخص ان کی جماعت کا نہیں تھا، وہ تو کسی اپنے کام کے لئے آیا تھا عزوجل فرماتے ہیں یہ ایسے جلیس نہیں کہ انکا ہمنشین محروم و بے نصیب چلا جائے'' ؎۵

دیکھئے! یہ ہے ان بابرکت لوگوں کی مجلس کا اثر جو خود بھی بخشے جاتے اور ان کی برکت سے ان کے ہم مجلس بھی بخشے جاتے ہیں، تو گویا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جن کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ

وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَمَا كُنْتُ — عزوجل نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی ہوں اور جس مقام میں ہوں۔

(مریم ۱۹ ـ ۲۷)

؎۵ مسلم کی روایت میں ہے هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین محروم و بے نصیب نہیں رہتا۔ ۱۲

اہل ایمان بھی بابرکت ہوتے ہیں جہاں کہیں ہوں اور جس مقام میں ہوں بابرکت ہی بابرکت ہوتے ہیں لیکن ایک فاجر اور بدکار شخص جہاں بھی ہو اور جس مقام میں ہو بے برکت و منحوس اور شوم ہی شوم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت و لہو و لعب کی مجلس شیطانی مجلس ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ہم شکل و ہم شکل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ہر کام اپنے مناسب حال کی جانب نسبت کیا جاتا ہے۔

۱۵۔ اہل ذکر سے عزوجل فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں

عزوجل ذکر گذاروں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں بروایت ابی سعید خدری مروی ہے کہ ابوسعید فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ مسجد میں ایک مجلس کے ہاں تشریف آور ہوئے اور دریافت فرمایا کس لئے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا یہاں بیٹھ کر ذکر اذکار کر رہے ہیں۔ فرمایا صرف اسی غرض سے لوگوں نے کہا خدا کی قسم صرف اسی غرض سے حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے تمہیں متہم سمجھ کر تم سے حلف نہیں لیا اور نہ ہی میں تمہارے بالمقابل کثیر الروایت ہونے کی ہمسری کر سکتا ہوں میں تو بالکل ہی قلیل الروایت آدمی ہوں (بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ایک دفعہ صحابہ سے حلف لیا۔ چنانچہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ) صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے دریافت فرمایا کیسے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے کہا ذکر اذکار کر رہے ہیں۔ اور عزوجل کے احسان اسلام اور مسلمان ہونے کے شکرانہ میں اس کی تعریف اور حمد وثنا کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا بخدا محض اسی لئے بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں حضور صلعم نے فرمایا میں تم سے متہم سمجھ کر حلف نہیں لے رہا ہوں بلکہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ میرے پاس آئے اور خبر دی کہ عزوجل تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں۔"

عزوجل کی یہ فخر ومباہات اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اشرف ترین چیز ہے اور خدا تعالےٰ

گویا ذکر حقیقی ... ہے اور جملہ اعمال پر اسے مزیت و فوقیت ہے۔

۸۴۔ دوامِ ذکر سے انسان ہنستے ہوئے جنت میں جائیگا

ذکر الٰہی پر مداومت کرنے والا شخص خوشی کے مارے خنداں خنداں اور ہنستے ہنستے جنت میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے ابو درداءؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"جن کی زبان ذکر الٰہی سے ہر وقت تر رہتی ہے وہ ہنستے ہنستے اور خنداں خنداں جنت میں داخل ہوں گے۔"

۸۵۔ جملہ اعمال قیامِ ذکر کے لئے مشروع کئے گئے ہیں

تمام اعمال اقامۃً لذکر اللہ یعنی ذکر الٰہی کو قائم و دائم اور ہمیشہ کے لئے باقی رکھنے کی غرض سے مشروع کئے گئے ہیں تو گویا جملہ اعمال کے اجراء و مشروعیت کا اصل مقصد ذکر الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

اَقِمِ الصَّلوٰةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل۔ ع۹) سورج ڈھلتے نماز پڑھیے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (انبیاء۔ ع۴) قیامت کے روز ہم انصاف کا ترازو (میدان میں) لگائیں گے۔

مذکورہ بالا آیات سے ظرفیت کا معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ مگر اس تفسیر پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ لازم ظرفیت کے بعد ہم ظرف و اسمائے ذات آنا چاہییں اور ذکر ظرف نہیں بلکہ مصدر ہے یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے کہ یہاں ظرف زمان محذوف سمجھی جائے یعنی عِنْدَ وَقْتِ ذِكْرِيْ (میرے ذکر کے وقت) اور یہ احتمالی معنی ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ لام تعلیلیہ بنایا جائے یعنی اَقِمِ الصَّلوٰةَ لِذِكْرِيْ (میرے یاد کرنے کی وجہ سے نماز قائم کیجئے) اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اقامت کا

اسوقت ہو جب خدا انسان کو یاد کرے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کے ذکر کرنے سے پہلے خداوند تعالیٰ انسان کو یاد کرتے ہیں جب ہی تو ذکر الٰہی کا القا و الہام ہوتا ہے۔ لہذا تینوں معنی درست۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ	اس کتاب کی تلاوت کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی
وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی	ہے اور نماز قائم کیجئے کیونکہ نماز فحش و بد کاموں
عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ	سے روک دیتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ذکر یقیناً ہر چیز
اَکْبَرُ (عنکبوت ۲۹-ع ۵)	سے بہت بڑا ہے۔

بعض اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ تم نماز میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو اور جو اسے یاد کرے خدا اس کو یاد کرتا ہے۔ تمہارے اَللّٰہُ اَللّٰہُ کرنے کی نسبت خود عزوجل کا تمہیں یاد کرنا کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، اور یہ تفسیر عبداللہ بن عباسؓ، سلمانؓ، ابی درداءؓ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

ابن ابی الدنیا عطیہ سے بواسطہ فضیل بن مرزوق ذکر کرتے ہیں کہ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ کی تفسیر ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے ذکر الٰہی بجا لانے کی نسبت خدا تعالیٰ کا ہمیں یاد کرنا ہر ذکر سے اعلیٰ و افضل ہے۔

ابن زید اور قتادہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں خدا کا ذکر کرنا تمام چیزوں کے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ سلمانؓ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل جملہ اعمال سے افضل ہے فرمایا آپ نے قرآن نہیں پڑھا کہ عزوجل فرماتے ہیں وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ابی درداء کی گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دے رہی ہے کہا سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر و پاکیزہ اور سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہترین عمل نہ بتلاؤں؟ الخ

شیخ الاسلام ابو العباس (امام ابن تیمیہ) قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ فرمایا کرتے تھے،

آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نماز کے دو بڑے مقصد ہیں جو دونوں ایک دوسرے سے

پڑھ کر ہیں اول یہ کہ نماز فحش اور بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکنے کا موجب ہے اور وہ ذکر الٰہی پر مشتمل ہے دوم یہ کہ اس کے اندر ذکر جیسی اعلیٰ چیز موجود ہے جو نہی عن الفحشاء والمنکر سے بھی اعلیٰ ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے کہ آپ سے دریافت فرمایا گیا کون سا عمل تمام اعمال سے افضل ہے؟ فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے"

سنن میں بروایت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طواف بیت اللہ سعی بین الصفا والمروہ منیٰ کے جمرات کو کنکر مارنا سب ذکر الٰہی کے قائم و دائم رکھنے کی غرض سے کئے جاتے ہیں۔ (ابو داؤد۔ ترمذی۔ حسن صحیح)

۵۶۔ کثرتِ ذکر افضل الاعمال ہے

دنیا میں طرح طرح کے عمل اور قسم قسم کے عامل ہیں کوئی روزہ دار ہے تو کوئی حاجی، کوئی صدقہ دیتا ہے تو کوئی دیگر عمل کرتا ہے لیکن سب سے اعلیٰ و افضل عمل اس شخص کا عمل ہے جس میں فکر الٰہی کا اکثر و بیشتر حصہ موجود ہو لہذا سب سے اعلیٰ روزہ دار وہ ہے جو روزہ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کثرت سے بجا لائے سب سے بڑا سخی و متصدق وہ ہے جو کثرت سے خدا کا ذکر کرے سب سے بڑا حاجی وہ ہے جو اپنے حج میں عزوجل کا ذکر بڑھ چڑھ کر ادا کرے علیٰ ہذا القیاس دیگر اعمال کو سمجھ لیجئے۔

اس کے متعلق ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث بیان فرمائی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، اہل مسجد میں سے کون شخص زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے۔ پھر سوال کیا گیا کونسا جنازہ بہتر ہے؟ فرمایا جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے پھر پوچھا گیا مجاہدین میں سے کونسا مجاہد بہتر ہے۔ فرمایا جو خدا تعالیٰ کا ذکر کثرت سے بجا لائے پھر دریافت کیا گیا حاجیوں میں سے کونسا[لے] حاجی بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے پھر دریافت کیا گیا کہ تمام انسانوں یا عابدوں میں سے کونسا آدمی بہتر ہے فرمایا

[لے] نزل الابرار میں ہر دو کی العواد خیبر کونسے عبادت گذار بہتر ہیں ۱۲

جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے۔

ابوبکرؓ کا قول ہے ذکر گذار لوگ تمام خیر و برکت لوٹ لے گئے

عبید بن عمیر فرماتے ہیں

رات کی مشقت سے اگر تنگ آگئے ہو مال خرچ کرنے سے بخیل و کنجوس بن گئے ہو اور دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے بزدل ہو گئے ہو تو کثرت سے عز و جل کا ذکر کرو۔ اور خدا تعالیٰ کی یاد کرو۔

۵۷۔ ذکرِ الٰہی تمام نفلی عبادات کا کام دے جاتی ہے۔

ذکرِ الٰہی بہ دوام و مداومت تمام تطوعات و نفلی عبادات کی نائب اور ان کی قائم مقام کا کام دے جاتی ہے خواہ وہ تطوعات بدنی ہوں یا مالی یا بدنی بھی ہوں یا مالی بھی۔ جیسے نفلی حج اور اس کا ثبوت حدیث ابی ہریرہؓ میں بالصراحت موجود ہے کہ "فقراء مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگے یا رسول اللہؐ مالدار تو بڑے بڑے اعلیٰ درجات اور ابدی نعمتیں حاصل کر گئے ہماری طرح وہ نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں روزے رکھ لیتے ہیں لیکن چونکہ اُن کے پاس زائد مال بھی موجود ہوتا ہے اس لئے وہ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی کر لیا کرتے ہیں اور ہم ویسے کے ویسے اُن سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسی صورت نہ بتلاؤں؟ کہ جو تم سے فوقیت لے گئے ہیں ان کے مساوی اور دوسروں پر فائق ہو جاؤ اور تم سے وہی شخص فائق و افضل ہو سکے جو تمہاری طرح اس عمل کو کرنے لگ جائے فقراء نے کہا ہاں یا رسول اللہ! ضرور بتلائیے۔ حضور نے فرمایا ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا کرو۔ (متفق علیہ)

دیکھئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوت شدہ حج و عمرہ اور جہاد کے عوض انہیں ذکر کی تلقین فرمائی اور بتلایا کہ ذکر کرنے سے وہ ان سے فائق ہو جائیں گے۔ لیکن جب مالداروں کو پتہ

لہ یہ ابن ابی الدنیا حدیث کے تخریج کنندہ ہیں۔

چلا تو وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور صدقات وعبادات کے ساتھ ساتھ پھر مالی لحاظ سے فائق رہے اور خیرات مال کے ساتھ ذکر کر کے دونوں فضیلتیں حاصل کر گئے لہٰذا دوبارہ بیچارے فقراء کو مطالبہ کرنا پڑا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شکایت لے کر پہنچے کہ وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور مالی لحاظ سے بھی ہم پر فائق رہے جو کہ ہمارے اختیار سے باہر ہے اب کیا کریں؟ حضور نے فرمایا میاں! "پھر یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کر دیتا ہے۔"

عبد اللہ بن بسر کی حدیث میں ہے کہ

ایک جنگلی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام کے اکثر عادات وسنن اور احکام وشرائع کا پتہ چل گیا ہے۔ اب کوئی ایسی جامع چیز ارشاد فرمائیے جو میرے لئے کافی ووافی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر الٰہی کو اپنے پر لازم کر لیجئے کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! یہ مجھے کافی ہے؟ فرمایا کافی بلکہ زائد ہے[ل]

دیکھئے ناصح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا ذریعہ تبلایا جو شرائع اسلام پر ہر وقت اسے برانگیختہ ومشتاق رکھے ہر دم اسے ان کی حرص وطمع دامنگیر رہے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ انہیں جمع کرنے کی سعی وکوشش میں منہمک رہے کیونکہ جب ذکر الٰہی کو وہ اپنا شعار بنالے گا تو اسے ذکر سے بھی محبت ہوگی۔ اور ذکر محبوب رکھنے والے خدائے مسبب الاسباب سے بھی کیونکہ عز وجل کو تقرب الٰہی کے بعد شرائع اسلام سے زیادہ کوئی چیز محبوب تر نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسی چیز تبلا دی جس سے وہ شرائع اسلام کو بخوبی ادا کر سکے اور اس پر تمام سنن واحکام وشرائع کا ادا کرنا بالکل سہل وآسان ہو جائے اور اس کا نام ہے "ذکر الٰہی"

۵۸۔ ذکر الٰہی اطاعت الٰہی کا سب سے بڑا معاون ہے

ذکر الٰہی خدا تعالیٰ کی اطاعت د

ل ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۱۲

عبادات پر سب سے بڑا معاون ہے کیونکہ ذکر کی تاثیر سے انسان کو طاعات خداوندی سے انس و محبت ہو جاتی ہے اور بالکل سہل و آسان معلوم ہوتی ہیں طبیعت میں کچھ کوفت نہیں ہوتی بلکہ انھیں ادا کرنے میں اسے اس قدر حظ و سرور اور لذت حاصل ہوتی ہے اس قدر خوشی و مسرت ہوتی ہے اور اس قدر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ نہ اتنی اسے مشقت معلوم ہوتی ہے نہ طبیعت میں گرانی محسوس ہوتی ہے جتنی کہ غافل انسان کو غافل رہ کر تکلیف و مشقت اور گرانی محسوس ہوتی ہے اور تجربہ و مشاہدہ اس کا شاہد و مؤید ہے جس سے خود بخود حقیقت حال منکشف ہو سکتی ہے۔

۵۹۔ ذکر سے تمام مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں

ذکر الٰہی ہر مشکل کو آسان سہل کو سہل عسیر کو یسیر اور ثقیل کو خفیف کر دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی مشکل نہیں جو ذکر کی برکت سے آسان نہ ہو۔ کوئی عسیر نہیں جو یسیر نہ ہو۔ کوئی مشقت نہیں جو خفیف نہ ہو، کوئی شدت و سختی نہیں جو زائل نہ ہو کوئی مصیبت نہیں جو اس کی برکت سے دور نہ ہو سکے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو شدت و سختی کے بعد کشادگی، تنگی کے بعد آسانی عسر کے بعد یُسر اور رنج و غم کے بعد مسرت و فرحت کا موجب ہوتا ہے۔

۶۰۔ ذکر سے تمام خطرے دور ہو جاتے ہیں

ذکر تمام خوف و خطرات اور ہولناکیوں کو دفع کرتا اور تحصیل امن میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے کیونکہ سخت سے سخت خوف و خطرات اور ہولناک مصیبتوں میں گھرے ہوئے انسان کے لئے بھی کوئی چیز ذکر سے زیادہ نافع اور فائدہ مند نہیں ذاکر خدا تعالیٰ کا جتنا ذکر کرتا اتنا ہی اسے امن حاصل ہوتا ہے۔ اور خطرات زائل ہوتے جاتے ہیں حتی کہ وہی خطرات جو اس کے لئے خوف کا موجب ہوتے ہیں امن سے بدل جاتے ہیں مگر اس کے برعکس غافل انسان امن کے باوجود خوفزدہ رہتا ہے حتی کہ وہی امن اس کے لئے خطرات بنجاتے ہیں اور جس میں ادنیٰ سا بھی احساس ہو وہ دونوں کا تجربہ و مشاہدہ کر سکتا ہے وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

۶۱ ـ ذکر سے بیحد قوت حاصل ہوتی ہے

ذکر سے اس قدر قوت بھر جاتی ہے کہ ذاکر وہ کام کر گذرتا ہے جس کے بغیر وہم و گمان میں بھی ان کا تصور نہیں آسکتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی قوت روحانی

میں (ابن قیمؒ) نے خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے طریق و عادت کے کلام (اقدام) و تحریر و کتابت کتب میں عجیب و غریب قوت دیکھی اور خود اپنی آنکھوں ملاحظہ کیا ہے۔ آپ صرف ایک ایک دن میں اس قدر تصنیف کر جاتے کہ ایک ناسخ و کاتب ہفتہ بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ میں تحریر نہیں کر سکتا۔ تحریر و تصنیف اور قلم پر کیا؟ آپ میدان جنگ کے بھی دھنی تھے۔ چنانچہ جنگ و جہاد میں آپ نے وہ وہ کارہائے نمایاں دکھلائے کہ بڑے بڑے بہادروں اور سورماؤں کے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے تھے۔

حضرت فاطمہؓ کو غلام کی بجائے دعا سکھائی

اس کی دلیل اس واقعہ سے بھی مل سکتی ہے کہ جب آنحضرت کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چکی کی مشقت اور دیگر کاروبار کی زیادتی و تکلیف کی شکایت کرتے ہوئے آپ سے خادم و نوکر طلب فرمایا تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کو اور آپ کے ساتھ ہی حضرت علی کو فرمایا کہ (نوکر کے عوض) رات کو سوتے وقت تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ بار سُبْحَانَ اللهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور چونتیس دفعہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کریں اور فرمایا نوکر کی بجائے یہ کلمے تمہارے لئے بہتر ہیں[1]۔ تو کسی نے کہا جو خدا تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرے اسے رات کو سوتے ہوئے اتنی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو نوکر سے مستغنی کر دیتی ہے۔

---

[1] بخاری ۱۲۰

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ سے بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں۔

میں (ابن قیمؒ) نے اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ایک ... تذکرہ کرتے ... سنا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے فرشتوں کو جب عرش الٰہی اٹھانے کا حکم ملا تو کہنے لگے خدایا ہم تیرا عرش کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ جبکہ اس پر تیری عظمت وجلال کا بھاری بھرکم بوجھ موجود ہے۔ عزوجل نے فرمایا پڑھو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو انھوں نے پڑھتے ہی عرش الٰہی اٹھا لیا۔ بعد ازاں بعینہ یہ اثر مجھے مل گیا کہ

ابن ابی الدنیا نے بھی اثر لیث بن سعد از معاویہ بن صالح سے ذکر فرمایا کہ معاویہ بن صالح نے کہا ہمارے اساتذہ نے بیان فرمایا کہ روایت پہنچی ہے کہ

عرش الٰہی جب پانی پر تھا تو عزوجل نے سب سے پہلے حاملین عرش کو پیدا کیا انھوں نے دریافت کیا پروردگارا آپ نے ہمیں کس لیے پیدا کیا؟ ارشاد ہوا اپنی تخت برداری کے لیے کہنے لگے خدایا تیرا عرش اٹھانے کی کس کو طاقت؟ حالانکہ اس پر تیری عظمت وجلال اور تیرا رعب ودبدبہ موجود ہے عزوجل نے فرمایا پڑھو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے ہی انھوں نے فوراً عرش الٰہی کو اٹھا لیا۔

اور بڑے بڑے مشکل معاملات کو طے کرنے تکلیفیں سہ جانے، تباہی درباروں تک رسائی

اور بڑے بڑے بادشاہوں سے نہ جھجکنے میں بلکہ ہولناک سے ہولناک اور خطرناک سے خطرناک حالتوں سے صحیح سالم نکل جانے میں اس کلمہ بابرکت کی عجیب وغریب تاثیر دیکھی ہے، بلکہ اس میں فقر وفاقہ اور افلاس دور کرنے کی قوت وتاثیر بھی موجود ہے۔

چنانچہ ابن ابی الدنیا بواسطہ لیث بن سعد عن معاویہ بن صالح عن اسعد بن ردا عہ

روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزانہ سو مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ پڑھے، کبھی مفلس نہیں ہوگا۔

حبیب بن سلمہ کو جب دشمن سے مڈبھیڑ ہونا یا کوئی قلعہ فتح کرنا ہوتا تو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ پڑھنے کو بہت پسند فرماتے تھے ایک دفعہ آپ کوئی رومی قلعہ فتح کرنے گئے ہی تھے کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی دیگر مسلمانوں نے بھی زور سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ اور نعرۂ تکبیر کہا تو فوراً قلعہ بھی زمین پر دھڑام سے آگرا۔

۶۲۔ مقابلہ اعمال میں اہل ذکر کی جیت

میدان مقابلہ میں جملہ اعمال آخرت کا مقابلہ ہو رہا ہے جس میں ذکر گذار اور ذاکر لوگ ہی جیت رہے ہیں لیکن فی الحال دنیا کی گرد و غبار آلود زندگی اُنکے غلبہ و جیت کی رویت سے مانع ہے اس دنیوی زندگی کی گرد و غبار چھٹتے ہی روز روشن کی طرح سب کچھ عیاں ہو جائے گا اور تمام لوگ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے کہ کون شخص تمام اعمال میں سب سے بڑھ کر جملہ اعمال میں جیت گیا ہے۔

ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ محمد بن عجلان نے عمر نامی غفرہ کے غلام سے سنا کہ قیامت کے روز جب عملوں کے ثواب سے پردہ منکشف ہوگا تو ذکر سے زیادہ کوئی عمل لوگوں کو افضل نہیں دکھائی دیگا تو اس وقت تمام لوگ افسوس کرنے لگ جائیں گے اور کہیں گے کہ افسوس! ذکر سے زیادہ تو کوئی چیز آسان نہیں تھی اور ہم محروم ہی رہ گئے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سِيْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ اُهْتِرُوْا فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَوْزَارَهُمْ

چلے چلو! مفردون سبقت لے گئے صحابہ نے دریافت کیا مفردون کون ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا جو ذکر الٰہی میں ہر دم خوش رہتے ہیں اور ذکر ان کی تمام تکلیف و مصیبتیں رفع

اُهْتِرُوْا بِالشَّيْءِ وَفِيْهِ: کسی چیز پر مست و دیوانہ ہو گئے اس سے چمٹ گئے اور اسے اپنا شعار بنا لیا۔

حدیث کے بعض الفاظ میں اَلْمُسْتَهْتِرُوْنَ بِذِكْرِ اللهِ اور مُسْتَهْتِرُوْنَ کا معنی ہے فریفتگانِ ذکر۔ عربی میں کہا جاتا ہے اُسْتُهْتِرَ فُلَانٌ بِكَذَا یعنی اس پر شیفتہ ہو گیا۔ اس کی ایک دیگر تفسیر یہ ہے کہ اُهْتِرُوْا فِيْ ذِكْرِ اللهِ یعنی خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے بوڑھے ہو گئے حتی کہ ان کے ہم عمر بھی فوت ہو گئے مگر وہ ابتک ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔ عربی میں کہا جاتا ہے اُهْتِرَ الرَّجُلُ فَهُوَ مُهْتَرٌ جبکہ انسان بڑھاپے کیوجہ سے مخبوط الحواس ہو کر بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جائے بہکی بہکی باتوں کو هِتْر کہتے ہیں تو اس نے ذکر الٰہی میں اتنی عمر گذار دی کہ اس کے ہوش و حواس تک قائم نہ رہے نیز باطل کو بھی هِتْر کہتے ہیں رَجُلٌ مُسْتَهْتِرٌ یعنی کثیر الاباطیل زیادہ دروغ گو۔

اسی طرح ابن عمر کی حدیث میں ہے اَعُوْذُ بِاللهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَهْتِرِيْنَ خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ مُسْتَهْتِرٌ (دروغ گو) بنوں۔

غرضیکہ اس کی حقیقت لفظی یہ ہے کہ اِسْتِهْتَار کسی چیز سے محبت کی وجہ سے اسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر لینا خواہ حق ہو یا باطل لیکن اس کا اکثر استعمال باطل میں ہی ہوتا ہے حتی کہ جب کہا جائے فُلَانٌ مُسْتَهْتِرٌ تو اس سے صرف باطل کا معنی ہی سمجھا جاتا ہے۔ ہاں جب کسی شے سے مقید کر دیا جائے تو اس وقت تقییدی معنی مراد ہو گا جیسے هُوَ مُسْتَهْتَرٌ وَقَدِ اسْتُهْتِرَ بِذِكْرِ اللهِ یعنی ذکر الٰہی پر شیفتہ ہو کر مجنونانہ وار لپٹ پڑا[1]۔ اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے

---

[1] المصباح المنیر میں ہے اُسْتُهْتِرَ یعنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کیا کہہ کر رہا ہے۔ فائق میں زمخشری نے کہا ہے کہ ابن عمر نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَهْتِرِيْنَ میں مُسْتَهْتِر بننے سے پناہ مانگتا ہوں مُسْتَهْتِرُوْنَ کمینہ و فضول لوگوں کو کہتے ہیں جنہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی نے انہیں کیا کہا یا وہ لوگوں سے کیا بکواس بکتے ہیں اور اس حدیث کو ترمذی و حاکم نے بایں الفاظ ذیل روایت کیا ہے کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَهْتِرُوْنَ فِيْ ذِكْرِ اللهِ يَضَعُ الذِّكْرُ

بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یُقَالَ مَجْنُوْنٌ — خدا کا اتنا زیادہ ذکر کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں۔

۶۳۔ عزوجل سے ذاکر کی تصدیق

ذکر انسان کے لئے عزوجل کی جانب سے تصدیق و صادق کہلانے کا مستحق بنا دیتا ہے کیونکہ ذاکر خدا تعالیٰ کے اوصاف کمال و نعت جلال بیان کرتا ہے اور جب ذاکر اوصاف و نعوت بیان کرتا ہے تو عزوجل خود اس کی تصدیق و تائید کرتے ہیں اور جسے خود خدا تعالیٰ سچا کہے عزوجل خود اس کی تصدیق فرمائے تو وہ جھوٹے اور کاذب لوگوں میں کیونکر اٹھایا جا سکتا ہے؟ بلکہ اس کا حشر یقیناً صادقین و سچے انسانوں میں ہوگا۔

ابو سحق اغر مسلم[1] سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما شاہد ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ہی سب سے بڑا ہوں، جب کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ یعنی صرف تنہا محض خدا ہی معبود ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے صحیح کہا صرف میں ہی معبود ہوں، جب کہتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا شَرِیْكَ لَہٗ یعنی صرف خدا ہی معبود و قابل پرستش ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود ہوں میرا کوئی شریک نہیں جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ کہتا ہے یعنی صرف خدا ہی قابل

عنہم اثقالھم فیاتون یوم القیمۃ خفافا ذکر الٰہی کے شیفتہ مفردون سبقت لے گئے جن کے تمام بوجھ کو ذکر الٰہی دور کردے گا تو قیامت کے دن وہ ہلکے پھلکے حاضر ہوں گے اس کی سند صحیح ہے ۱۲۔

[1] یہ مسلم بن کیسان اغر ہیں نسائی نے فضیلت سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر میں اس کے واسطہ سے ابی ہریرہ و ابی سعید سے روایت کیا ہے۔ ترغیب و ترہیب حافظ منذری رح ۱۲۔

پرستش ہے اسی کی حکومت ہے اور وہی حمد وثنا کے قابل ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی قابل پرستش ہوں میری ہی حکومت ہے اور میں ہی قابل حمد وستائش ہوں۔ جب کہتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی صرف خدا ہی معبود وقابل پرستش ہے نیکی کرنے اور بدی سے ہٹنے کی توفیق صرف امداد خداوندی پر موقوف ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود وقابل پرستش ہوں نیکی کرنے اور بدی سے ہٹنے کی توفیق محض میری دستگیری واعانت سے ہی ہوتی ہے۔ پھر بعد ازاں کہا جسے مرتے دم بھی یہ کلمات پڑھنے نصیب ہو جائیں وہ دوزخ سے بالکل نجات یافتہ ہو جائیگا۔

۶۴۔ ذکر سے محلات بہشتی کی تعمیر

بہشتی قصور ومحلات کی ذکر سے تعمیر کیجاتی ہے جب ذاکر ذکر سے رک جائے تو فرشتے بھی تعمیر بند کر دیتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا اپنی کتاب میں حکیم بن محمد انسی سے ذکر کرتے ہیں کہ مجھے حدیث ملی ہے کہ جنتی قصور ومحلات کی تعمیر ذکر سے ہوتی ہے جب ذکر کرنا بند کر دیں تو تعمیر بھی بند ہو جاتی ہو پوچھا جائے تو فرشتے کہتے ہیں رسد وسامان لائیے۔

ابن ابی الدنیا نے ابی ہریرہ سے مرفوعاً ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سات دفعہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اس کے لئے جنت میں ایک برج تیار کیا جاتا ہے اور جس طرح جنت کے محلات ذکر سے تیار ہوتے ہیں اسی طرح جنت کے باغ اور پودے بھی ذکر سے بنتے ہیں۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قول ہو کہ جنت کی زمین بھی بہترین اور پانی بھی اعلیٰ مگر ہے بالکل سفید وچٹیل میدان اور اس کے درخت ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ معلوم ہوا کہ ذکر ہی اس کے درخت ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن عمر سے حدیث روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں بہت بہت درخت لگاؤ۔ صحابہ نے فرمایا یا رسول اللہ بہشت کے درخت کیا ہیں فرمایا مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

۶۵۔ ذکر انسان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائے گا۔

ذکر انسان اور جہنم کے درمیان دیوار بن جاتا ہے جب وہ کسی دوزخی راستے پر چلنا چاہتا ہے تو ذکر الٰہی رستے میں دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ ذکر دائمی اور کامل ہوگا تو وہ دیوار بھی محکم و مضبوط اور پختہ ہوگی۔ جس میں سے گذرنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ ورنہ وہ گناہ میں مبتلا ہو کر رہے گا۔

عبدالعزیز بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں رہتا تھا اس نے ایک مسجد بنائی اور اس کے محراب میں سات پتھر لگائے۔ جب نماز پڑھنے لگتا تو پتھروں سے مخاطب ہو کر کہتا میں تمہیں اپنے عقیدہ پر گواہ بناتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اتفاقاً وہ بیمار ہو گیا اور خواب میں دیکھا کہ اسے دوزخ میں چلے جانے کا حکم ملا وہ کہتا ہے کہ میں نے پتھروں میں سے ایک پتھر کو جسے خوب جانتا ہوں دیکھا کہ دوزخ کے منہ پر پھیل کر آ گیا اور دوزخ کا ایک دروازہ بند کر دیا حتیٰ کہ اسی طرح تمام پتھروں نے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دئے۔

۶۶۔ ذاکر کے حق میں فرشتوں کی استغفار

فرشتے ذاکر کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ تائب کے لئے دعاء مغفرت فرماتے ہیں چنانچہ حسین معلم بواسطہ عبداللہ بن بریدہ از عامر شعبی عبداللہ بن عمرو بن وقاص کا قول روایت کرتے ہیں کہ مجھے عزوجل کی نازل کردہ کتاب (قرآن حکیم) میں غور و استنباط سے معلوم ہوا کہ

انسان جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب پورا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کہتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ (خدایا اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیجئے) جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ فرشتے کہتے ہیں وَبِحَمْدِہٖ اور جب پورا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ جب وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرشتے کہتے ہیں وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور جب پورا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ خدایا اپنے بندے کو بخش دیجئے)

۶۷۔ ذاکر سے دشت وجبل کی فخر ومباہات

دشت وجبل پہاڑ اور وادیاں ذاکر کی وجہ سے فخر ومباہات کرتی ہیں اور خوش ہوتی ہیں کہ فلاں ذاکر نے ہم پر ذکر الٰہی کیا ہے۔

"ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو نام لے کر دریافت کرتا ہے کہ آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ اگر وہ جواب دے کہ ہاں گذرا ہے تو اسے بیحد خوشی ہوتی ہے۔"

عون بن عبداللہ فرماتے ہیں، بعض میدان دوسرے میدانوں کو آواز دے کر پوچھتے ہیں کہ میرے پڑوسی آج تم میں سے کوئی ذاکر تو نہیں گذرا؟ تو جواب میں کئی ہاں کہتے ہیں، اور بعض نفی میں جواب دیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اعمش مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ بعض پہاڑ بھی دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہیں کہ او فلاں آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ بعض اثبات میں جواب دیتے ہیں اور بعض نفی میں۔

۶۸۔ کثرت ذکر سے برأت نفاق

کثرت سے عزوجل کا ذکر کرنا نفاق سے نجات کا موجب ہوتا ہے کیونکہ منافق عزوجل کو بہت کم یاد کیا کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نساء ع۲۱) عزوجل کا بہت کم شکر کرتے ہیں۔

کعب فرماتے ہیں جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔

اور وَاللّٰہُ اَعْلَمُ شاید عزوجل نے اسی لئے سورۂ منافقون کو اپنے قول۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

ایماندارو تمہیں تمہارے مال واولاد ذکر الٰہی سے غافل نہ کردیں۔ جو ایسا کریگا تو یقیناً وہی لوگ خسارہ میں رہیں گے۔ (سورہ منافقون۔ ع۲)

سے ختم فرمایا ہے کیونکہ اس میں منافقین کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے غفلت کی وجہ سے گندگی نفاق میں پھنس گئے۔

اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خارجیوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ منافق نہیں جو خدا تعالیٰ کو کم یاد کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کم کرنا نفاق کی علامت ہے اور کثرت سے ذکر کرنا نفاق سے امن کا موجب ہوتا ہے اور خدا عزوجل اس سے کہیں منزہ و برتر ہے کہ ایک ذکر گذار دل کو نفاق میں مبتلا کردے۔ بلکہ یہ تو ذکر الٰہی سے دل کی غفلت کا خمیازہ ہے جو اسے بھگتنا پڑتا ہے۔

۶۹۔ ذکر الٰہی کی لذت تمام لذات سے بہتر ہے

صرف ذکر میں ایک ایسی لذت و چاشنی ہوتی ہے جس کی نظیر مشکل ہے۔ انسان کو سوائے ثواب کے بیاں کے محض وہی لذت و سرور حاصل ہوجاتے ہیں جو ایک ذکر گذار کو حاصل ہوتا ہے وہ تمام نعمتیں مل جائیں جو اس کے دل کو حاصل ہوتی ہیں تو اتنی ہی کافی ووافی ہے اسی لئے مجالس ذکر کو ریاض الجنۃ جنت کے باغ کہا گیا ہے۔

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ کوئی لذت لذت ذکر کی ہمسری نہیں کرسکتی کیونکہ کوئی عمل ایسا نہیں جو ذکر سے زیادہ خفیف و آسان ذکر سے زیادہ لذت دار ذکر سے زیادہ خوش کن اور ذکر کے برابر سرور قلب کا باعث ہو۔

۷۰۔ ذکر سے دنیا میں چہرے کی رونق اور آخرت میں نور آئیگا

ذکر دنیا میں بھی چہرے کی رونق ترو تازگی اور بشاشت اور آخرت میں بھی نور و ضیا کا موجب ہوتا ہے لہٰذا خدا تعالیٰ کے ذکر گذار بندے دنیا میں بھی تمام لوگوں سے زیادہ ترو تازہ اور پر رونق چہرہ ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی سب سے زیادہ ان کو نور ملے گا۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزانہ سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہے وہ خدا تعالیٰ کے روبرو پیش ہوگا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ چمکتا ہوا ہوگا۔

۷۱۔ کثرت ذکر سے گواہوں کی کثرت

ہر مقام و ہر جگہ سفر میں حضر میں اندر باہر گھر میں جنگل میں بیابان میں خدا تعالیٰ

ذکر کرنا انسان کے خود اپنے لئے قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ گواہان و شاہد بنانے کا باعث ہے کیونکہ زمین کا ہر قطعہ ہر جگہ گھر باہر جنگل پہاڑ ذکر کے لئے قیامت کو گواہی دے گا ارشاد باری ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ	جب زمین سخت ہلا دی جائیگی اور وہ اپنے اندر کی تمام
الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ	چیزیں نکال باہر کرے گی اور انسان کہے گا کہ اسے کیا
مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا	ہو گیا ہے تو اس دن وہ اپنی سب باتیں بتا دیگی کیونکہ
بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (زلزال ۔ ع ۱)	اللہ عزوجل اسے سب کچھ بتا دینے کا حکم صادر فرما چکے۔

ترمذی نے اپنی جامع میں بواسطہ سعید مقبری ابو ہریرہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا تلاوت فرما کر صحابہ سے فرمایا کہ جانتے ہو اَخْبَارَهَا زمین کا خبریں بتلانا کیا مطلب ؟ صحابہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

زیادہ پتہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اس کا خبریں بتلانا یہ ہے کسی انسان خواہ غلام ہو یا آزاد جس نے بھی اس پر کوئی عمل نیک و بد کیا ہوگا وہ اس پر گواہی دیگی کہیگی فلاں نے فلاں روز مجھ پر یہ کیا وہ کیا ایسا کیا ویسا کیا یہ روایت حسن صحیح ہے۔

اور زمین کے ہر قطعہ میں کثرت سے عزوجل کا ذکر کرنے والوں کے بیشمار گواہ ہوں گے جنھیں دیکھ دیکھ کر لوگ رشک کریں گے کہ کاش ہمارے بھی اتنے گواہ ہوتے۔

۷۲۔ ذکر الٰہی کے شغل سے زبان فضول کلامی سے بند ہو جاتی ہے

ذکر الٰہی کا شغل اسے تمام فضول و باطل اشغال مثلاً چغلی و غیبت لوگوں کی مدح و مذمت وغیرہ سب اشغال سے پھیر دیتا ہے کیونکہ عموماً زبان خاموش تو رہتی نہیں ذکر الٰہی کرتی ہے یا بسا اوقات لغویات اور فضول بکواسات بکتی رہتی ہے ان دونوں میں سے ایک نہ ایک بات تو ضرور ہوتی ہے ذکر نہ کرے گی تو فضول و واہیات بکے گی کیونکہ اسے حق میں مشغول نہ کرے گا تو باطل میں لگا دیگا اسی طرح دل اپنے خالق سے لو نہیں لگائیگا تو کسی مخلوق کے دام محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ یک نہ یک امر یقینی ہے۔ لہٰذا دونوں میں سے خود ہی سمجھکر ایک خصلت اختیار کر لینی چاہئے اور ہر مقامات میں سے ایک مقام کو قبول کر لینا چاہئے۔

۷۳۔ ذکر سے شیطانوں میں گھرے ہوئے آدمی کی نجات

یہ وہی خصلت ہے جس کے ذکر کی ہم نے شروع میں ابتداکی تھی اور معمولی طور پر اشارۃً ذکر کیا تھا یہاں ذرا بسط سے بیان کر دیتے ہیں کیونکہ اس میں بڑے بڑے فوائد ہیں اور ہر کسی کو اس سے حتیٰ ج و واسطہ پڑتا ہے بلکہ یہ ہر شخص کے لئے تسکور ہے اور وہ یہ ہے کہ شیاطین اس کے دشمن انسان کو شکاریوں کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیتے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور راستے

جانی دشمنوں کی طرح نشتر بپھاڑ پھاڑ کر دیکھتے گھورتے ڈراتے دھمکاتے ہیں اور اس کے قدیمی ازلی دیرینہ اور جانی دشمن چلے آتے ہیں تو آپ خود ہی خیال کر لیجئے، کہ تن تنہا خستہ آلود اور کمینگاہوں میں چھپے ہوئے پرانے دشمنوں کے نرغہ میں پھنس جائے وہ چاروں طرف سے اس کے گرد جمع ہو کر محاصرہ کر لیں اور جتنی شرارت و تکلیف اور دھول دھپا کسی سے بن آئے وہ خوب اس کی تواضع کریں کوئی تھپیڑ لگائے تو کوئی کہ رسید کرے کوئی ڈنڈے سے خبر لے اور کوئی پول پرشاد کرے تو اس بیچارے پر کیا گزرے گی؟ لہذا ان شیطانوں کا بندوبست کرنا اور انہیں منتشر کرنا ازحد ضروری ہے جس کا علاج صرف ذکر الٰہی ہے اور کوئی نہیں۔

ایک عجیب وغریب قابل دید حدیث

اور ذیل کی عظیم الشان و شریف القدر حدیث میں بیشمار فوائد ہیں

جس کو یاد کر لینا ہر مسلم کا فرض ہے لہذا ہم بطولہ پوری حدیث بیان کر دیتے ہیں کیونکہ ہر فرد اس کا محتاج و ضرورتمند ہے اور فوائد بھی بے حساب ہیں اور وہ سمرہ بن جندب رضی سے بواسطہ سعید بن مسیب مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ہم صفہ میں قیام فرما تھے۔ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بازار تشریف فرما ہوئے اور وہیں کھڑے ہو کر فرمانے لگے آج میں نے عجیب وغریب خواب دیکھا ہے میرے ایک امتی کے ہاں جان لینے کے لئے ملک الموت آیا تو اس کی برالوالدین یعنی والدین کے ساتھ سلوک واحسان اور نیکی سامنے آگئی اور فرشتے کو اس سے پیچھے ہٹا دیا پھر میں نے اپنا ایک اور امتی دیکھا جو عذاب قبر میں مبتلا ہو چکا تھا تو وضو آیا اور اسے عذاب سے بچا لیا پھر میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جسے بہت سے شیاطین نے تکہ بوٹی کرنے کے لئے گھیر رکھا تھا تو ذکر الٰہی آیا اور تمام شیطانوں کو بھگا دیا پھر مجھے اپنا ایک امتی نظر آیا جسے ملائکۃ العذاب نے گھیر رکھا تھا تو اس کی نماز آئی اور ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ پھر ایک امتی دکھائی دیا جو آگ کے شعلوں میں جل رہا تھا اور بروایت دیگر پیاس سے ہانپ رہا تھا جب بھی حوض کے قریب جاتا پیچھے دھکیل دیا جاتا تو ماہ رمضان کے روزے آئے

اور ملا کر اسے سیر کر دیا پھر ایک امتی نظر آیا اور کچھ لڑکوں کی ٹولیاں بیٹھی دکھائی دیں جن کے پاس بھی وہ جاتا ہے اسے بیٹھنے نہ دیتے اور دور چھوڑ آتے تو اس کا غسل جنابت آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے) پاس بٹھا دیا۔ پھر ایک امتی کو دیکھا جس کے آگے بھی اندھیرا پیچھے بھی اندھیرا دائیں بھی اندھیرا بائیں بھی اوپر بھی اندھیرا نیچے بھی اور وہ حیران کہ کدھر جائے؟ اور کہاں جائے؟ تو اس کے حج وعمرہ آئے اور اندھیرے سے نکال کر روشنی میں پہنچا دیا پھر ایک امتی نظر آیا جو ہاتھ کے ساتھ آگ کے شعلوں اور چنگاریوں سے بچاؤ کرتا ہے تو اس کا صدقہ وخیرات آئی اور آگ کے سامنے پردہ بنکر حائل ہو گئی پھر ایک امتی کو دیکھا جو مومنوں سے بات چیت کرتا ہے مگر وہ اس سے نہ بولتے ہیں نہ کلام کرتے ہیں تو صلہ رحمی آئی اور کہنے لگی معشر المومنین۔ مومنوں کی جماعت یہ تو بڑا صلہ رحمی کرنے والا آدمی تھا تم اس سے کیوں نہیں بولتے تو اسی وقت تمام مومن اس سے کلام کرنے لگے اور وہ بھی ان سے باتیں کرنے لگا انھوں نے مصافحے کئے اور اس نے بھی۔ پھر ایک امتی نظر آیا جو دوزخ کے فرشتوں اور داروغہ کے اڑے چڑھ گیا اور انھوں نے اسے گھیر لیا تو اس کی امر بالمعروف ونہی عن المنکر آئی اور ان کے ہاتھوں سے چھین کر ملائکہ رحمت یعنی رحمت کے فرشتوں میں جا چھوڑا پھر ایک امتی کو دیکھا گھٹنوں کے بل گرا پڑا تھا اور اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان حجاب اور پردہ تھا تو اس کا حسن خلق آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا تعالے کے پاس پہنچا دیا پھر ایک امتی نظر آیا جسے اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملا تھا تو اسکا خوف خدا آیا اور اعمالنامہ پکڑ کر دائیں ہاتھ میں دیدیا پھر ایک امتی کو دیکھا جس کے اعمال کا تول کم ہو گیا تو فوت شدہ بچے آئے اور اس کے تول کو بھاری کر دیا پھر ایک امتی نظر آیا جو جہنم کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا تھا اس کی رجاء من اللہ یعنی خدا تعالیٰ سے وابستہ امیدیں آئیں اور اس سے بچا کر چل دیں پھر ایک امتی پر نظر پڑی جو جہنم میں گر رہا تھا یا گر گیا تھا کہ اس کے خوف خدا سے نکلے ہوئے آنسو آئے اور لے بچایا پھر ایک امتی کو دیکھا جو پلصراط پر کھڑا اس طرح کانپ رہا تھا جیسے تیز وتند ہوائیں کھجور کی ٹہنی سی ہے تو اس کا حسن الظن باللہ یعنی خدا سے اس کا نیک ظن آیا اور اس کی کپکپی دور کر کے چلا گیا۔

پھر ایک اُمتی نظر آیا جو پلصراط پر بیچارہ کبھی چوتڑوں پر گھسٹتا ہے کبھی گھٹنوں اور پیٹ کے بل بڑھتا ہے اور کبھی اٹک جاتا ہے تو اس کی نماز آئی اور اُٹھا کر پاؤں کے بل کھڑا کر دیا اور اس طرح بچا لیا پھر ایک اُمتی جنت کے دروازے پر پہنچا نظر آیا اور جنت کے دروازے بند تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت و گواہی آئی اور اس نے دروازے کھول کر اسے جنت کے اندر داخل کر دیا۔

یہ حدیث حافظ ابو موسیٰ مدینی نے منجیات و مہلکات کے متعلق اپنی تصنیف کردہ کتاب الترغیب فی الخصال المنجیہ والترھیب من خلال المردیہ میں جس کی آپ نے شرح بھی لکھی ہے روایت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث از حد حسن صحیح ہے جسے عمرو بن آزد علی بن زید بن جدعان اور ابو جبلہ بلال نے سعید بن مسیب سے روایت فرمایا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ اس حدیث کی بڑی عظمت و شان بیان کرتے اور اسے بڑی اہمیت دیا کرتے تھے اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اس کی صحت پر شواہد موجود ہیں۔

بہرصورت اس حدیث میں ہمارے مطلوبہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ ہیں جنہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک اُمتی دیکھا جسے شیاطین نے گھیر لیا تھا تو ذکر الٰہی آیا اور انھیں دور بھگا دیا۔ یہ واقعہ حارث اشعری کی اس حدیث کے مطابق ہے جس کی ہم نے سابقہ اس رسالے میں تشریح کر دی ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے کہ عزوجل نے تمھیں اپنا ذکر بجالانے کا حکم دیا۔ ذاکر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آگے آگے بھاگا جا رہا ہو اور دشمن بھی اس کے پیچھے پیچھے تعاقب میں سرپٹ دوڑا آ رہا ہو اور دوڑے دوڑتے وہ ایک مضبوط و پختہ قلعہ میں داخل ہو کر خود کو محفوظ کر لے بعینہٖ اسی طرح انسان شیطان سے محفوظ نہیں رہ سکتا جبتک وہ اپنے کو ذکر الٰہی کے پختہ و مضبوط قلعے میں محفوظ نہ کر لے۔

ترمذی میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گھر سے

نکلتے یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ — اللہ کا نام لے کر نکلتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت توفیق الٰہی پر موقوف ہے

تو اسے کہا جاتا ہے تو نے راہِ راست پالیا۔ اپنے کو مامون و مصئون کرلیا اور تمام تکالیف و مصائب سے خود کو محفوظ کرلیا اور اس سے شیطان دور کھڑا ہوکر دوسرے شیطان کو طعن دیتا ہے کہ وہ تجھ سے ایک آدمی بھی دور چلا گیا اور تجھ سے بچ گیا اور اس نے خود کو محفوظ کرلیا" یہ حدیث ابو داؤد، نسائی، اور ترمذی نے روایت کی اور حسن کہا۔

اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ذکر ہوچکا ہے کہ جو روزانہ دن میں سو مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے تو یہ کلمات شام تک اسے شیطانی شرارت سے محفوظ رکھتے ہیں۔

سفیان بواسطہ ابی الزبیر عن عبداللہ بن ضمرہ کعب سے ذکر کرتے ہیں کہ جو شخص گھر سے نکلتے پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ فرشتہ جواب دیتا ہے هُدِيْتَ تجھے صحیح راستہ مل گیا، جب کہتا ہے تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ فرشتہ کہتا ہے كُفِيْتَ تو کفایت کیا گیا جب کہتا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فرشتہ جواب دیتا ہے حُفِظْتَ تو نے اپنے کو محفوظ کرلیا تو شیطان دوسرے شیطانوں سے کہتا ہے چلو میاں یہاں تمہاری دال نہیں گلتی تم اسے کیسے گمراہ کرسکتے ہو جو ہر چیز سے کفایت کرلیا گیا راہنمائی کر دیا گیا اور محفوظ ہوگیا۔

ابو خلاد مصری فرماتے ہیں جو اسلام میں داخل ہوا وہ قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو مسجد میں داخل ہوا وہ اندرونی قلعہ میں داخل ہوا اور جو مسجد کے اندر ذکرِ الٰہی کے حلقہ میں داخل ہوگیا وہ اندرونی قلعہ کی اندرونی کوٹھری میں داخل ہوکر محفوظ تر ہوگیا۔

حافظ ابو موسیٰ نے اپنی کتاب بواسطہ ابی عمران جونی از انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت فرمایا کہ حضور نے فرمایا جو شخص بستر پر لیٹتے وقت بسم اللہ سمیت پوری فاتحہ پڑھے وہ جن وانس بلکہ ہر شے کی شرارت سے مامون و مصئون ہو جاتا ہے۔"

صحیح بخاری میں بواسطہ ابن سیرین ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان (صدقہ فطر) کے مال کا مجھے محافظ بنایا کہ اس کی نگرانی و حفاظت رکھوں تو کوئی آیا اور جھولیاں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہنے لگا اس دفعہ جانے دیجئے پھر نہیں آؤنگا، آخر اسی طرح دوبارہ آیا اور منت سماجت کر کے چھوٹ گیا۔ تیسری دفعہ پھر پکڑا گیا تو کہنے لگا کہ میں تمھیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جو تیرے لئے نہایت مفید و نافع ہوں گے جب آپ بستر پر تشریف لے جائیں تو شروع سے آخر تک پوری آیت الکرسی تلاوت فرمائیے، عزوجل کی طرف سے ایک محافظ تمام رات آپ کی حفاظت کریگا اور صبح تک کوئی شیطان آپ کے قریب تک نہیں پھٹک سکے گا، تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماجرا بیان کیا اور اسکے بیان کردہ آیت الکرسی اور اس کے اثر کو بھی پیش کیا تو حضور نے فرمایا، تھا تو وہ جھوٹا مگر یہ بات سچ کہی"

حافظ ابو موسیٰ بواسطہ ابی الزبیر جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان بستر پر جاتا ہے تو جلدی سے اس کے پاس ایک فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتا ہے فرشتہ کہتا ہے (اس دن کی بیداری کو) خیر و نیکی کے ساتھ ختم کر اور شیطان کہتا ہے شرارت و برائی سے ختم کر۔ اگر وہ ذکر الٰہی کرتے کرتے سو جائے تو فرشتہ شیطان کو بھگا کر ساری رات اس کی حفاظت کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو جلدی سے فرشتہ و شیطان اس کے پاس آتے ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے۔ خیر و نیکی کے ساتھ کھولئے (یعنی دعا و نیکی کے تئے اٹھئے) اور شیطان کہتا ہے شرارت و برائی سے، تو اگر وہ یہ پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَا نَفْسِيْ بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَمْ يُمِتْهَا فِيْ مَنَامِهَا اَلْحَمْدُ	تمام تعریفات خدا کو سزاوار ہیں جس نے مجھے مار کر زندہ کر دیا اور سوتے میں بالکل ہی نہیں ردیا

لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

سب تعریفوں کے لائق وہی خدا ہے جو ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک رہا کر دیتا ہے تمام تعریفات کا سزاوار خدا تعالیٰ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑیں اگر (بالفرض) موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا تمام حمد وثنا خدا کے لئے ہے جو آسمانوں کو زمین پر گرانے سے تھامے ہوئے ہے مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔

تو فرشتہ شیطان کو بھگا کر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

صحیحین میں بواسطہ سالم بن ابی الجعد از کریب ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی سے جماع کے وقت یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا

خدایا ہمیں اور ہماری اولاد کو شر شیطانی سے محفوظ رکھیئے۔

اور بچہ پیدا ہو تو اسے شیطان کبھی تکلیف نہیں دے سکے گا۔

حافظ ابو موسیٰ امام حسن بن حضرت علی سے ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مندرجہ ذیل آیات تلاوت کرے میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ عزوجل اسے ہر شیطان سرکش، ہر کاٹنے، کھانے والے درندے اور ہر چور ڈاکو سے محفوظ رکھے گا۔ آیات یہ ہیں، آیۃ الکرسی سورۂ اعراف کی اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے لے کر تین آیتیں صافات کی دس آیات۔ سورہ رحمن کی یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ سے لے کر تین آیات اور سورۂ حشر کی لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا سے آخر سورت تک تین آیات،،

محمد بن ابان فرماتے ہیں: ایک دفعہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے اپنے پہلو میں کوئی چیز محسوس ہوئی، اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا، گھبرائیے نہیں، میں تو محض لوجہ اللہ آپ کے ہاں آیا ہوں کہ آپ عروہ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ مجھے وہ تعویذ لکھ دیجئے جس سے ابلیس اولاد ابلیس اور شیطانوں کا شیطان بھاگ جائے۔ فرمایا پڑھئے۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَحْدَهُ وَكَفَرْتُ	میں خدائے واحد بلند و برتر پر ایمان لایا اور بتوں اور
بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَاعْتَصَمْتُ	شیطانوں سے نفرت اختیار کی اور مضبوط کڑا تھام لیا یعنی
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا	مضبوط شریعت کو جو مذہب ہو ٹوٹنے کا نہیں) اور
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ	خدا جو سمیع و علیم ہے وہی مجھے حسبی و کافی ہے اور جو
اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مُنْتَهٰى	اسے پکارے اس کی دعا قبول کرتا ہے اور خدا کے سوا کچھ منتہی نہیں۔

بشر بن منصور اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ مدت گزری ایک شخص جنگل میدان کی طرف نکلا وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک دھماکہ سا سنا کہ ایک تخت لا کر رکھ دیا گیا، کوئی آیا اور اس پر بیٹھ گیا اور جلدی سے اس کے پاس اس کے تمام لشکر و فوج جمع ہو گئے پھر وہ چلانے لگا کہ کوئی ہے جو عروہ بن زبیر کو میرے قابو میں لا دے اور گرفتار کر لائے، تو کسی نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ وہ دیر تک چیختا چلاتا رہا۔ تو ایک نے کہا اس کام کو میں پورا کرتا ہوں۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میرے دیکھتے دیکھتے اس نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور جلدی واپس چلا آیا کہنے لگا عروہ پر کسی کا داؤ نہیں چل سکتا تو صاحب تخت نے کہا افسوس ہے تم پر، پھر اس نے کہا وہ تو صبح و شام چند کلمات پڑھا کرتا ہے اس لئے ہماری مجال نہیں کہ اس پر قابو پا سکیں۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ صبح ہوتے ہی میں نے بیوی سے زاد راہ لیکر مدینہ شریف کا رخ کیا اور عروہ بن زبیر کا پتہ پوچھا کسی نے مجھے بتایا تو میں پہنچتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ عروہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ صبح و شام کچھ کلمے پڑھا کرتے ہیں؟ تو آپ نے کچھ نہ بتایا پھر میں نے وہ گزشتہ واقعہ سنایا اور جو کلمات اس نے

سے تھے وہ واقعہ بھی بتلایا تو آپ نے فرمایا کہ اور تو مجھے کچھ پتہ نہیں ہاں یہ کلمات صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھا کرتا ہوں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَحْدَهٗ ؎

موطا میں مسلم تیمی[1] سے ذکر کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ایک شیطان خبیث آپ سے مکر و فریب کرنا اور ایذا دینا چاہتا ہے۔ اس لئے جب بستر پر تشریف لے جائیں تو یہ کلمات پڑھ لیا کریں۔

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ

میں خدا تعالیٰ کے کلمات تامہ کی جن سے نیک و بد کو گذرنے کی مجال نہیں۔ ان چیزوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں یا آسمان کی طرف چڑھتی ہیں یا جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں یا اس سے نکلتی ہیں نیز لیل و نہار کے فتنوں اور رات کو نازل ہونے والے مصائب کے شر سے پناہ مانگتا ہوں خدایا مجھے ان سے محفوظ رکھیے۔

دوسری حدیث میں ثابت ہے کہ شیطان اذان سے بھاگ جاتا ہے[2]

سہیل بن ابی صالح فرماتے ہیں کہ والد صاحب نے مجھے قبیلہ بنی حارثہ کی طرف بھیجا میرے ساتھ ایک غلام یا دیگر کوئی دوست تھا کسی نے دیوار کے پار اس کو آواز دی اس نے آگے بڑھ کر دیکھا تو کچھ نہ پایا میں نے اپنے باپ کو یہ واقعہ سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا تو میں تمھیں جانے ہی نہ دیتا۔ جب ایسی کوئی آواز سنو تو اذان دیا کرو کیونکہ میں نے ابی ہریرہ سے سنا حدیث بیان فرمایا کرتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پادتے پادتے اتنا دور بھاگ جاتا ہے

[1] یہ مسلم بن قرظان یا ابن ابی مریم تابعین ہیں۔

[2] مالک، بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

کہ اذان کی آواز نہ سنائی دے، الخ

حافظ ابو موسیٰ بواسطہ ابی رجاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار پڑھا کرو کیونکہ شیطان کہتا ہے میں نے گناہ کروا کر ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور استغفار پڑھ پڑھ کر ہلاک و برباد کر دیا یہ صورت دیکھ کر میں نے خواہشات کی رغبت دلا کر اس چال سے انہیں ہلاک کیا۔ لہٰذا خواہشات میں پھنسے پھنسے وہ خود کو ہدایت یافتہ خیال کرتے ہوئے توبہ و استغفار بھی بھول جاتے ہیں۔

نیز ابراہیم بن حکم جکم کے واسطہ عکرمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مسافر ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گذرا اور اس کے پاس شیاطین کو کھڑے دیکھ کر ٹھہر گیا تو ایک شیطان نے دوسرے شیطان سے کہا کہ سوتے سوتے ہی جا کر اس کا دل بگاڑ دیجئے۔ جب وہ گیا تو قریب جا کر واپس چلا آیا اور کہنے لگا کہ یہ آیت پڑھ کر سویا ہے اس لئے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو اس کی تحقیق کرنے دوسرا گیا اور واپس آکر کہا کہ تو نے ٹھیک کہا پھر وہ چلے گئے اور مسافر نے اسے بیدار کر کے ماجرا سنایا اور آیت دریافت کی تو اس نے یہ آیت بتائی۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اعراف ۔ ع)

ترجمہ: تمہارا پروردگار وہ خدائے قدوس ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہو گیا وہ رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں بدل دیتا ہے اور دن اس کے پیچھے تیزی سے چلا آتا ہے اور چاند سورج اور ستاروں کو اپنے حکم سے مسخر کر دیا۔ خبردار! خلق و امر یعنی پیدا کرنا اور حکم کرنا صرف خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ خدا بڑی

ابونضرؒ ہاشم بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں کچھ چھپا سا واقعہ دیکھا کرتا ایک دن تیر

۱؎ ابوالنضر نے جو چیز دیکھی وہ ہمارے نسخہ میں مذکور نہیں لیکن قیل یا ابا النضر (آواز آئی کہ اے ابونضر) کے لفظ سے معلوم

کان میں آواز آئی کہ یہاں ہمارے پڑوس سے دور چلے جائیں، تو مجھے بڑی کوفت ہوئی کہ کہاں جائیں آخر میں نے کوفہ میں ابن ادریس، اور محاربی، اور ابی اسامہ کی طرف یہ ماجرا لکھ بھیجا۔ محاربی نے میری طرف لکھا کہ مدینہ شریف میں ایک کنواں خشک ہو جایا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہاں ایک قافلہ آنکلا تو وہاں کے باشندوں نے اسکا شکوہ کیا تو انھوں نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر یہ کلام پڑھکر دم کیا اور کنوئیں میں ڈال دیا تو کنوئیں سے آگ نکلی اور کنارہ کے قریب نکل کر بجھ گئی۔ ابو نضر فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پانی کا چھوٹا برتن منگوا کر اس میں وہی کلمات پڑھکر دم کیا اور مکان کے تمام گوشوں میں چھڑکا تو وہ چیخ اٹھے کہ ابو نضر! تو نے تو ہمیں جلا دیا۔ اب ہم جاتے ہیں، ور ابھی نکلتے ہیں کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَمْسَيْنَا بِاللّٰهِ الَّذِىْ لَيْسَ مِنْهُ شَئٌ مُمْتَنِعٌ وَبِعِزَّةِ اللّٰهِ الَّتِىْ لَا تُرَامُ وَلَا تُضَامُ بِسُلْطَانِ اللّٰهِ الْمَنِيْعِ نَحْتَجِبُ وَبِاَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا عَائِذٌ مِنَ الْاَبَالِسَةِ وَمِنْ شَرِّ شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُعْلِنٍ وَمُسِرٍّ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ بِاللَّيْلِ وَيَكْمُنُ بِالنَّهَارِ وَيَكْمُنُ بِاللَّيْلِ وَيَخْرُجُ بِالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِمَا

اس خدا کا نام لے کر ہم نے شام کی جس کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی عز و جل کے اس غلبہ و عزت کیساتھ شام کی جس کا لشکروں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور خدا تعالیٰ کے سخت و شدید تسلط و غلبہ میں ہم اپنے آپ کو ڈھانپتے ہیں، اور عز و جل کے جملہ اسماء حسنیٰ کی اعانت و امداد سے ہم تمام ابلیسوں اور شیطان انسانوں اور جنوں کی شرارت اور ہر ظاہر و مخفی چیزوں کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جو رات کو نکل آتی ہیں اور دن کو چھپ جاتی ہیں، اور خدا کی اس مخلوق کی شر سے جو روئے زمین پر پھیل گئی ہیں اور ابلیس اور اس کے لشکروں کی شرارت اور ہر چلنے والی چیز جس کو تو نے پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا

ہوتا ہے کہ یہاں کچھ عبارت ساقط ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دیکھتا تھا اس نے اس سے گفتگو کی تو کہا گیا کہ اے ابو النضر الخ ۱۲

اِسْتَعَاذَ بِهٖ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَاِبْرَاهِیْمُ الَّذِیْ وَفّٰی مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَا یَبْغِیْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ٥ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ٥ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ٥ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ٥ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ٥ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ٥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ٥ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ٥ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ٥ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ٥ (صافات ـ ع ۱)

تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں یقیناً میرا رب صحیح راستے پر ہے میں ان کلمات کے ساتھ جن کے ساتھ موسیٰ وعیسیٰ اور اس ابراہیم نے جس نے خدا کے تمام کلمات کو پورا کر دکھایا پناہ طلب کی، خدا سے ان چیزوں کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اس نے پیدا کرکے روئے زمین پر پھیلا دیں اور ابلیس اور اس کے لشکروں اور باقی ماندہ تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں خدائے سمیع وعلیم کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہے خدائے رحمان ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں ان جماعتوں کی قسم جو (عبادت خدا میں) صفیں باندھے رہتی ہیں پھر ان جماعتوں کی قسم جو (شریروں کو) خوب ڈانٹتی ہیں پھر ان جماعتوں کی قسم جو قرآن کی تلاوت کرتی ہیں بیشک تمہارا معبود ایک ہے وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں اور مشرقوں کا رب ہے۔ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے لئے بنایا وہ عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے دھتکار دئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو شیطان اچک کر سن بھاگے تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا انگارا لگ جاتا ہے

اسکا بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے تعلق ہے جو آنحضرت نے آدمی کو بتلایا تھا کہ ذکر الٰہی سے انسان اپنے کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے۔

اب ہم ذکر کے متعلق تکمیل فائدہ کی غرض سے چند نہایت مفید فصلیں تحریر کرتے ہیں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔

فصل اوّل

ذکر کی دو قسم ہے

ذکر کی پہلی قسم عزوجل کے اسماء و صفات کا ذکر کرنا

قسم اوّل

خدائے تبارک وتعالی کے اسماء وصفات کا ذکر کرنا اور ان کے ذریعہ عزوجل کی تعریف وثنا کرنا اور خدا تعالی کے نامناسب وغیر لائق چیزوں سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور پاکی بیان کرنا اور پاک ومنزہ کہنا۔ اور یہ بھی دو قسم ہے۔

اوّل ۔ عزوجل کی خود حمد وثنا کرنا

اول یہ کہ ذاکر کا خود ان کے ذریعہ عزوجل کی حمد وثنا کا آغاز کرنا اور یہ قسم احادیث میں مذکور ہے جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وغیرہ

تو ذکر کی سب سے اعلیٰ وافضل وہ قسم ہے جو تمام ثنا وتعریفات خداوندی کی جامع اور اعم ہو، مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ صرف سُبْحَانَ اللّٰهِ سے افضل ہے، ایسے ہی حمد الٰہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَآءِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَهُمَا وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے سے کئی درجہ افضل ہے۔

اور جویریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میں نے تیرے

بعد تین مرتبہ ایسے کلمات پڑھے ہیں جو تیری آج پورے دن کی عبادت سے تولے جائیں تو وزنی ہوں وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضٰی نَفْسِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَۃَ عَرْشِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (رواہ المسلم) [1]

ترمذی و سنن ابی داؤد میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ام المومنین کے پاس سے گذرے جو کچھ سنگریزوں یا کھجوروں کی گٹھلیوں کے ذریعہ تسبیحیں پڑھ رہی تھیں تو آنحضرتؐ نے انھیں فرمایا میں تمہیں اس سے افضل واعلیٰ اور آسان تر کلمات بتاتا ہوں۔ یہ پڑھا کیجئے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ۔

دوم۔ خدا کے اسماء و صفات کے احکام بیان کرنا

خدا تعالےٰ کے احکام اسماء و صفات کا پرچار

کرنا۔ مثلاً آپ یہ تبلیغ کریں کہ عزوجل اپنے بندوں کی تمام حرکات و سکنات اور دعا و پکار سنتا ہے اس پر کوئی ایسا وقت بھی مخفی نہیں جس میں وہ کچھ نہ کرتے ہوں اور ان پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحیم و شفیق و مہربان ہے وہ ہر شے پر قادر ہے اور وہ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے جیسے کوئی شخص جنگل میں دانہ پانی لدے اونٹ گم ہونے کے بعد مل جانے پر خوش ہوتا ہے وغیر ذلک [2]۔

[1] مسلم کی ایک روایت میں ہے سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضی نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ۔ اور مداد کلماتہ (اس کے کلمات کی سیاہی برابر) سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ ختم نہیں ہوتے ۱۲۔

[2] اسی مفہوم کی حدیث بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے مروی ہے الفاظ یہ ہیں اللہ افرح بتوبۃ عبدہ من احدکم سقط علی بعیرہ وقد اضلہ بارض فلاۃ بیابان جنگل میں اونٹ گم ہونے کے بعد مل جانے سے جسقدر آدمی خوش ہوتا ہے عزوجل اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ ۱۲۔

اور اس کی سب سے اعلیٰ و افضل قسم یہ ہے کہ انسان اپنی وضع کردہ من گھڑت اور خود ساختہ حمد و ثنا میں نہیں بلکہ بلا تحریف و تعطیل اور تمثیل و تشبیہ عزوجل کی وہی ماثورہ ثنا و تعریف بیان کرے جو اس نے خود اپنے لئے تجویز فرمائیں ہیں یا آپ کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں اور خود ان الفاظ سے حمد و ثنا کی ہے۔

حمد و ثنا اور مجد و بزرگی

پھر یہ قسم بھی آگے تین اقسام پر منقسم ہے۔ حمد ثنا اور مجد و بزرگی عزوجل کی حمد یہ ہے کہ خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ کی خاص طور پر نفس صفت کمالیہ ہی نہ بیان کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی محبت و رضا کو بھی شامل رکھے کیونکہ نہ محب ساکت حامد ہوتا ہے، اور نہ بے محبت ثنا کرنے والا شخص حامد ہو سکتا ہے جبتک کہ ثنا و تعریف کے ساتھ خدا تعالیٰ کے عشق و محبت کا عنصر نہ ملایا جائے، پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ثنا کنندہ شخص کسی ایک کو لگاتار ذکر کرتا چلا جائے تو یہ ثنا ہو گی اگر صفات جلال و عظمت و کبریائی اور صفات ملک و حکومت کے ساتھ عزوجل کی مدح سرائی کرے تو یہ مجد ہو گی۔

اور یہ تینوں اقسام عزوجل نے سورہ فاتحہ کے آغاز میں جمع فرما دیتے ہیں کہ جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو عزوجل فرماتے ہیں حَمِدَنِي عَبْدِيْ یعنی میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو عزوجل فرماتے ہیں اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ میرے بندے نے میری ثنا کہی۔ جب کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے میری مجد و بزرگی بیان کی [1]

---

[1] بخاری و مسلم میں بروایت ابی ہریرہ۔ اس حدیث کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی ولعبدی ما سال فاذا الخ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرا بندہ جو سوال کرے اسے ملے گا۔ الخ۔

قسمِ دوم

عزوجل کے اوامر ونواہی کی یاد رکھنا عزوجل کے اوامر ونواہی کی یاد رکھنا بھی ذکر ہے اور یہ بھی دو قسم ہے۔

اوّل ۔ یہ کہ لوگوں کو وعظ نصیحت کرنا کہ عزوجل نے فلاں کام کا حکم دیا اور فلاں سے منع فرمایا ہے۔ فلاں کو پسند فرماتے ہیں، فلاں سے غصہ اور فلاں کام سے راضی ہوتے ہیں۔

دوم ۔ دوسروں کو وعظ کے ساتھ ساتھ خود بھی عمل کرنا اس کے اوامر کو بجالانے اس کے نواہی سے دور بھاگنا۔ تو اوامر ونواہی کا صرف وعظ کر دینا اور چیز ہے اور اس پر عامل ہونا چیزے دیگر۔ جب ذاکر میں یہ دونوں اوصاف جمع ہو جائیں تو اس کا ذکر واذکار سے اعلیٰ وافضل اور بلند تر ہوگا۔

فائدہ تو معلوم ہوا کہ اس قسم کا ذکر فقہ اکبر اور دوسرے اذکار افضل الذکر ہیں بشرطیکہ نیت صحیح ہو کئے جائیں

عزوجل کی آیات انعام واحسانات اور بندوں پر اس کے نازل شدہ فضل واکرام کا تذکرہ کرنا بھی ذکر الٰہی کی قسم ہے۔ اور یہ بھی ذکر کے جملہ اقسام میں بزرگ ترین ذکر ہے۔

ذکر کی پانچ قسمیں بہر صورت ذکر کی یہ پانچ قسمیں ہوئیں۔ کبھی[۱] دل اور زبان دونوں سے ہوتا ہے یہ افضل الذکر ہے۔ کبھی[۲] صرف دل سے ہوتا ہے یہ دوسرا درجہ ہے۔ کبھی[۳] صرف زبان سے ہوتا ہے، یہ تیسرے نمبر پر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ افضل ذکر وہ ہے جس پر دل اور زبان دونوں متفق ہوں۔

رہا صرف دل یا صرف زبان کا ذکر تو اول الذکر ثانی سے افضل واعلیٰ ہے کیونکہ قلبی ذکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے، جذبات عشق ومحبت بھڑک اٹھتے ہیں، شرم وحیا اور خوف الٰہی کا تسلط و غلبہ چھا جاتا ہے۔ خشیت الٰہی ومراقبہ کی تڑپ پیدا ہوتی ہے طاعات وعبادات میں خدا کی فرمانبرداری

سے تقصیر وچشم پوشی کرنے سے بند کرتا ہے اور گناہوں بدکاریوں اور نافرمانیوں سے روکنے کا باعث ہوتا ہے لیکن قلبی تعلق کے بغیر صرف زبان سے ذکر کرنے میں مذکورہ بالا چیزوں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ بفرض محال کچھ نتیجہ برآمد ہو تو معمولی وکم زور اور ناپائیدار ہوگا۔

فصل دوم

ذکر دعا سے افضل ہے

ذکر دعا سے افضل ہے کیونکہ عزوجل کی اس کے اوصاف جمیلہ اس کے انعامات واسماء مبارکہ کے ساتھ ثنا وتعریف کرنا ذکر کہلاتا ہے اور عزوجل کی بارگاہ میں انسان کا اپنی حاجات پیش کرنا دعا کہلاتا ہے تو کہاں ذکر اور کہاں دعا، کوسوں کا فرق ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے جو میرا ذکر کرتے کرتے اپنی کوئی حاجت وعرض خواست پیش نہ کر سکے اور میرا ذکر اسے اپنی ضروریات پیش کرنے سے مشغول کر دے میں اسے مانگ کر لینے والوں سے کہیں زیادہ عنایت کرتا ہوں۔

دعا کا آغاز حمد وثنا اور درود سے کرنا چاہیئے

اسی لئے دعا میں یہی طریق مستحب اور پسندیدہ ہے کہ جب دعا کرنا ہو تو انسان دعا سے پہلے خدا تعالے کی حمد وثنا سے آغاز کرے بعد ازاں اپنی حاجات وضروریات کی درخواست پیش کرے چنانچہ فضالہ بن عبید کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا جو نہ تو دعا سے پہلے حمد وثنا کرتا ہے اور نہ ہی درود شریف پڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس نے دعا میں جلدی کی، پھر اسے بلایا اور کہا جب نماز پڑھو تو پہلے عزوجل کی حمد وثنا سے آغاز کرو پھر (آخر میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بعد ازاں جو دعا کرنا ہو اور کچھ مانگنا ہو اس کی دعا ودرخواست کرو۔ (صحیح حاکم، احمد، ترمذی، ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

دُعائے ذی النون ؑ

علی ہذا القیاس دعا ذی النون یونس علیہ السلام کے متعلق حضور نے فرمایا کہ جو بھی میرے بھائی یونس علیہ السلام کی دُعا پڑھے اس کی تمام مصیبتیں رفع ہو جائیں گی،،

ترمذی میں ہے جو مسلمان کسی کام کے لئے بھی یونس علیہ السلام کی وہ دُعا مانگے جو آپ نے شکم ماہی میں تلاوت فرمائی تھی تو عزوجل اس کی درخواست ودعا قبول فرماتے ہیں وہ یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [۱]۔ اور یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ عام دعاؤں کا ہے۔ جن میں دُعا کو حمد وثنا سے شروع کیا گیا ہے علی قائلھا افضل الصلوۃ والسلام۔

دُعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے کرب ومصیبت کو حمد وثنا کے ان الفاظ سے آغاز فرمایا ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ [۲]

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم وحلیم ہے عزوجل کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کریم کا رب ہے۔

علی ہذا القیاس بریدہ اسلمی کی وہ حدیث جو اصحاب سنن اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سُنا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ

خدایا میں تجھ سے اس بات کو وسیلہ بناکر سوال کرتا ہوں کہ میں تیرے خدا ہونے کی شہادت دیتا ہوں

---

[۱] اسے ترمذی، امام احمد، حاکم اور ابویعلی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے از سعد بن ابی وقاص رضؓ ۱۲۔

[۲] بخاری ومسلم بروایت ابن عباس رضؓ ۱۲۔

الصَّمَدُ الَّذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ — تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد و بے نیاز ذات ہے جس کا نہ فرزند ہے نہ والد اور نہ ہی کوئی اس کے برابر کا ہے۔

تو آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے عزوجل کے ایسے اسم اعظم کے ساتھ درخواست کی ہے جس کے ذریعہ دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے سوال کیا جائے تو پورا کیا جاتا ہے»۔ لہ

ابوداؤد و نسائی میں انسؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بیٹھے تھے کہ ایک شخص ٹہ نے نماز پڑھی اور دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ — خدایا میں تجھ سے ان کلمات کی طفیل سوال کرتا ہوں کہ تمام حمد و ثنا تیرے لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو منان یعنی احسان کنندہ اور آسمانوں اور زمین کو از سر نو پیدا کنندہ ہے۔ اے بزرگی و جلال کے مالک اے زندہ و قائم رہنے والے خدا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عزوجل کو اس کے ایسے اسم اعظم سے پکارا ہے جس سے دعا کیجئے تو وہ قبول فرماتا ہے اور سوال کیا جائے تو پورا کرتا ہے»

دیکھئے آنحضرتؐ نے دو چیزیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ دعا سے پہلے حمد و ثنا اور ذکر کیا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے دوم یہ کہ یہ اسم اعظم ہے۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر انسان کے جملہ مطالبات کی کامیابی کا سب سے بہترین اور اعلیٰ ذریعہ ہے

لہ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالحسن مقدسی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کوئی طعن نہیں اور اس مسئلہ میں اس سے بہتر کوئی حدیث نہیں۔ ٹہ یہ ابوعیاش زرقی زید بن صامت ہیں جیسا کہ حافظ امام احمد نے روایت کیا ہے حدیث اسے ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ ۱۲

فائدہ دیگر - ذکر قبولیت دُعا کا باعث ہے

پھر فوائد ذکر و ثنا میں سے یہ علیحدہ فائدہ ہے کہ ذکر دُعا کو مقبول و مستجاب کر دیتا ہے تو جس دُعا سے پہلے ذکر الٰہی و ثنا ر خداوندی موجود ہو اس دُعا سے پہلے قبول ہوتی ہے۔ جو حمد و ثنا سے خالی ہو پھر اس کے ساتھ انسان اپنی غربت و مسکینی فقر و احتیاج اور اظہار و اعتراف حقیقت کو بھی شامل کرے تو بالاہتمام قبول ہوتی ہے کیونکہ اس نے اپنے مدعو و مسئول یعنی خدا تعالیٰ کے ہاں اس کی صفات کمالیہ اور اس کے فضل و احسان کو وسیلہ بنا کر پیش کرتے ہوئے درخواست کی ہے بلکہ اپنی شدت احتیاج و ضرورت اور فقر و مسکینی کو صراحتہً واضح کر دیا ہے تو یہ سائل کے سوال کا مقتضا تھا اور وہ اجابت مسئول کا جب دعا میں سائل و مسئول ہر دو کے مقتضیات صراحتہً پیش کر دئے گئے تو اثر و قبولیت کے لحاظ سے زیادہ موثر۔ اور معرفت و عبودیت کے لحاظ سے بحد اکمل و کامل تر ہوں گے۔

آپ اس مثال میں مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سے انعام و اکرام وغیرہ کا طالب ہو تو اس کے جود و کرم اور نیکی و بھلائی کا توسل کرتے ہوئے ساتھ ہی اپنی حاجت و ضرورت اور فقر و مسکینی کو بھی (پورے خشوع و تضرع کے ساتھ) بیان کرے۔ تو مسئول کے دل کو بحد نرم کرنے کا موجب ہوگی اور حاجت روائی کا اقرب ترین ذریعہ ہوگی جب اس کی ثنا و تعریف کرتے ہوئے کہیگا کہ آپکے جود و سخا کی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے اور آپ کا فضل و احسان کالشمس فی النہار ہو چکا ہے اور بندہ اس قدر عاجز و محتاج ہو گیا ہے کہ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ وغیرہ۔ تو اس شخص کی نسبت اس کی دُعا بالاہتمام مقبول و مستجاب ہوگی۔ جو سامنے ہوتے ہی کہدے کہ مجھے فلاں چیز دیدے۔

تین پیغمبروں کی دُعائیں

جب آپ کو یہ بخوبی معلوم ہو گیا تو اب مذکورہ ذیل تینوں پیغمبروں کی دُعاؤں میں غور کیجئے۔ ہر ایک نے حمد و ثنا کیساتھ عزوجل کی جود و سخا و مہربانی اور اپنے فقر و احتیاج اور مسکینی کے اظہار کے ساتھ دُعا فرمائی ہے چنانچہ

موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ (قصص ۳۴ ـ ع ۳)

خدایا! میں آپ کی میرے لئے نازل کردہ خیر و بھلائی کا فقیر و محتاج ہوں۔

حضرت ذی النون یونس علیہ السلام کی دُعا ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (انبیاء ۲۱ ـ ع ۶)

مولا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں آپ کی تسبیح بیان کرتا ہوں اور یقیناً میں ہی ظالم ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (اعراف ـ ع ۲)

پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا ہے۔ اگر تو مغفرت نہ فرمائے اور رحمت نہ کرے تو ہم خسارہ والوں سے ہو جائیں گے۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے کوئی دُعا سکھلائیے جو نماز میں پڑھا کروں۔ فرمایا پڑھئے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

خدایا! میں نے اپنے نفس پر بہت مظالم ڈھائے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں لہذا مجھ پر اپنی خاص مغفرت و رحمت فرمائیے تو ہی غفور رحیم ہے

دیکھئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عظیم الشان و برگزیدہ دعا میں کتنی چیزوں کو جمع فرما دیا ہے اس میں اپنی حالت کا اعتراف بھی موجود ہے خدا کے فضل و احسان اور جود و سخا کا وسیلہ بھی بارگاہ الٰہی میں پیش کیا گیا ہے اور مغفرت ذنوب کے لئے صرف عزوجل کی ذات بابرکات کو ہی مخصوص و منفرد فرمایا ہے پھر ہر دو امور سے توسل کرنے کے بعد اپنی حاجت کی درخواست فرمائی ہے۔ تو یہ ہیں آداب

دُعا و آداب عبودیت۔

فصل سوم

تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دُعا سے افضل ہے

تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دُعا سے افضل ہے۔

یہ اس صورت ہے کہ ہر دو کو علیحدہ علیحدہ بنظر مجرد دیکھا جائے لیکن بعض دفعہ کسی عارضہ سے مفضول فاضل سے اولیٰ و اعلیٰ بلکہ بعینہٖ فاضل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مفضول کو ادنے تصور کرتے ہوئے فاضل کو اختیار کرنے کے لئے مفضول کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً رکوع و سجود میں تلاوت قرآن کی نسبت تسبیح کہنا افضل ہے بلکہ اس وقت تلاوت قرآن حرام یا مکروہ ہے[1]۔ علیٰ ہٰذا القیاس تسبیح و تحمید اپنے اپنے موقعہ و محل میں تلاوت قرآن سے افضل ہے۔ اسی طرح تشہد اور ہر دو سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ پڑھنا قرأت قرآن سے افضل ہے علیٰ ہٰذا القیاس سلام پھیرنے کے بعد معًا تسبیح و تہلیل اور تحمید و تکبیر کہنا تلاوت قرآن سے افضل ہے اسی طرح اذان کا جواب دینا اور مؤذن کی طرح وہی کلمات کہنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے۔ گو کہ قرآن حکیم کو دیگر تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت و فوقیت ہے جیسے خالق کو تمام مخلوقات پر مگر ہر مقام اور ہر موقعہ و محل کے لئے خاص کلمات مخصوص اور خاص خاص اذکار مناسب

---

[1] ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات) میں پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کیلئے صفیں باندھے کھڑے تھے آنحضرتؐ نے فرمایا لوگو! بشارت نبوت میں سے اب صرف رویائے صالحہ ہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اَلَا وَاِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا خبردار رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنا منع ہے رکوع میں عزوجل کی عظمت و کبریائی بیان کرو اور سجدہ میں دُعا کی کوشش کیا کرو کیونکہ ایسی صورت قبولیت کی زیادہ سزاوار ہے۔ احمد، مسلم، نسائی، ابوداؤد ۱۲

وخنص ہیں جنکو چھوڑ کر کسی دیگر کو ان کی جگہ پڑھنے سے وہ راز و حکمت خلل پذیر ہو جاتی ہے جس کے لئے عزوجل نے ان خاص کلمات کو مخصوص جگہ کے لئے معین فرمایا ہے۔ اور وہ مطلوبہ مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے علیم و حکیم نے انھیں اس مقام کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی طرح اذکار مقیدہ و موقتہ قرأت مطلقہ سے اور قرأت مطلقہ اذکار مطلقہ سے افضل ہیں۔ الا اینکہ دیگر کوئی عارضہ پیش آجائے کہ قرأت قرآن کی بجائے ذکر و دعا ہی اس مقام و محل کے لئے مناسب تر ہو۔

مثلاً ایک گنہگار آدمی اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ اس لئے اسے توبہ و استغفار کی ضرورت ہوتی ہے یا کسی شیطان و شریر آدمیوں اور جنات کی شرارت و تکلیف کے خطرہ و خوف سے دعا اور ذکر اذکار کی ضرورت کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ بچاؤ کی تدبیر کرتے ہوئے خود کو محفوظ کر سکے۔

علی ہذا القیاس بعض دفعہ ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو نظر انداز کر کے قرأت قرآن میں مشغول ہونے سے دل پوری طرح حاضر نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات اکتا جاتا ہے، مگر سوال و درخواست اور دعا و اذکار کا دوسرا خیال بھی اس وقت حضور دل اور جمع قلبی کا موجب ہوتا ہے متفکر و پریشان حال اور تکلیفوں کا مارا ہو غمزدہ انسان انتہائی عاجزی و تضرع کے ساتھ دعا کرتا ہے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ارحم الراحمین میں بار بار گڑگڑاتا ہے اور دل کاٹ کاٹ کر کلیجہ نکال کر باہر رکھ دیتا ہے اور اس پر ایک عجیب سی کیفیت سی طاری ہوئی ہوتی ہے۔ اور یہی حالت اس کے لئے اس وقت مفید و نافع تر ہوتی ہے۔ اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے قرأت قرآن اور ذکر و اذکار دونوں فی نفسہ افضل و اعلیٰ ہیں۔

دو چیزوں کی ضرورت

اور یہ باب از حد فائدہ مند ہے مگر اس میں دو چیزوں کی بے حد ضرورت ہے۔ اول فقہ النفس یعنی اپنی طبیعت و ذوق سے پوری واقفیت، دوم کسی چیز کی ذاتی اور عارضی فضیلت، کہ کون چیز بذاتہ افضل ہے اور کون کسی عارضہ کی وجہ سے تاکہ وہ حق بجقدار رسید کے اصول پر عملدرآمد کر سکے۔ اور ہر چیز کو اس ...

مناسب موقعہ ومحل میں رکھ سکے۔ کیونکہ جو کام آنکھ دے سکتی ہے وہ ٹانگ نہیں دے سکتی۔ جہاں پانی کام دیتا ہے وہاں گوشت اور شوربہ کام نہیں آسکتا۔ بہرصورت حفظ مراتب میں کامل حکمت ودانشمندی ہے جس پر اوامر ونواہی کا نظام چل رہا ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی الْمُوَفِّقُ

ایک مثال اسی طرح بعض اوقات کپڑوں کے لئے سجی وصابون فائدہ مند ہوتے ہیں اور کبھی تجمیر وعرق گلاب اور خوشبوئی لگانا۔

تسبیح واستغفار میں سے کون زیادہ مفید ہے

ایک روز میں (ابن قیمؒ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو واقعہ سنایا کہ کسی عالم سے دریافت کیا گیا۔ انسان کے لئے تسبیح زیادہ فائدہ مند ہے یا استغفار زیادہ مفید ہے۔ اس نے جواب دیا کپڑا صاف ستھرا ہو تو عرق گلاب اور بخورات مفید تر ہیں لیکن اگر میلا کچیلا ہو تو گرم پانی اور صابون بہتر ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا بخورات وعرق گلاب اور خوشبویات کیا؟ جب کہ کپڑے ہر وقت میل کچیل سے غلیظ اور گندے ہی رہتے ہوں، تو پھر؟

اسی طرح سورہ اخلاص کو لے لیجئے وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اس کے باوجود آیات میراث، خلع وطلاق وعدت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہی آیات اپنے اپنے مناسب موقعہ ومحل اور ضرورت واحتیاج کے لحاظ سے سورہ اخلاص کی تلاوت سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہیں۔

نماز فرداً فرداً تلاوت قرآن اور ذکر ودعا سے افضل ہے

پھر چونکہ نماز قرأت قرآن اور ذکر اور دعا تینوں چیزوں پر مشتمل اور اجزاء عبودیت کی بالکل وجوہ جامع ہے اور ان تمام قرأت واذکار اور اجزاء عبودیت کے ساتھ ساتھ مزید براں تمام اعضا وارکان کی عبودیت وعبادات کی بھی جامع ہونے کی بنا پر انفراداً انفراداً قرأت قرآن اور ذکر ودعا ہر ایک سے افضل واعلیٰ ہے۔

اس لئے یہ از حد نافع وفائدہ مند اصل ہے جو انسان پر مراتب اعمال کی معرفت کے دروازے

کھول دیتا ہے، اور خوبی یہ ہے کہ یہ اصل انسان پر روز روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے کہ فلاں عمل کا موقعہ ومحل فلاں ہے۔ اور فلاں عمل فلاں وقت میں موزوں ہے تاکہ انسان فاضل کو چھوڑ کر مفضول میں لگ کر شیطان کو نہ خوش کرتا پھرے۔ یا فاضل میں اتنا منہمک ہو جائے کہ مفضول کو بالکل ہی نظر انداز کر دے حالانکہ اس کے لیے وہی وقت موزوں تر ہو اور وہ اسی وہم وگمان میں مفضول کو چھوڑ کر فاضل کے پیچھے پڑ جائے کہ اسمیں اجر و ثواب زیادہ ہے اور اس میں کم اور اس کا خیال تک ترک کر دے۔ بہر صورت یہ چیز مراتب اعمال ومقاصد اعمال کی واقفیت ہر عمل وفعل کو اپنے اپنے مناسب موقعہ ومحل میں بجالانے کی دانش وفقاہت یا اہم واولی اور افضل چیز کی تقویت کی واقفیت ازحد محتاج ہے تاکہ انسان فوت شدہ کی تلافی کر سکے اور دوبارہ نقصان نہ کر بیٹھے کیونکہ اگر مفضول کو چھوڑ دے گا تو اس کا تدارک نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا مفضول کو بجالانا بھی ازحد ضروری ہے اس کی مثال یہ ہے کہ انسان قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور کوئی شخص آکر سلام کہے یا چھینک مارے تو قراءت کو ترک کر کے سلام اور چھینک کا جواب دے لے۔ اگرچہ یہ مفضول ہے اور قراءت قرآن فاضل۔ کیونکہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں، کہ مفضول کو بھی ادا کر لے اور دوبارہ فاضل کو بھی پہلے کی طرح لگاتار کرتا چلا جائے بخلاف اینکہ وہ قراءت کرتا رہے اور سلام وچھینک کا جواب دینے کی مصلحت فوت کر بیٹھے اسی طرح باقی اعمال کا حال ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی الْمُوَفِّقُ

نوٹ :۔ اس سے آگے الوابل الصیب کا وہ حصہ شروع ہوتا تھا جس میں الحزب المقبول۔ الحزب الاعظم اور حصن حصین کی طرح صرف دعائیں ہی دعائیں تھیں زائد کوئی چیز نہ تھی۔ چونکہ یہ کام مذکورہ بالا تینوں کتابوں سے حاصل ہو سکتا تھا۔ اور وہ ہر شہر میں معروف مترجم ہزارہا موجود ہیں۔ اس لیے یہاں سے آخر کتاب تک وہ حصہ ترک کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس حصہ کا ترجمہ یہاں الحاق کیا جاتا تو خواہ مخواہ حجم بہت بڑھ جاتا۔

(مترجم عفی عنہ)

مطبوعات الدار السلفیۃ

التوحید

اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید پر نہایت جامع آسان اور تحقیقی کتاب۔

مشروع اور ممنوع

وسیلہ کی حقیقت

اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کس قسم کے وسیلہ کی ضرورت ہے؟ کون کون سے وسیلے مشروع ہیں؟ نیز حرام اور ممنوع وسیلوں کی مدلل تردید کی گئی ہے۔

تصنیف:۔ علامہ محمد نسیب الرفاعی۔ ترجمہ:۔ مختار احمد ندوی

اسلام میں حلال وحرام

تالیف:۔ علامہ یوسف القرضاوی۔ ترجمہ:۔ شمس پیرزادہ

زندگی کے تمام چھوٹے بڑے مسائل کی حلت وحرمت پر مفصل ومدلل تبصرہ۔

اسلام اور مسائل جاہلیت

قرآن وحدیث کی روشنی میں دورِ جاہلیت کی تمام خرافات کا مکمل رد۔

کتاب التوحید

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی معرکۃ الآرا انقلابی کتاب

حج مسنون

اُردو اور انگلش

حج کے موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت لاجواب تحقیقی کتاب۔

قیمت:- اُردو ۴ روپے انگریزی

قرآن خوانی اور ایصال ثواب

مردوں کے لئے فاتحہ، قرآن خوانی، تیجہ، برسی، عرس وغیرہ کی مکمل تردید۔

زیارۃ القبور

قبروں کی مسنون زیارت کا بیان اور مروجہ بدعات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں بہترین رد

تالیف:- شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (اردو ایڈیشن)

مختصر زاد المعاد
اردو ترجمہ

سیرت نبوی پر علامہ ابن القیمؒ کی مشہور عالم کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد"

تلخیص:۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ

اصلاح المساجد

من البدع والعوائد

تالیف:۔ شیخ جمال الدین القاسمی

مساجد کی بابت جملہ مسائل و بدعات کا مفصل بیان۔

خطبات محمدی

خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و مایۂ ناز قابل فخر کتاب

تعلیم الاسلام

تالیف:۔ مولانا مختار احمد ندوی

اسلام کی بنیادی تعلیم کے لئے آسان اور عام فہم جامع اور صحیح ترین مجموعہ۔

AL DARUSSALAFIAH

6/8, SHAIKH HAFIZUDDIN ROAD, BYCULLA BRIDGE, BOMBAY-400 008.

مطابع

الدار السلفية